مرتبہ

سید محمد ریاست علی قادری

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
کراچی پاکستان

مرتبہ

سید محمد ریاست علی قادری

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا
کراچی پاکستان

معارف رضا

جلد چہارم سنہ ۱۹۸۴ء

مرتبہ

سید محمد ریاست علی قادری

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی

نام کتاب ــــــــــــــــ معارفِ رضا

مرتبہ ــــــــــــــــ سید محمد ریاست علی قادری

کتابت ــــــــــــــــ محمود احمد ناصر

ناشر ــــــــــــــــ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا۔ کراچی

سنہ طباعت ــــــــــــــــ سنہ ۱۴۰۵ھ / سنہ ۱۹۸۴ء

اشاعت ــــــــــــــــ ایک ہزار

قیمت ــــــــــــــــ ۲۰ روپے

مطبوعہ ــــــــــــــــ آر آئی پرنٹرز۔ اردو بازار۔ کراچی

ملنے کے پتے

مکتبہ رضویہ۔ آرام باغ روڈ۔ کراچی

مکتبہ قادریہ۔ لوہاری گیٹ۔ لاہور

رضا پبلیکیشنز۔ مین داتا صاحب۔ لاہور

مشمولات

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم ہے کہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضاؒ کراچی انتہائی نامساعد حالات کے باوجود "معارفِ رضا" جلد چہارم نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ جب ایک طرف مالی مجبوریاں حائل ہوں اور دوسری طرف اپنوں کی بے حسی نقطۂ عروج پر ہو تو کوئی کام کرنا بہت دشوار ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان جب مایوسیوں میں گھِر جاتا ہے تو اگر وہ اپنے مقصد کی بجا آوری میں پُر خلوص و باہمّت ہے اور جہدِ مسلسل کر رہا ہے تو اللہ تعالےٰ کے وعدے کے مطابق کامیابی اُس کے قدموں میں آ کر اپنا سر رکھ دیتی ہے۔ کچھ ایسی ہی صورت سے ہمارا ادارہ بھی دو چار تھا۔ ہر طرف سے نا امیدی کے اندھیروں نے راستوں کو مسدود کر دیا تھا اور بظاہر ناکامی ہمارا مقدّر بنتی نظر آ رہی تھی۔ اللہ تعالےٰ چونکہ علمِ دین کی ترویج و ترقی اور دینِ حق کی تبلیغ و اشاعت میں جہاد کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے اس لئے اُس نے چند ایسے مخلص حضرات

انتخاب فرما کر اس نیک کام کی تکمیل فرمائی جن کے سینوں
میں امام احمد رضاؒ کے افکار و خیالات کی اشاعت کا جذبہ کوٹ
کوٹ کر بھرا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان حضرات کی مساعی کو شرفِ
قبولیت سے نوازے جنہوں نے اپنی ذمّہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے
ان مشکل حالات میں ادارے سے بھرپور مالی و اخلاقی تعاون فرمایا۔
خدا جانے عقیدت مندانِ اعلیٰحضرت امام احمد رضاؒ کو کب ہوش
آئے گا اور وہ کون سا دن ہو گا جب وہ اس حقیقت کو
جان سکیں گے کہ دراصل امام احمد رضاؒ سے سچی محبّت اور حقیقی
عقیدت اُن کی دینی و ملّی خدمات کو علمی سطح پر پھیلانے اور
اُن کی تعلیمات کو عام کرنے میں مضمر ہے۔
محسنِ اہلِ سنّت حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری مدظلہٗ! آپ کو
لاکھوں عقیدت مندانِ امام احمد رضاؒ کا سلام کہ آپ نے اس میدانِ
کارزار میں فہم و تدبر، جوش و جذبے کا عملی مظاہرہ کرتے
ہوئے اعلیٰحضرت امام احمد رضاؒ کے عظیم مشن کو آگے بڑھانے میں
نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ امام احمد رضاؒ کی تعلیمات اور اُن کے
مقدس کارناموں کو کتب کی صورت میں پورے عالمِ اسلام میں
پھیلا دیا ہے۔ کاش دوسرے اہلِ خیر حضرات بھی اس میدان
میں آگے آئیں اور امام احمد رضاؒ کے علمی تبرّکات کو جو ہزار ہا
صفحات پر مشتمل ہیں منظرِ عام پر لا کر اپنی عقیدت کا عملی
مظاہرہ کریں تاکہ کچھ تو حق رضویت ادا ہو۔ ذرا غور تو کیجئے کہ

جس محسن نے اپنی پوری زندگی علم کی خدمت میں صرف
اور ہم کو وہ علمی خزانہ عطا کیا کہ نہ صرف ہم بلکہ پوری
اس سے مستفید ہو ہم نے کہاں تک اس کے عقیدت مند ہ
کے ناطے سے اپنی ذمہ داریاں پوری کیں ؟

گذشتہ پندرہ بیس برسوں میں جو تھوڑا بہت کام ہوا ہے اُس کے اثرات اب کالجوں ، یونیورسٹیوں اور دانش گاہوں میں ظاہر ہونے لگے ہیں اور جب اہلِ علم و فن امام احمد رضاؔ کی اُن تصانیف کا مطالعہ کرتے ہیں جو کُل کا ایک تہائی بھی نہیں تو وہ حیران ہو جاتے ہیں کہ تنہا ایک فردِ واحد نے اتنا بڑا علمی ذخیرہ یادگار چھوڑا جو سمندر کی اتھاہ گہرائیوں سے بھی گہرا اور کوہ ہمالیہ سے بھی بلند ہے ۔

آیئے ! ہم سب مل کر عہد کریں کہ حتی المقدور اپنی بساط کے مطابق اس نیک کام میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیں گے اور دنیا کو دکھا دیں گے کہ ہم اپنے دعوے میں کہاں تک سچّے ہیں ؟

امام احمد رضاؔ جیسا کثیرالتصانیف عالمِ دین کہیں صدیوں میں پیدا ہوتا ہے ۔ کثرتِ علوم و فنون پر دسترس اور تبحّرِ علمی میں یہ اعلیٰ مقام شاذ و نادر ہی کسی کو نصیب ہوتا ہے ۔ ہمیں تو ربِ عزّو جل کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اُس نے ہمیں امام احمد رضاؔ جیسا مرشدِ کامل عطا فرمایا جن کی پُوری زندگی اتبّاعِ سنّت اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بسر ہوئی ۔ امام احمد رضاؔ ہمیں علم کا وہ خزانہ دے گیا کہ قیامت تک ہماری نسلیں بھی اُس سے مستفید ہوتی رہیں گی ۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ اس علمی خزانے سے نہ

صرف اپنی جھولیاں بھر لیں بلکہ اُن تشنگانِ علم و فضل کو بھی شریک کریں جنہیں ہم سے زیادہ اس کی ضرورت ہے۔ ادارہ اپنے اُن تمام محسنین کا تہہ دل سے شکر گزار ہے جنہوں نے معارفِ رضا کی اشاعت کے لیئے اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے ادا کیا۔ ادارہ خاص طور پر محترم جناب مجیداللہ قادری صاحب جناب عبداللطیف قادری صاحب، جناب محمد شفیع قادری صاحب، جناب وجاہت رسول قادری صاحب اور جناب فتح محمد رضوی صاحب کا ممنون و شکر گزار ہے کہ جن کی مساعی جمیلہ اور مالی تعاون سے مجلہ معارفِ رضا اور ادارے کی دیگر تصانیف منظرِ عام پر آئیں۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضاؒ جناب ریٹر ایڈمرل ایم۔ آئی ارشد صاحب چیئرمین کراچی پورٹ ٹرسٹ، جناب جمشید صاحب، یونس برادرز اور جناب حاجی عبدالغفار صاحب کا تہہ دل سے ممنون ہے کہ ان حضرات نے معارفِ رضاؒ میں اپنے اداروں کے اشتہار دے کر اس دینی کام میں آسانی پیدا کر دی۔ اور ہم اس قابل ہو سکے کہ معارفِ رضا اپنی سابقہ روایات کے ساتھ اُسی سج دھج سے منصۂ شہود پر آئے جس طرح پچھلے تین سالوں سے آ رہا ہے۔

آخر میں ادارے کی سرپرستی فرمانے والے اُن دو عظیم محسنوں کو سلام جنہوں نے ہر مرحلے پر اپنا قیمتی وقت صرف کر کے اس مجلہ کو شایانِ شان بنانے میں دل و جان سے حصہ لیا۔ میری مراد جناب حضرت علّامہ شمس بریلوی اور جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد سے ہے۔

ادارہ اپنے اُن محسنین کو نہیں بھولا جو اکثر و بیشتر خطوط

کے ذریعے ہماری حوصلہ افزائی فرماتے رہے ہیں۔ یہ سب کچھ اُن کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ آج ہم مجلّہ معارفِ رضا جلد چہارم آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مزید اس نیک و با مقصد کام کے کرنے کی توفیق عطا فرمائے ادارہ خصوصیت سے جناب شفیع محمد صاحب اور جناب مجید اللہ قادری صاحب کا ممنون و شکر گزار ہے کہ آپ حضرات اس درجہ کوشش نہ فرماتے تو مجلّہ معارفِ رضا منظرِ عام پر آ ہی نہیں سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ سیّدالمرسلین و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

نومبر ۱۹۸۴ء

سید محمد ریاست علی قادری
ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا۔ کراچی

سید محمد ادریس

روداد

امام احمد رضا کانفرنس

منعقدہ کراچی ۱۹۸۳ء

مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۸۳ء بروز سہ شنبہ سہ پہر عروس البلاد کراچی کے ایک مشہور ہوٹل میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی جانب سے امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا۔

۱۹۸۲ء کی کانفرنس منعقدہ تھیوسوفیکل ہال کراچی، کے مقابلے میں اس دفعہ حاضرین کی تعداد دوگنی سے بھی زیادہ تھی۔ ہوٹل انٹرکانٹی نینٹل کا بڑا ہال حاضرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ علماء، دانشور، قانون داں، صحافی اور اساتذہ غرض ہر طبقے کی بھرپور نمائندگی ہو رہی تھی۔ صدر جلسہ جناب ریٹائرڈ ایڈمرل ایم۔ آئی۔ ارشد صاحب چیئرمین کراچی پورٹ ٹرسٹ، مہمان خصوصی کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب ڈاکٹر جمیل جالبی اور دیگر فضلاء اسٹیج پر بڑے پروقار انداز میں تشریف فرما تھے۔ سامنے اور دائیں بائیں قطاروں میں معززین شہر، مقالہ نگار حضرات، علمائے کرام، مشائخ عظام اور اسکالرز بیٹھے تھے۔ کراچی اور اندرون سندھ کی مشہور و معروف مقتدر ہستیاں اس کانفرنس میں خاص طور پر مدعو تھیں۔

بعدِ نمازِ عصر جلسے کا آغاز ہوا۔ اسٹیج سکریٹری کے فرائض مولانا شاہ خالد میاں فاخری صاحب اور جناب رضوان صاحب نے انجام دیئے۔ سب سے پہلے حضرت مولانا قاری ظفر احمد صاحب نے قرآنِ مجید کی تلاوت سے کانفرنس کا آغاز کیا جس سے جلسہ گاہ پر ایک روحانی کیفیت طاری ہوگئی۔ بعدہٗ اعلیحضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قدس سرہٗ کی ایک نعت پیش کی گئی جس کے ایک ایک شعر پر سامعین نے خوب خوب داد دی۔ اس کے بعد ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے بانی وصدر جناب سیّد محمد ریاست علی قادری صاحب نے خطبۂ استقبالیہ پڑھا جو نہایت جامع و بالغ تھا۔ اس خطبے میں سیّد صاحب نے اس کانفرنس کو ایک یادگاری حیثیت قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اس میں ملک کے مشہور اسکالرز، اہلِ علم و فضل اور دانش ور شرکت لے رہے ہیں لہٰذا اس لحاظ سے یہ کانفرنس یادگاری ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی اہم بھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ "آج ہم یہاں امام احمد رضاؒ کی یاد منانے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ وہ امام احمد رضاؒ جس کے عہد میں اور اس کے بعد کوئی اُس جیسا کثیر التصانیف عالم و محقق، محدث و فقیہہ پیدا نہیں ہوا۔ امام احمد رضاؒ نے علوم و فنونِ جدیدہ و قدیمہ میں ایسے شاہکار چھوڑے ہیں کہ جن کو دیکھ کر اہلِ علم حیران ہوئے جاتے ہیں"۔ سیّد صاحب نے امام احمد رضاؒ کے اُن تین نکات کی طرف سامعین کی توجّہ مرکوز کرائی جس کا ذکر خاص طور پر امام احمد رضاؒ نے مکّہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے علمائے کرام کو سند و اجازتِ حدیث تحریر کرتے وقت کیا تھا۔

الف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی حمایت کے لئے کمربستہ رہنا اور ہر

گستاخ کا معقول و مدلّل جواب دینا۔

ب

وہ اہلِ بدعت جو دین کے مدّعی ہونے کے باوجود دین میں فساد پھیلاتے ہیں اُن کے عقائدِ باطلہ کا جواب دینا۔

ج

مذہبِ حنفی کے مطابق فتوے تحریر کرنا۔

سیّد محمد ریاست علی قادری صاحب نے مزید کہا کہ امام احمد رضؒا نے جو افکار و نظریات پیش کیئے وہ خود ساختہ نہیں ہیں بلکہ وہی ہیں جن کی تصدیق قرآن و حدیث اور سلف صالحین کے فکر و عمل سے عیاں ہے۔ انہوں نے کہا کہ صوبۂ سندھ میں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضؒا ایک ایسا ادارہ ہے جو علمی سطح پر امام احمد رضؒا قدس سرہٗ کے تعارف کے لیئے پوری تندہی سے جہد و جہد کر رہا ہے جس کے اثرات اب کالجوں اور یونیورسٹیوں کے حلقوں میں بھی نظر آنے لگے ہیں۔ آخر میں انہوں نے یہ بات پُرزور الفاظ میں کہی کہ ہماری مساعی کا مقصد کسی کی مخالفت نہیں بلکہ ہمارا مقصد اسلام اور صرف اسلام ہے جو امام احمد رضؒا کا مطلوب و مقصود تھا۔

سیّد محمد ریاست علی قادری صاحب کا خطبۂ استقبالیہ ہزاروں اہلسنّت وجماعت کے دلوں کی ترجمانی کر رہا تھا۔ سیّد صاحب کے استقبالیہ کے بعد کانفرنس کے سب سے پہلے مقالہ نگار ملک کے مشہور و معروف ماہرِ عمرانیات جناب ڈاکٹر بشارت علی صاحب نے اپنا مقالہ پیش کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقالے میں سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ زندگی کے ہر ہر گوشے میں قرآن سے رہنمائی حاصل کریں۔

کانفرنس کے دوسرے مقرر پروفیسر ڈاکٹر منظور احمد صاحب تھے جنہوں نے علمِ فلسفہ پر گفتگو کی جو سامعین پر گراں گزری۔ انہوں نے اپنا مقالہ پیش کر کے اہلِ علم و فن حضرات کی موجودگی میں کوئی اچھا تاثر قائم نہیں کیا۔ ڈاکٹر صاحب کا خیال تھا کہ شاید وہ علمِ فقہ کو فلسفے میں تبدیل کر کے کوئی انوکھا کام کر سکیں گے

ڈاکٹر منظور احمد صاحب کے بعد ملک کے مشہور و معروف انشاپرداز و ادیب اور کراچی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے صدر جناب ڈاکٹر فرمان فتح پوری صاحب تشریف لائے۔

ڈاکٹر فرمان فتحپوری ایک منجھے ہوئے ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نامور محقق و مؤرخ بھی ہیں۔ سیاست پر اُن کی گہری نظر ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی تقریر امام احمد رضاؒ کے عہد کے سیاسی حالات کی روشنی میں اتنی فکر انگیز اور پُراثر تھی کہ مجمع سے واہ واہ کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے تاریخ کے حوالے سے امام احمد رضاؒ کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ اور اُن کی دینی، ملّی، تعلیمی اور سیاسی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ آخر میں انہوں نے امام احمد رضاؒ کی سیاسی بصیرت اور دُور بینی کی تعریف کی کہ امام احمد رضاؒ نے تنہا اُس پُرفتن دور میں ہندوؤں اور انگریزوں سے جہاد کیا اور اُس وقت ایک قومی نظریہ کی بیخ کنی کر کے دو قومی نظریہ کی بنیاد ڈالی جب مسلمان اکابر کی اکثریت اسکے خلاف تھی۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے بعد ملک کے معروف و نامور اسکالر اور کراچی یونیورسٹی کے رجسٹرار جناب پروفیسر ڈاکٹر اسلم فرخی صاحب نے اپنا مقالہ پیش کیا۔ پروفیسر صاحب ایک بلند پایہ ادیب و محقق ہونے کے ساتھ ساتھ بے پناہ صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ مذاہبِ عالم اور خاص طور پر

اسلام پر اُن کی بہت گہری نظر ہے۔ انہوں نے امام احمد رضاؒ کی تعانیف کا مطالعہ کیا ہے اور اِس مطالعہ ہی کی بنا د پر وہ امام احمد رضاؒ سے سچی محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔ جس کا اظہار اُن کے ایک ایک جُملے سے ہوتا تھا۔ انہوں نے امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن "کنزالایمان" پر اپنا بھرپور مقالہ پیش کر کے حاضرین سے دل کھول کر داد وصول کی۔۔۔ کنزالایمان کی خوبیوں اور اُس کے محاسن کا بیان انہوں نے جس انداز سے کیا وہ انہیں کا حصّہ ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر اسلم فرخی صاحب نے آخر میں اعلان فرمایا کہ کراچی یونیورسٹی کا ایک طالب علم اُن کی نگرانی میں امام احمد رضاؒ کے دینی و ملّی کارناموں پر پی۔ ایچ۔ ڈی کر رہا ہے۔ اِس اعلان کو سُن کر ہر طرف سے پروفیسر صاحب کو مبارکباد پیش کی گئی۔

پروفیسر ڈاکٹر اسلم فرخی کے بعد ملک کی جانی پہچانی شخصیت جو کسی تعارف کی محتاج نہیں اسٹیج پر رونق افروز ہوئی۔ میری مراد جناب پروفیسر ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی صاحب سے ہے۔ کشفی صاحب نے امام احمد رضاؒ کی تحریروں سے جابجا حوالے دیتے ہوئے انہیں اس صدی کا ایک عظیم عبقری قرار دیا۔ کشفی صاحب کا مقالا اتنا جامع اور پُراثر تھا کہ حاضرینِ محفل پر اس کا بہت اثر ہوا۔ کشفی صاحب نے امام احمد رضاؒ کی ساداتِ کرام سے محبت و احترام کا خاص طور پر حوالہ دیا اور اُن کے تبحرِ علمی کی دل کھول کر تعریف کی۔

پروفیسر ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی صاحب کے بعد سید انور علی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ نے اپنا مقالا پڑھا۔ سید صاحب ملک کے نامور قانون دان ہیں۔ وہ مختلف کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ قانون کے علاوہ علومِ اسلامی خصوصاً قرآنیات پر اُن کی گہری نظر ہے۔ آج کل انگریزی میں قرآنِ کریم کی تفسیر لکھ رہے ہیں۔ کئی اردو اور انگریزی کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ کی تصانیف ملکی اور غیر ملکی سطح پر بہت مقبول ہیں۔ انہوں نے اپنی بقیہ زندگی دینی اور مذہبی خدمات کے لیئے وقف کر دی ہے۔ سید صاحب نے امام احمد رضاؒ کے فقہی مقام پر روشنی ڈالتے ہوئے انہیں اس صدی کا عظیم ترین فقیہہ قرار دیا۔

جناب شکیل عادل زادہ صاحب اپنی مصروفیات کی وجہ سے کانفرنس میں شرکت نہ فرما سکے۔ اسی طرح اردو ڈکشنری بورڈ کے صدر جناب ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی بھی اپنی سابقہ مصروفیات کی بنا پر کانفرنس میں شرکت نہ کر سکے۔ لیکن اعلیحضرت امام احمد رضاؒ سے اپنی عقیدت کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا مقالہ پروفیسر ڈاکٹر اسلم فرخی کی وساطت سے کانفرنس میں بھیجا جو معارفِ رضا کی زینت بنا۔

صدرِ جلسہ کی تقریر سے قبل کانفرنس کے مہمانِ خصوصی اور بین الاقوامی شہرت یافتہ کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب نے اپنا مقالہ پیش کیا۔ ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب بے پناہ خوبیوں کے مالک ہیں۔ اُن کی شخصیت اعلیٰ کردار سے مزین ہے۔ علومِ قدیمہ و جدیدہ پر اُن کا مطالعہ نہایت وسیع ہے۔ اپنی علمی، ادبی اور سماجی خدماتِ جلیلہ کے سلسلے میں ملک میں بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ اِس

کانفرنس میں آپ کے مبارک ہاتھوں سے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضاؒ کراچی کی تین کتابوں کی رسمِ اجراء بھی ہوئی۔ اِن کتابوں میں مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی کی پیش کش جو ادارہ ہذا نے فراہم کی یعنی فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم، امام احمد رضاؒ اور عالمِ اسلام اور معارفِ رضاؒ جن کو ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضاؒ نے پیش کیا شامل ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی تصنیف "اجالا" کانفرنس میں مُفت تقسیم کی گئی۔

ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب نے جن شاندار الفاظ میں اعلیحضرت امام احمد رضاؒ کی دینی و ملّی خدمات کو سراہتے ہوئے زبردستِ خراجِ تحسین پیش کیا اُس سے حاضرین بہت متاثر ہوئے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب نے فرمایا:۔

"مولانا کی شخصیت ایک پہلو دار شخصیت ہے جس کے مختلف پہلوؤں پر مقرّرین روشنی ڈال چکے ہیں لیکن اُن کا امتیازی وصف جو دوسرے تمام فضائل و کمالات سے بڑھ کر ہے وہ عشقِ رسول ہے (صلی اللہ علیہ وسلّم) حقیقت یہ ہے کہ نعت گو شعراء میں کوئی شاعر علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں مولانا احمد رضا خان بریلوی کا ہم پلّہ نہیں۔"

آخر میں رئیر ایڈمرل جناب ایم، آئی ارشد صاحب نے اپنا صدارتی خطبہ ارشاد فرمایا جس میں انہوں نے امام احمد رضاؒ کی جامع العلوم شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے تلقین فرمائی کہ اس قسم کی کانفرنسیں بہت ضروری ہیں۔ جناب ایم۔ آئی ارشد صاحب نے اراکینِ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضاؒ کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے آئندہ بھی اپنی تشریف آوری اور ہر قسم کے تعاون کا مکمل یقین دلایا۔

صدارتی خطبہ کے بعد حاضرینِ کرام نے نہایت ہی ذوق و شوق اور عقیدت و احترام کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں صلوٰۃ و سلام پیش کیا۔ جس پر پورا ہال "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کی صدا سے گونج اٹھا۔ سب سے آخر میں پروفیسر محمود حسین صاحب نے دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے اور اس طرح امام احمد رضاؒ کانفرنس بحسن و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔

حاضرینِ جلسہ نے مغرب کی نماز ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل کے سبزہ زار میں ہمارے بزرگ اور محترم جناب حضرت علامہ عبد المصطفیٰ الازہری مدظلہ العالی کی اقتدا میں ادا کی۔ والسلام

مرقعات

ریٹائرڈ ایڈمرل ایم آئی ارشد، ڈاکٹر جمیل جالبی، سید ریاست علی قادری اور شاہ خالد میاں فاخری کانفرنس کے اختتام پر صلوٰۃ و سلام پڑھ رہے ہیں

شرکاءِ کانفرنس

نوادرات

خری

سندِ اجازتِ قرآن و حدیث

حضرت سید شاہ آلِ رسول مارہروی (۱۲۹۷ھ) کی سند کی نقل جن کو حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے کلام اللہ اور احادیثِ رسول اللہ کی اجازت مرحمت فرمائی ـــــــ حضرت سید شاہ آلِ رسول مارہروی سے اعلیٰحضرت امام احمد رضاؒ بیعت تھے اور آپؒ ہی نے ان کو اجازتِ حدیث عنایت فرمائی۔ اس سے علمِ حدیث میں امام احمد رضاؒ کے بلند مرتبے کا اندازہ ہوتا ہے ـــــــ پیشِ نظر سند ہمیں جناب سید آلِ احمد رضوی (وزارتِ امورِ مذہبی، حکومتِ پاکستان، اسلام آباد) نے عنایت فرمائی جن کے جدِ امجد مولانا عاشق علی کو حضرت سید شاہ آلِ رسول مارہروی سے اجازت و خلافت حاصل تھی ـــــــ ادارہ، سید آلِ احمد رضوی کا تہہ دل سے ممنون ہے۔

ادارہ

نقل سند اجازت کلام اللہ و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ بحضرت پیر و مرشد حق

شناسیدہ آل رسول احمدی رضی اللہ عنہم از حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمہما اللہ تعالیٰ رسیدہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد فقد سالنی السید النجیب الحسیب

سلالۃ الاولیاء العظام ونتیجۃ الاسلاف [illegible] السید آل رسول [illegible] اللہ تعالیٰ مزید التوفیق والقبول اجازۃ

[illegible] کلام اللہ والاحادیث وقبول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ان یشتغل بقراءۃ القرآن [illegible]

وبالکتب الصحاح الستۃ وکتاب [illegible] والمشکوٰۃ وغیرہا من کتب الحدیث [illegible] سمع منی حدیث

المسلسل بالاولیۃ والحدیث المسلسل [illegible] مصافحۃ وصافحنی وایضا قد سمع منی ہذین الحدیثین من

صحیح البخاری [illegible] حدثنا الحمیدی حدثنا سفیان قال حدثنا یحییٰ بن سعید الانصاری قال اخبرنی محمد

بن ابراہیم التیمی انہ سمع علقمۃ بن وقاص اللیثی یقول سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ

علی المنبر یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء

ما نوی فمن کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبہا او الی امراۃ ینکحہا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ۔ حدثنا

عبداللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة ام المومنین رضی الله
عنها ان الحارث بن هشام سأل رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله صلی الله علیه وسلم
کیف یاتیک الوحی قال رسول الله صلی الله علیه وسلم احیانا یاتینی مثل صلصلة الجرس وهو اشده
علی فیفصم عنی وقد وعیت عنه ما قال واحیانا یتمثل لی الملک رجلا فیکلمنی فاعی ما یقول قالت
عائشة رضی الله تعالی عنها ولقد رایته ینزل علیه الوحی فی الیوم الشدید البرد فیفصم عنه وان جبینه
لیتفصد عرقا۔ الفاظ قد سمع منی هذا الحدیث من الصحیح المسلم۔ حدثنا یحیی ابن یحیی التیمی
انا ابو الاحوص عن ابی اسحق عن موسی بن طلحة عن ابی ایوب قال جاء رجل الی النبی صلی الله
علیه وسلم قال دلنی علی عمل اعمله یدنینی من الجنة ویباعدنی من النار قال تعبد الله لا تشرک به شیئا
وتقیم الصلوة وتوتی الزکوة وتصل ذا رحمک فلما ادبر قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان تمسک
بما امر به دخل الجنة وفی روایة ابن ابی شیبة ان تمسک والفاظ من الموطا هذا الحدیث
مالک عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار وعن بسر بن سعید وعن الاعرج کلهم یحدث عن ابی

ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من ادرک ... من ادرک سجدۃ

من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرک العصر وایضا من سنن ابی داؤد ہذا الحدیث حدثنا

عبداللہ بن مسلمۃ بن قعنب القعنبی نا عبدالعزیز یعنی ابن محمد عن محمد یعنی ابن عمرو عن ابی سلمۃ عن المغیرۃ

بن شعبہ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا ذہب المذہب ابعد وایضاً من جامع الترمذی

ہذا الحدیث حدثنا محمد بن حمید بن اسمٰعیل نا مالک بن اسمٰعیل عن اسرائیل عن یوسف بن ابی بردۃ

عن ابیہ عن عائشۃ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج من الخلاء قال غفرانک قال ابو عیسیٰ

ہذا حدیث غریب حسن لا نعرفہ الا من حدیث اسرائیل عن یوسف بن ابی بردہ وابو بردہ بن ابی موسیٰ

اسمہ عامر بن عبداللہ بن قیس الاشعری ولا یعرف فی ہذا الباب الا حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

وایضا من سنن النسائی ہذا الحدیث اخبرنا عبیداللہ بن سعید قال حدثنا یحییٰ ہو ابن سعید عن عبید اللہ

اخبرنی نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال احفوا الشوارب واعفوا

اللحی وایضا من سنن ابن ماجہ ہذا الحدیث حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ نا شریک عن الاعمش عن ابی صالح

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما امرتکم بہ فخذوہ وما نہیتکم

عنہ فانتہوا فقط

المومنین ... علیہ وسلم ... شد ... الحرس ... ما یقول ... عنہ وان ... التیمی ... صلی اللہ ... شیئاً ... علم ان ... الحدیث ... عن

فہرستِ حواشی

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے سینکڑوں کتابوں پر حواشی تحریر فرمائے جو ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ کے تقریباً ۱۰۲ مشہور و معروف کتابوں پر غیر مطبوعہ حواشی قلمی نسخوں کی صورت میں راقم کے پاس محفوظ ہیں۔ ان میں سے چند مشہور کتابوں پر حواشی کا ایک ایک صفحہ قارئین کی دلچسپی کے لیئے یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ حاشیہ رسائل علامہ شامی
۲۔ حاشیہ الفوائد البہیہ
۳۔ حاشیہ خصائص الکبریٰ
۴۔ حاشیہ کتاب الابریز
۵۔ حاشیہ القول البدیع
۶۔ حاشیہ رسائل علامہ قاسم
۷۔ حاشیہ احادیث الموضوع سیوطی
۸۔ حاشیہ الاعلام بقواطع الاسلام
۹۔ حاشیہ النقادی الحدیث علامہ ابن حجر
۱۰۔ حاشیہ قاضی شرح البیضاوی
۱۱۔ حاشیہ علیلہ
۱۲۔ حاشیہ بہجتہ الاسرار
۱۳۔ حاشیہ فتاویٰ عزیزیہ

حواشی الفوائد البهیة فی تراجم الحنفیة للکهنوی

بسم الله الرحمن الرحيم
نحمده ونصلي على رسوله الكريم

الفقيه احمد بن ابراهيم في البحر الرائق عن المجتبى شرح القدوري للزاهدي لا بأس بغسل الوجه مغمضا عينيه قال الفقيه احمد بن ابراهيم ان غمض عينيه شديدا لا يجوز اه وفي الحلية في مباحث الغسل في متفرقات الفقيه ابي جعفر سئل الفقيه احمد بن ابراهيم عن امرأة شدت ضفيرتها وكانت تستحكم الفتل فاجنبت واغتسلت وما اصابت الماء على رأسها الا ان الماء لم يبلغ شعر عقاصها الخ بما قال لا الخ وذكر استناده فيه بحديث وذكر في آخره انه من الفقيه على اهل المجلس بذكره هذه المسئلة اه ١٢

قوله اخذ عن ابي سهل الزجاج عن ابي الحسن الكرخي الذي يأتي قريبا يدل على انه وعن لكن سيأتي ص ٣٠ عن ابي سهل انه اخذ عن الكرخي واخذ عنه الرازي فالذي يظهر ان الرازي تفقه عليه واخذ ايضا عن الكرخي ١٢

قوله وعلى ابي الحسن الكرخي الذي مر آنفا يدل على حذف هذه الواو ولكن سيأتي في الصفر لعده انه خرج الى نيسابور شيخه الكرخي فاذن تنبغي زيادة الواو فيهما ١٢

قوله بديع بن منصور القاضي لحق علاء الحناطي كما يظهر من الغمز ص ٢٣٤

قوله تفقه على نجم الائمة البخاري الذي في خطبة القنية بديع بن ابي منصور ١٢

قوله الموسوم بمنية الفقهاء اقول منية الفقهاء هي التي لخصها الزاهدي فسماه القنية فاذا كانت المنية من المعتبرات فكيف تكون القنية من المطروقات اذ ليس فيها زيادة في المسائل الا ابتداء من ابحاث غلبلته في مواضع عديدة ١٢

قوله وهو من اقران الامام الاجل برهان الدين الكبير الذي تفقه عليه ولداه الصدر السعيد والصدر الشهيد حسام الامام الظهير المرغيناني الكبير استاذ الامام قاضي خان وصاحب الخلاصة فاذن يكون البديع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ص۲۷ قولہ اخرج احمد والحاکم والبیہقی عن العرباض ورواہ ابن حبان فی صحیحہ ایضا ۱۲ زرقانی

قولہ واخرج الحاکم والبیہقی وابو نعیم وہو عند الترمذی وقال حسن بلفظ انہم قالوا قالوا یا رسول اللہ متی وجبت لک النبوۃ قال وآدم بین الروح والجسد ۱۲

ص۲۷ قولہ لا یدری من ہو وکل من یجہلہ الذہبی من عند نفسہ یقول فیہ مثل ہذہ العبارۃ ولا یقول مجہول کما افصح عنہ بنفسہ فی المیزان وقد صحح الحیات الامام السبکی ۱۲

ص۲۸ قولہ عن حبر عبد اللہ بن سلام الذی فی المواہب عن ابنہ عن حبر ۱۲

ص۲۸ قولہ صلاۃ لو کانت فی قوم نوح اقول ظنی انہ یرید بہا صلاۃ العشاء فانہا التی فضلنا اللہ تعالی بہا علی سائر الامم فخصنا بہا دونہم کما فی سنن ابی داؤد مرفوعا ۱۲

ص۲۸ قولہ سبع مملوءۃ فلا لا کذا فی الجامع الکبیر ۱۲

ص۲۸ قولہ عمر بن ربیعۃ ہہنا سقط یظہر من الجامع الکبیر ۱۲

ص۲۸ قولہ ملکا وفی الاخر الملک فی بنی عباس ۱۲

ص۲۹ قولہ قال حدثتنی امی انہا اسمہا فاطمۃ بنت عبد اللہ ۱۲ خفاجی نسیم شفا

ص۲۹ قولہ کان ذلک رضوان خازن الجنان وقال ب الی ہنا تم کلام ابن عباس وقولہ وقال الخ من کلام سیدتنا آمنۃ رضی اللہ تعالی عنہا ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ص ۱۹ قولہ فقال لا تجعل بینک وبین اللہ یجب علی من یطلع علی ہذا من الکلام ان یراجع ما ذکر فیہ للعارف العارف باللہ سیدی الشعراوی قدس سرہ فی شرح صلاۃ سیدی احمد البدوی رضی اللہ تعالی عنہ فی الورق الخامس عشر نقلا عن العلامۃ ابن زکریا فی شرح الشیشیۃ مع ما یاتی ص ۵۹ عن سیدی الخواص من الامر بانزال کل حاجۃ برسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فان بابہ ہو المفتوح ۱۲

ص ۴۹ قولہ فان من الارواح یفید ان الارواح غیر مجردۃ ۱۲

ص ۵۲ قولہ فقال رضی اللہ عنہ ہذا المثال یلمح الی ان العلم بحصول صدر المعلومات ۱۲

ص ۵۵ قولہ بقید شرعیۃ ای مخصوصۃ ۱۲

قولہ وترک الارض ہہنا سقط شے عظیم فیہ ذکر محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

الحمد للہ ظہر الساقط فانہ اعاد ہذا الکلام النفیس فی الجواہر والدرر فراجعہ ص ۱۹۴

ص ۸۵ قولہ المتبولی شیخ الامام القسطلانی رحمہ اللہ تعالی وکان رضی اللہ تعالی عنہ امیا ۱۲

ص ۱۲۲ قولہ تمنی انہ یتمنی الایمان اشہد ان مثل ہذا الکلام لا یصدر الا عن وہب عظیم فللہ الحمد والمنۃ ورضی اللہ عن السید اعاد علینا برکاتہ فی الدنیا والآخرۃ ۱۲

ص ۱۳۴ قولہ النفوس فتامل ذلک اقول الحمد للہ تاملناہ فوجدناہ مالہ من مساغ ولئن صح بلغکم لم یکن فیہ ما یؤدی ادنی ایماء الی الرجوع عما قالہ بامر ربہ علی رؤس الاشہاد وبادرت الاولیاء شرقا وغربا الی امتثالہ ولم یخالف الا رجل وصبیان فصار مسلوبا وانکارکم کونہ بامر لیس عن کشف بل عن دلیل ذکرتموہ ولا قیام لہ علی ساق وقد اثبت الامر الآتی بہ

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

ص ۱۵ قوله اذا کانت محاسنی هذا خارج من الوزن والصحیح کما نقل فی رد المحتار هکذا
اذا محاسنی اللاتی ادل بها صارت ذنوبا فقل لی کیف اعتذر ۱۲

ص ۱۷ قوله ایضا منهم جماعة رجل سمع اسما من اسماء الله تعالی یجب علیه ان یعظمه ویقول سبحن الله
وما اشبه ذلک ولو سمع اسم النبی صلی الله تعالی علیه وسلم فانه یصلی علیه فان سمع مرارا فی مجلس
واحد اختلفوا فیه قال بعضهم لا یجب علیه ان یصلی الا مرة فانه به یفتی قنیه وقال الطحاوی
یجب علیه الصلاة عند کل سماع والمختار قول الطحاوی ولوا جنبیه ولو سمع اسم الله مرارا
یجب علیه ان یعظم کان یقول سبحن الله وتبارک الله عند کل سماع خزانة الفتاوی
ان لم یصل علی النبی صلی الله تعالی علیه وسلم عند سماع اسمه تبقی الصلاة دینا علیه فی الذمة
بخلاف ذکر الله تعالی لان العمل وقت محل للاداء فلا یکون محل للقضاء غرائب اه هندیه
قلت علی ان المولی سبحنه تعالی ربما یخفف فی حقه ما لا یخفف فی حق انبیائه علیهم
الصلاة والسلام فالایراد ساقط من اصله ۱۲

ص ۲۵ قوله لا یجوز منهم الا انقیاد اقول غفر له ولنا ولوالدینا کیف لا یجوز الا انقیاد
من الملئکة بل کیف یجوز ان لا ینقادوا وهو صلی الله تعالی علیه وسلم رسل الیهم
ایضا علی الصحیح بعموم قوله تعالی تبرک الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون للعلمین
نذیرا وقوله صلی الله تعالی علیه وسلم ارسلت الی الخلق کافة ولیت شعری ای انقیاد
اعظم من السجود الذی امر به الملئکة لآدم ... علیه الصلاة والسلام والظاهر ان
هذا من باب الاکتفاء کقوله تعالی مستخف بالیل وسارب بالنهار ای والتقدیر

بسم الله الرحمن الرحيم

ص ٢٣ قوله والكثرة باطل بالاجماع الامة - اقول بهو استثناء معلوم لا يحتاج الى ذكر لحديث الماء طهور لا ينجسه شئ ١٢

قوله بوقوع النجاسة فيه هذا - اقول فيه ما تقدم ١٢

قوله بما تقدم وينقوض مما ذكره - اقول المعنى لا ينجس كله فلا نقض ١٢

و انما تحقق في بحر الطوفان - اقول بل لا حد له فتمكن الزيادة على كل حد بلغه ١٢

ص ٢٣ قوله وانه قد روى في اعتبار التحريك - ما ذكر بعده كله مؤاخذات لفظية لا ترجع الى طائل ١٢

ص ٢٣ قوله كما قالوا جميعا في الماء الجاري - ما جاز وفي غير المرئية من كل جانب كما قالوا جميعا الخ ١٢

ص ٢٣ قوله والاغتسال فيه لا ينجس لكثرته - الاستدلال بمنع الاغتسال مبني على نجاسة الماء بالاستعمال اقول وكان الاصوب ان يقال ان النهي اما لنجاسته او لعدم طهوريته الاول ظاهر وعلى الثاني الضياع المقصود فان الاستعمال لا يكون الا محالا في البدن وقدر نزر من الماء فكله حتى نهى عن الاغتسال لاجله فكذلك النجاسة تؤثر فيه كله بل اولى لكن الامام صاحب البدائع لم يرض بهذا كما يأتي ص١٠٥ - ١٢

ص ٢٣ قوله فان كان الماء مرئيا - اي يجري كله عليها بان سدت عرض النهر ١٢

قوله وفيه ما في الاول - من الايرادات ١٢

قوله هذا وينجس ... عنه - ... بان الماء لم ينجس وان تغيرت اوصافه بالنجس

حواشی اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ للسیوطی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب التوحید

قولہ — لعل الصحیح حدثنا ابی حدثنا ابن حبان فان الراوی عن ابن المسیب ہو ابن حبان کما یعلم فی المیزان ۱۲

قولہ لا یحفظ للصحابۃ الخوض فی القرآن — یردہ ما یاتی انفا عن علی وابن عباس وغیرہما فی الصحابۃ رضی اللہ تعالے عنہم ۱۲

قولہ وہو ہذا الاثر — الاثر الصحیح عن علی رضی اللہ تعالے عنہ ان القرآن غیر مخلوق ۱۲

قولہ — الاثر الصحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما ۱۲

قولہ — اثر صححہ اصحاب الصحیح ۱۲

قولہ وکان لیصح العقیلی حدثنا محمد بن اسماعیل — یاتی الکلام علیہ فی الحدیث بعدہ ۱۲

قولہ وقال ابن عدی لیضع وضعفہ ابن معین لسبب ہذا الحدیث — اقول ہذا سہو علیم فی ابی الفرج غفر اللہ تعالے لنا ولہ وانما نقلہ ابن عدی عن ابی بشر الدولابی نقلہ عمن لم یسمہ ثم رد علیہ ابن عدی ثم عد المناکیر فی حدیثہ وقال لی قیبۃ مستقیم ۱۲

قولہ واخرجہ الباوردی فی الصحابۃ — لفظہ مذکور فی الاصابۃ ص ۷۹ ۱۲

قولہ عن محمد بن حسین بن علی ابن ابی طالب — وابن جریر فی التاریخ کما فی الاصابۃ فی صورتہ بن زفلۃ ۱۲

قولہ انی حدثنا منصر بن دینار — الذی فی الاصابۃ ج ۱ ص ۸۹ منصور بن دینار ۱۲

قولہ ابن برازعن قتادۃ عن عبد اللہ بن شقیق — ہکذا فی المقاصد الحسنۃ والذی فی المیزان عن جنادۃ ملیحر ۱۲

کتاب المبتدا

قولہ — انظر الی ہذا الکذب الصریح الباطل السمج المفوح

حواشی الفتاوی الحدیثیۃ للعلامۃ ابن حجر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ص۲ قولہ لا عصیم لا دعاء علیہ - اقول والرجو من سعۃ رحمۃ من خلقنا صحیین لنا ان یکون معنی دعائہم اراحنا اللہ منہ بہدایۃ للحسنات وتوفیقہ الخیرات حتی لا یصیبنا منہ الاذی الذی نجدہ منہ الآن وہذا معنی صحیح واضح فلم لا یحمل علیہ واللہ تعالی اعلم ۱۲

قولہ واخرج ابن ابی الدنیا والصابونی - وابو داؤد فی کتاب القدر کما فی سراج زرقانی ۱۲

ص۴ قولہ ولقد وقع لی مع ہذا الرجل - سیاتی ذکر حکایۃ نحو ہذہ ادہی لکن علی غیر ہذا الوجہ ص۳۹ ک ۱۲

ص۵ قولہ فی القرع بفتح القاف - الذی فی سقط الرجال یدل علی انہ بالراء لانہ شبیہ بالقرع فی الراس لخلوص الشعر ۱۲

ص۵ قولہ تلنا ان اراد ذلک فی بعضہم - اقول اخرج ابن ابی حاتم وابو الشیخ عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما انہ قال الجن ہم الجان ولیسوا الشیاطین والشیاطین ولد ابلیس وہم لا یموتون الا مع ابلیس والجن یموتون فمنہم المؤمن ومنہم الکافر اھ نقلہ فی الدر المنثور تحت قولہ تعالی شیاطین الانس والجن یوحی بعضہم الی بعض زخرف القول غرورا ص۳۹/۳ ۱۲

ص۷ قولہ علی اصول متعددۃ - حقق فی حمد ربہ ص۳۹ اراہ التی ابن العلاح لم یشترط تعدد ال ضمول انتقالہ استحبابا ص۱۲ ۱۲

ص۷ قولہ لفظہ لابن تیمیۃ اعتراض - صرح الدوانی فی شرح العضدیۃ انہ رأی فی بعض تصنیفات ابن تیمیۃ القول بقدم العرش جنسا ۱۲

قولہ دخل فی نظر الفلاسفۃ - عبارۃ غیرہ منہم فی لطبق الفلسفۃ ۱۲

حواشی المجلد الاول والثانی من عنایة القاضی شرح البیضاوی

بسم الله الرحمن الرحیم

٢ قوله الراغب قال ان القدیر لا یطلق علی غیر الله تعالی - ذکر رحمه الله تعالی القدیر هو الفاعل لما یشاء علی قدر ما تقتضیه الحکمة لا زائدا علیه ولا ناقصا عنه ولذلک لا یصح ان یوصف به الا الله تعالی قال تعالی انه علی ما یشاء قدیر والمقتدر یقاربه عند ملیک مقتدر لکن قد یوصف به البشر اذا استعمل فی البشر فمعناه المتکلف والمکتسب للقدرة اه ١٢

قوله بخلاف المقتدر ففی اطلاقه - لکن فی کتاب الاسماء والصفات للامام البیهقی رحمه الله تعالی قال ابو سلیمان (وهو الخطابی) المقتدر هو التام القدرة الا ان الاقتدار ابلغ واعم لانه یقتضی الاطلاق والقدرة قد یدخلها نوع فی التضمین بالمقدور علیه اه وهذا یقتضی ان لا یجوز اطلاقه علی غیره سبحانه وتعالی وبالجملة فالقادر یجوز اطلاقه علی العبد قال تعالی وغدوا علی حرد قادرین والمقتدر صرح الامام الراغب وقد جری علیه الناس یصفون الملوک بذوی الاقتدار والقدیر صرح الراغب فالبیضاوی بمنعه ونظر فیه الخفاجی بحثا غیر مستند بنقل معتمد وانما هو حاصل علی تتبع کلام العرب واهل اللغة ولیس قولهم حجة فی الحلال والحرام والامام الراغب اعرف بها من الخفاجی وقد قال البیهقی عن الحلیمی هو القدیر التام القدرة لا یلابس قدرة عجز بوجه اه فتحصل ان القدیر لا یجوز اطلاقه علی غیره سبحانه وتعالی والمقتدر مختلف فیه والاسلم الاحتراز والله تعالی اعلم

قوله هنا نظر لا یخفی فتامل - لکن المحشی لیصرح فی ان الله علی کل شیء قدیر ... بجوازه

٢ قوله من تغییر البیان - ای التبلیغ ١٢

بسم الله الرحمن الرحیم

۴ قوله یکی آنکه قاعده فقهیه مقرره است - اینهمه در صورتی بود که اباحت بروجه
اباحت می شد ورنه اباحت می ماند یعنی اگر راهن مرتهن را برای دوازده سال
اباحت کرده بود و بعده همین یکر در شعش نمود مرتهن فورا باز ماند و او را در
حق خود حرام داند این البته اباحت است و همین را علما اراده نموده اند اما
آنچه حالا رسوم و معلوم است آنجا معنی اباحت صراحةً معدوم است بلکه راهن
بمجبوری دام گرفتن رخصت میدهد و مرتهن بدستوری مرتهنی تا قبض میشود
تا آنکه اگر راهن پیش از فکاک رهن منع آن خواهد زنهار نتواند و مرتهن
باز نماند پس او را با اباحت چه علاقه او همین قرضیست که داخل از سود
می گیرد و این همین رباست لحدیث کل قرض جر منفعة فهو ربا و دلیل حرمتش
همان دو قاعده فقهیه است که دلیل اباحت گرفته بودند اول العادة
محکمة چون عرف و عادت همین است که مرتهن بزور راهن مستود
و آن ضد اباحت است پس محمول بر همان عادت باید داشت دوم العبرة
فی العقود للمعانی دون الالفاظ پس راهن اگرچه لفظ اباحت گوید اعتبار
بدان نیست اعتبار معنی است و معنی اینجا اشتراط منافع برای مرتهن است
تا آنکه مرتهن اگر داند که منافع نیابم رهنا عقد نکند والمعروف عرفا کالمشروط
لفظا و شرط نفع حرام و همین رباست پس حکم قطعا حرمت است کما افاده
المولیان السیدان الطحطاوی والشامی رحمه الله تعالی و هو الحق الناصع
وقد بینته فی فتاوای والله یقول الحق و یهدی السبیل ۱۲

مقالات

امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۸۳ء

سید محمد ریاست علی قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

صدرِ محترم و مہمانانِ گرامی !   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ہماری خوش نصیبی ہے کہ اس کانفرنس کی صدارت ایک ایسی ہستی کر رہی ہے جس کی علمی، ادبی اور دینی حیثیت تو یقیناً مسلم ہے، لیکن حضرات گرامی میں آپ کی توجہ ایڈمرل صاحب کی اس حیثیت کی طرف بھی مبذول کرانا چاہتا ہوں جس کے آگے تمام حیثیتیں مدہم نظر آتی ہیں اور وہ ہے ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اب اس کانفرنس کے مقصدِ وحید کی طرف آتا ہوں۔

احمد رضارح کسی معمولی شخصیت کا نام نہیں بلکہ اس ذات کا نام ہے جو تاریخ اسلام کے نامور حکماء اور علماء میں نہایت ممتاز ہے۔ صوبہ سندھ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ۱۹۰۶ء میں امام احمد رضاؒ یہاں تشریف لائے۔ ان کے خلفاء اور متبعین یہاں آکر آباد ہوتے۔ اور اپنی خدمات سے یہاں کی دینی فضا کو منور کیا۔ یہی وجہ ہے کہ سندھ کے ایک ممتاز عالم دین شیخ ہدایت اللہ مہاجر مدنی رح نے ۱۹۱۲ء میں احمد رضا کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے انہیں چودھویں صدی ہجری کا مجدد قرار دیا۔ اور اسی لقب سے سابق مرکزی وزیر خزانہ این ایم عقیلی کے بھائی اللہ بخش عقیلی مرحوم نے ۱۹۲۲ء میں یاد کیا۔ سندھ کے ایک اور عالم مولانا محمد عبد الکریم درس علیہ الرحمہ سے امام احمد رضاؒ کے خصوصی مراسم تھے۔ پاکستان کے دوسرے صوبوں میں بھی امام احمد رضاؒ کے عقیدت مند اور تلامذہ موجود تھے۔ چنانچہ پنجاب کے پروفیسر مولوی حاکم علی مرحوم (پرنسپل اسلامیہ کالج، لاہور) امام احمد رضا سے کمال عقیدت رکھتے تھے۔ اسی طرح صوبہ سرحد کے علماء بھی مستفیض ہوتے۔ آپ کا فیض نہ صرف پاک و ہند اور بنگلہ دیش

بلکہ دوسرے مشرقی اور مغربی ممالک اور بلادِ اسلامیہ میں بھی پھیلا۔ آج سے دس بارہ برس قبل جدید علمی حلقوں میں امام احمد رضا کا اتنا چرچا نہ تھا جتنا آج ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ امام احمد رضا کے مخالفین نے ان کے خلاف کردارکشی کی زبردست مہم چلائی جس سے پاک و ہند کا پڑھا لکھا طبقہ متاثر ہوا۔ تعجب تو یہ ہے کہ مؤرخین و محققین نے بھی اس مکروہ پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر تاریخ و تمدن کی کتابوں میں اس کا ذکر تک نہ کیا۔ یہی وجہ ہے جب لیڈن یونیورسٹی (ہالینڈ) کے سن رسیدہ اور جہاں دیدہ پروفیسر علومِ اسلامیہ ڈاکٹر جے ایس بلیاں نے امام احمد رضا کی شخصیت اور معارفِ علمیہ کے بارے میں پڑھا تو وہ حیران رہ گیا اور کہا کہ تعجب ہے کہ ڈاکٹر اسمتھ اور پروفیسر محمد مجیب نے اپنی اپنی کتابوں میں امام احمد رضا کا ذکر تک نہ کیا۔ اسی طرح کنیڈا کے اسلامک سنٹر کے ڈائرکٹر ڈاکٹر اسمتھ کو معلوم ہوا تو وہ بھی حیران رہ گئے اور لکھا کہ اس میدانِ تحقیق میں مزید فتوحات کا منتظر ہوں۔

صدرِ محترم! امام احمد رضا نے علم و حکمت کے پچاس شعبوں میں کام کیا جن میں سائنس اور فلسفے کے شعبے بھی شامل ہیں۔ گزشتہ نصف صدی میں زیادہ تر ایسا لٹریچر شائع ہوا جس میں امام احمد رضاؒ نے مختلف افکار و نظریات پر شدید تنقید کی ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اگر وہ مذہبی، سیاسی، معاشرتی، تمدنی، اور اقتصادی میدان میں اتنی سخت تنقید نہ فرماتے تو اس مزاج کی تشکیل نہ ہوتی جس نے پاکستان کے لیے راہ ہموار کی۔ یہ تنقیدی لٹریچر باوجود اتنی شدّت و سختی کے بڑی مذہبی و سیاسی اہمیت کا حامل ہے۔ بہرحال یہ لٹریچر شائع ہوا اور تخلیقی لٹریچر شائع نہ ہوا۔ اس سے عام تأثر یہ پیدا ہوا کہ شاید امام رضاؒ کی کوئی تخلیقی یادگار نہیں اس صورتحال نے اہلِ علم کو امام احمد رضا سے دور کر دیا۔ اس کے علاوہ ان کے متبع عوام اہل سنت و جماعت نے ایسی راہ اختیار کی جس میں ان کی تعمیری و اصلاحی تعلیمات کو پیشِ نظر نہیں رکھا گیا، ان کی بے راہ روی بھی امام احمد رضا سے بدظنی کا باعث ہوئی۔

۱۹۶۹ء سے مرکزی مجلس رضا لاہور نے امام احمد رضا کے تعارفِ علمی کی مہم چلائی اور تیرہ برس کے اندر اندر یہ خالص علمی تحریک پاکستان کی سرحدوں سے نکل کر بھارت اور بنگلہ دیش جا پہنچی۔ اور دوسرے بلادِ اسلامیہ اور بلادِ مغرب میں پھیلتی گئی ۔اس مہم کے روحِ رواں محسن اہلِ علم حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری ہیں جن کے اخلاص اور پیہم جدوجہد نے امام احمد رضا کی شخصیت سے دبیز پردے ہٹائے اور سارے عالم کو ان کی حسین صورت دکھائی۔

مرکزی مجلس رضا کی علمی تحریک اور فعال قیادت نے اہلِ علم کو امام رضا سے روشناس کرایا اور پھر نہ صرف پاکستان بلکہ بیرونی ممالک میں بھی یومِ رضا منانے کا سلسلہ شروع ہوا جو بڑھتا ہی جا رہا ہے۔
۱۹۸۱ء میں راولپنڈی میں یومِ رضا کی تقریب کے خطبۂ صدارت میں جناب خان محمد خان آف ہوتی نے امام احمد رضا کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا اور ان کے علوم و معارف کو بیان کیا، جس کے ہم تہہ دل سے ممنون ہیں۔
مرکزی وزارتِ تعلیم نے پاکستان اسٹڈیز کے لیے جو ڈھانچہ فراہم کیا، اس میں نہ صرف احمد رضا، بلکہ ان کے خلیفہ اور مدبّر اہل سنّت مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی کا اسم گرامی بھی شامل کیا ہے۔ ہم صحیح سمت کی طرف اس صحیح قدم کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور آئندہ بھی امید رکھتے ہیں کہ تاریخ نگاری میں دیانت داری سے کام لیا جائے گا اور کسی قسم کی جانب داری یا تنگ دلی کو جگہ نہیں دی جائے گی تاکہ پاکستانی قوم اپنے ماضی سے بخوبی آگاہ ہو سکے۔
ادارہ تحقیقاتِ احمد رضا (کراچی) نے مرکزی مجلسِ رضا کی روش پر چلتے ہوئے امام احمد رضا کی شخصیت اور معارف کو روشناس کرانے کے سلسلے میں اپنی سی کوشش کی۔ اس ادارے کو قائم ہوئے تین سال سے زیادہ عرصہ نہیں ہوا، مگر اس قلیل عرصے میں اس نے جو کچھ کیا اس کی تفصیل یہ ہے۔
سب سے پہلے اس ادارے نے مختلف علوم و فنون پر امام احمد رضا کے چالیس غیر مطبوعہ عربی، فارسی رسائل حواشی فراہم کیے۔ ان میں سے ریاضی پر ایک رسالہ " حاشیہ در علم لوگارثم " ۱۹۸۰ء میں شائع کیا۔ دوسرے دو رسائل تعلیقات تفسیر معالم التنزیل اور حاشیہ طحطاوی، جامعہ نظامیہ لاہور کو فراہم کئے جو وہاں سے شائع ہو چکے ہیں۔ اس قلمی ذخیرے کے علاوہ ایک اور قلمی ذخیرہ فراہم کیا جس میں امام احمد رضا کے ایک سو سے زیادہ رسائل اور حواشی ہیں۔ اسی ذخیرے میں علمائے عرب کی تقاریظ کا ایک فائل بھی تھا جس کو پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے " امام احمد رضا اور عالمِ اسلام " کے نام سے معنون کیا ہے۔ انشاء اللہ یہ کتاب بھی عنقریب یہی ادارہ شائع کرے گا۔ اس ادارے نے پروفیسر موصوف سے امام احمد رضا کی پندرہ جلدوں پر مشتمل عظیم سوانح کا خاکہ مرتب کرایا ہے جو دائرہ معارف امام احمد رضا BIOGRAPHICAL ENCYCLOPAEDIA OF IMAM AHMED RIDA کے نام سے حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے دوسرے علمی اداروں کی بھی مدد کی اور ان سے تعاون کیا۔ چنانچہ ادارۂ معارفِ رضا (کراچی) سے تعاون کر کے ۱۹۸۱ء میں امام احمد رضا پر تحقیقی مقالات کا ایک مجموعہ " معارف رضا " کے نام سے شائع کرایا۔ ۱۹۸۲ء میں اسی نام سے دوسرا مجموعہ تیار کرایا جو حال میں شائع ہو چکا ہے۔ ان علمی خدمات کے علاوہ یومِ رضا کے موقع پر کراچی کے اخباروں کو یہ ادارہ احمد رضا پر مقالات و مضامین بھی فراہم کرتا ہے۔

اصل میں یہ ادارہ چند مخلص ارکان پر مشتمل ہے جو بلا کسی ادنیٰ معاوضے کے خدمت کرتے ہیں۔ اس ادارے کا تعلق کسی سیاسی جماعت سے نہیں، نہ اس کے کوئی سیاسی عزائم ہیں۔ یہ خالص علمی ادارہ ہے جو امام احمد رضا کے علوم و معارف کو دنیا میں متعارف کرانے کے لئے کوشاں ہے۔

صدر ذی قدر اور معزز حاضرین!

میں آپ حضرات کی توجہ بعض تلخ حقائق کی طرف متوجہ کراؤں گا۔ ایک طرف جبکہ بعض علمی ادارے امام احمد رضا کی تحقیقات علمیہ کو علمی دنیا میں پھیلانے کی کوششوں میں مصروف ہیں اور تحقیقی میدان میں کچھ کرنا چاہتے ہیں تو دوسری طرف پاکستان کی بعض یونیورسٹیاں اور علمی ادارے امام احمد رضا پر تحقیق و ریسرچ کی ہمت شکنی کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ تحقیق و ریسرچ کے میدان میں ہمت شکنی کا یہ عالم ہے

تشکیلِ نصاب اور تدوینِ نصاب میں کے میدان میں اور ہی عالم ہے۔ ۳۵ برس کا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد موجودہ حکومت کی مساعی نے بورڈ کی سطح تک نصاب کے تشکیلی ڈھانچے میں احمد رضا اور ان کے ممتاز خلیفہ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی کی سیاسی خدمات کو شامل کیا، مگر تدوین نصاب کے مرحلے پر نصاب مدوّن کرنے والوں نے نصابی کتب میں کوئی خاص اہمیت نہیں دی اور سرسری ذکر پر اکتفا کیا گیا۔ یونیورسٹی کی سطح پر نصابی ڈھانچہ بنایا گیا۔ وہاں پہلے ہی مرحلہ پر امام احمد رضا کو فراموش کر دیا گیا۔ سرکاری اداروں میں حقائق سے یہ چشم پوشی مستحسن نہیں۔

صدر عالی مرتبت!

میں آپ کی توجہ ایک اور اہم امر کی طرف متوجہ کرانا چاہتا ہوں، امام احمد رضا کا قرآن کریم کا اردو ترجمہ ۱۹۱۱ء میں منظر عام پر آیا اور جب سے اب تک لاکھوں کی تعداد میں چھپ چکا ہے لیکن حال ہی میں ایک طبقے کی طرف سے معاندانہ جذبے کے تحت اس پر حرف گیری کی گئی اور رابطۂ عالم اسلامی کے ذریعے ممالکِ اسلامیہ میں اس پر پابندی لگاکر سوادِ اعظم کی نظروں میں خود رابطۂ عالم اسلامی کی ساکھ کو مجروح کیا گیا۔ امام احمد رضا قرآن و حدیث پر کامل عبور رکھتے تھے۔ ان کی تبحر علمی کے اپنے و بیگانے سب معترف تھے۔ ایسی صورت میں اس طبقے کی طرف سے ترجمہ قرآن میں غلطیاں نکالنا جس کا علمی مقام امام احمد رضا کے مقابلے میں کسی طرح بھی بلند نہیں سخت افسوسناک ہے۔ اس قسم کی باتوں سے تلخیوں میں کمی کی بجائے اضافہ ہی ہو سکتا ہے۔ حرف گیری کا یہ سلسلہ آج سے نہیں بلکہ خود امام احمد رضا کے عہد سے جاری ہے۔ چنانچہ پہلے یہ مشہور کیا گیا کہ وہ بلا وجہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں، پھر یہ مشہور ہوا کہ وہ انگریزوں سے سازباز رکھتے ہیں۔ پھر یہ مشہور کیا گیا کہ ترکان احرار کے خلاف ہیں اور اب یہ مشہور کیا کہ ان کا ترجمۂ قرآن غلط ہے۔

پچھلے الزامات کی محققین نے تحقیق کی تو سراسر غلط ثابت ہوئے۔ اس طرح یہ الزام بھی سراسر بے بنیاد ہے۔

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ امام احمد رضا ہنود سے موالات کے سخت خلاف تھے۔ اس کے لیے انہوں نے بڑی جدوجہد کی اور ملامتِ خلق کی پرواہ کئے بغیر بیباکی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کیا۔ فکری و نظری سطح پر اس وقت اسلامی مملکت کیلئے راہ ہموار کی۔ جبکہ ڈاکٹر سر محمد اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح بھی ایک قومی نظریہ کے حامی تھے۔ اس میں شک نہیں کہ امام احمد رضا نے مسلم قائدین کی فکر میں ایک انقلاب برپا کیا۔ ان کے خلفاء و متبعین اور ہم مسلک علماء و عوام نے ناقابلِ فراموش خدمات انجام دیں۔ ایسی عظیم اور محسن شخصیت پر ایسے ملک میں کام کرنے نہ دینا جو اس کی فکر و نظر کا ممنون ہے سخت احسان فراموشی ہے اور اس کے برعکس ایسی شخصیات پر کام کرنے کی ہمت افزائی کرنا جنہوں نے پاکستان کے خلاف جدوجہد کی اور اس تحریک کو سخت نقصان پہنچایا، سخت بے انصافی ہے۔

پاکستان میں یہ کچھ ہو رہا ہے اور ہندوستان میں جس کی بنیاد ایک قومی نظریہ پر ہے، امام احمد رضا پر کام کرنے کی اجازت دی گئی۔ چنانچہ پٹنہ یونیورسٹی سے ایک فاضل نے امام احمد رضا کی فقاہت پر ڈاکٹریٹ کیا ہے۔ یہ مقالہ پٹنہ (بھارت) سے شائع ہو چکا ہے۔ مسلم یونیورسٹی (علیگڑھ) میں بھی ایک فاضل کو امام احمد رضا پر ڈاکٹریٹ کی اجازت ملی ہے۔ ہندوستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی کام ہوا ہے۔ چنانچہ لندن یونیورسٹی کے ایک فاضل نے امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کنز الایمان کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جو لاہور میں چھپ رہا ہے۔ یہ وہی ترجمہ ہے جس پر امام احمد رضا کے مخالفین نے ممالکِ اسلامیہ میں پابندی لگانے کی کوشش فرمائی ہے۔ نیوکیسل یونیورسٹی کے ایک فاضل نے امام احمد رضا کے مشہور زمانہ سلام کو منظوم انگریزی میں منتقل کیا جو شائع ہو چکا ہے۔ اب وہ ملفوظاتِ امام احمد رضا کی تین مجلدات کا انگریزی میں ترجمہ کر رہے ہیں۔ کیلیفورنیہ یونیورسٹی (امریکہ) میں ڈاکٹر باربرا مٹکاف نے امام احمد رضا پر لکھا ہے۔ ریاض یونیورسٹی سعودی عرب میں بھی کام ہوا ہے۔ لیڈن یونیورسٹی (ہالینڈ) کے پروفیسر ڈاکٹر جے ایم ایس بلیساں فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ الغرض امام احمد رضا پر دنیا کے مختلف گوشوں میں کام ہو رہا ہے، مگر یہ بات قابلِ افسوس ہے کہ پاکستان کی ایک یونیورسٹی میں صرف ایم اے، ایم فل تک امام احمد رضا پر کام ہوا ہے۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے محققین و دانش وروں کے لیئے ایک تحقیقی خاکہ دائرہ معارف احمد رضا کے نام سے شائع کیا ہے۔ پاکستان کی یونیورسٹیاں اگر اس کو سامنے رکھیں تو مختلف شعبوں اور مختلف میدانوں میں تحقیق و ریسرچ کیلئے راہیں ہموار ہو جائیں گی۔

صدرِ والاجاہ!

پاکستان میں امام احمد رضا پر تحقیق و ریسرچ اس لئے بھی ضروری ہے کہ ان کے سیاسی افکار و نظریات نظریۂ پاکستان کے استحکام میں معاون و مددگار ثابت ہوں۔ ایسی شخصیات پر کام کرنے کی اجازت نہ دی جائے جو نظریۂ پاکستان کے خلاف ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں، لیکن ان محسنوں پر کام نہ کرنے دینا جنھوں نے دو قومی نظریہ کی بنیاد فراہم کی اور جس کا نتیجہ ہمیں مملکت پاکستان کی صورت میں نصیب ہوا، سخت ناانصافی ہے۔ پاکستان کے ابتدائی دور میں ایسے نظریاتی لٹریچر اور ایسی نظریاتی شخصیات پر لٹریچر کی سخت پابندی تھی جو پاکستان کے خلاف تھیں۔ دنیا کی نظریاتی حکومتوں میں ایسے لٹریچر پر پابندی ہے۔ خود اسلام میں عدیم المثال رواداری کے باوجود نظریاتی لٹریچر کیلئے کوئی گنجائش نہیں لیکن ہمارے ابتدائی دور کے بعد یہ پابندی ختم ہو گئی اور لائبریریوں میں ایسا لٹریچر دیکھا جانے لگا ہے جس کا تعلق دوسرے نظریات سے یا دوسرے نظریات کی حامل شخصیات سے ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایسا لٹریچر بھی سامنے آیا، جس میں پاکستان کے مخالفین کی پردہ پوشی کر کے کردار سازی کی گئی ہے۔ غالباً یہ اسی چشم پوشی کا نتیجہ ہے کہ ایسا لٹریچر پھیلتا جا رہا ہے اور پاکستان کا جذبۂ حب الوطنی اور جذبۂ اسلامی سرد ہوتا جا رہا ہے۔ ابتداً میں یہ صورتحال نہ تھی، نہ کوئی اسلام کے خلاف بول سکتا تھا، نہ پاکستان کیخلاف، نہ بانیٔ پاکستان کیخلاف، نہ ان شخصیات کیخلاف جنھوں نے پاکستان کیلئے جان و مال کی قربانیاں دیں۔ ہمیں تلخ حقائق سے چشم پوشی کر کے کسی خوش فہمی میں نہ رہنا چاہیے۔ پاکستان میں اسلامی نظریہ کی بقا اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ ہم عوام و خواص کو ان شخصیات سے متعارف کرائیں جنھوں نے زندگی کے کسی مرحلے پر کفر و شرک سے نہ موالات کی اور نہ کسی قسم کی ساز باز کی۔ اور ایسی شخصیات سے دور رکھیں جنھوں نے پاکستان کی مخالفت کی اور بالفرض محال اگر ان کی مذہبی و ادبی خدمات کو داخل کرنا ضروری ہے تو پھر ان کی سیاسی غلطیوں کی نشاندہی بھی ضروری ہے، کیوں کہ شخصیات سے عقیدت و محبت کے بعد ہی افکار و نظریات سے انسان متاثر ہوتا ہے۔ ہندوستان کے بعض اہلِ علم اور اہلِ قلم نے مذہبی میدان میں اہم خدمات انجام دیں لیکن افسوس اور تعجب یہ ہے کہ انہوں نے ایک ایسا مزاج بنایا جس نے ہنود کے ساتھ اشتراکِ عمل کر کے تحریک پاکستان کو صدمہ پہنچایا اور اکھنڈ بھارت کیلئے راہ ہموار کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں ہمدردانہ غور و فکر کیلئے حکومت پاکستان کے سامنے مندرجہ ذیل گزارشات پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ جامعات میں جہاں اسکالرز امام احمد رضا پر کام کرنا چاہتے ہیں انکی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کی جائے۔ اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کا سختی سے محاسبہ کیا جائے۔

۲۔ تحقیقی اداروں میں ایسے اسکالروں کا تقرر کیا جائے جو امام احمد رضا پر کام کو آگے بڑھائیں۔

۳۔ تحقیقی اداروں کے کتب خانوں میں امام احمد رضا پر ایک سیکشن قائم کیا جائے۔

۴۔ اسلامک ایجوکیشن، اسلامک کلچر اور پاکستان اسٹڈیز کے نصابوں میں ان کی تعلیمات اور ان کی خدمات کو مناسب جگہ دی جائے اور جو حضرات کتب نصاب کی تدوین میں باوجود حکومت کی منظوری کے رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں انکا محاسبہ کیا جائے۔

۵۔ ریڈیو اور ٹی وی کے پروگراموں میں امام احمد رضا پر مقالات، تقاریر اور مذاکرات کا اہتمام کیا جائے۔

۶۔ حکومت کیلئے اگر کوئی پیچیدگی پیدا نہ ہو تو سرکاری طور پر یوم امام احمد رضا منانے کا اعلان کیا جائے۔

۷۔ رابطہ عالم اسلامی نے امام احمد رضا کے ترجمے پر ممالک اسلامیہ میں جو پابندی لگوائی ہے اسکا سرکاری سطح پر سختی سے نوٹس لیا جائے اور علمی سطح پر غلط فہمیوں کو دور کیا جائے اور جن پاکستانی حضرات نے اس گھناؤنی مہم میں حصہ لیا ہے انکا محاسبہ کیا جائے۔

صدر گرامی!

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا ہر اس خدمت کیلئے حاضر ہے جو اس سے ممکن ہے۔ اس ادارہ میں جذبہ کی کمی نہیں البتہ وسائل کی کمی ہے میں حکومتِ وقت اور مخیر حضرات سے اپیل کروں گا کہ وہ مالی وسائل فراہم کریں تاکہ یہ ادارہ اپنے تحقیقی و علمی پروگرام اور خدمات کو تسلسل کے ساتھ جاری رکھ سکے۔ یہ ادارہ زبانی جمع خرچ کا قائل نہیں، وہ اخلاص و تندہی سے مسلسل کام کرنا چاہتا ہے۔ اسی لئے اس ادارہ نے جدید تجربہ کیا ہے۔ اس میں عہدیدار نہیں سب خدمت گزار ہیں۔ بالعموم عہدوں کی لذت میں مبتلا ہو کر انتظامیہ کشمکش کا شکار ہو جاتی ہے اور ذرہ برابر کام نہیں ہوتا۔ ہم نے اس تلخ تجربے کو سامنے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے اور ہم کو مزید ہمت و استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔

ادارہ کی خوش نصیبی ہے کہ اس کی سرپرستی وہ حضرات فرما رہے ہیں جن کی علمیت مسلّم، جن کا خلوص مستحکم اور جن کی ہمت جوان ہے۔ ناسپاسی ہوگی اگر میں حضرت مولانا تقدس علی خان، محترم شمس بریلوی، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مولانا محمد اطہر نعیمی صاحب، جناب فتح محمد رضوی صاحب، جناب شفیع محمد قادری صاحب، ڈاکٹر محمد ایوب قادری صاحب، حاجی حنیف طیب صاحب اور جناب وجاہت رسول قادری صاحب کا ذکر نہ کروں جنکی مساعی جمیلہ سے یہ ادارہ اس کانفرنس کو منعقد کرانے میں کامیاب ہو سکا۔

آخر میں صدر گرامی ریئر ایڈمرل ایم آئی ارشد صاحب، جناب جسٹس قدیر الدین صاحب، جناب ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی، جناب سید الطاف علی بریلوی و مہمان عالی وقار، مقالہ نگار حضرات اور حاضرین مجلس کو بصمیم قلب **خوش آمدید** کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ ہم سب کو **امام احمد رضاؒ** کے علمی روحانی اور دینی فیوض سے مالامال کرے۔ آمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

کرم کردی الٰہی زندہ باشی

ڈاکٹر جمیل جالبی
وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی

امام احمد رضاؒ

ایک عاشقِ رسول

یہ میرے لیئے انتہائی خوشی کی بات ہے کہ میں آج ایسی تین کتابوں کی رسمِ اجراء ادا کررہا ہوں جن کے مصنف یا تو خود حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحبؒ بریلوی ہیں یا وہ تصنیف ان کی ذاتِ گرامی کے بارے میں ہے۔ یہ کتابیں "الفتاویٰ الرضویہ" جلد یازدھم، "امام احمد رضا اور عالمِ اسلام" مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد، اور "معارفِ رضا" مرتبہ سیّد محمد ریاست علی قادری ہیں۔

مولانا شاہ احمد رضا خاںؒ بریلوی چودھویں صدی ہجری کے بلند پایہ فقیہہ، متبحر عالم، سائنس داں، بہترین نعت گو، صاحبِ شریعت وصاحبِ طریقت بزرگ تھے۔ ان کے علمی مقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ تقریباً ۵۴ علوم وفنون پر مکمل دسترس رکھتے تھے اور ان علوم میں سے ہر فن میں آپ نے کوئی نہ کوئی تصنیف یادگار چھوڑی ہے۔ ان تصانیف کی تعداد ایک ہزار سے زائد بیان کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے مشہور کتابوں پر بے شمار حواشی تحریر فرمائے ہیں۔ قرآن پاک کے ترجمہ کے علاوہ بارہ ہزار صفحات پر مشتمل "فتاویٰ رضویہ" ان کی تصانیف میں ایک شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ "فتاوی رضویہ" دیکھ کر یہ اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت شاہ احمد رضاؒ کو علم وادب اور فقہ وحدیث پر کتنا عبور حاصل تھا۔ حتیٰ کہ علمائے عرب بھی آپ کی علمی قابلیت کے معترف تھے۔

امام احمد رضاؒ خان نے بلا کا حافظہ پایا تھا۔ آپ نے صرف ایک ماہ کے عرصہ میں قرآن پاک حفظ کرلیا تھا۔ دینی علوم کے علاوہ امام احمد رضاؒ صاحب کو سائنسی علوم پر بھی پوری مہارت

حاصل تھی۔ ہیئت، ہندسہ، ریاضی، جفر و تکسیر، جبر و مقابلہ، مثلث، ارثما طبقی، لوگارثم، اور نجوم و حساب جیسے علوم میں آپ ید طولیٰ رکھتے تھے۔ مشہور واقعہ ہے کہ ڈاکٹر ضیاءالدین جو مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے وائس چانسلر اور مشہور ماہر ریاضیات تھے۔ جب ان کے سامنے ریاضی کا ایک پیچیدہ مسئلہ آیا تو اس کو مولانا احمد رضا خان نے بآسانی حل کر دیا۔

مولانا کی شخصیت ایک پہلودار شخصیت ہے جس کے مختلف پہلوؤں پر مقرّرین روشنی ڈال چکے ہیں۔ لیکن ان کا امتیازی وصف جو دوسرے تمام فضائل و کمالات سے بڑھ کر ہے وہ "عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم" ہے۔ ان کی تصنیفات و تالیفات میں جو چیز سب سے نمایاں ہے وہ یہی حبِ رسولؐ ہے۔ ترجمۂ قرآن کریم ہو یا تشریحِ احادیث، فقہ کی باریک بینی ہو یا شریعت و طریقت کی بحث ہو یا نعتیہ شاعری۔ ہر جگہ عشقِ رسولؐ کی نمایاں جھلک نظر آتی ہے۔ ان کی نعتیہ شاعری کو ہی لے لیجئے۔ یہ کوئی رسمی اور روائتی شاعری نہیں ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان کی شاعری ہے۔ جس کے افکار کا محور ذاتِ رسالت مآبؐ ہے۔ ان کے شعری مجموعہ "حدائقِ بخشش" کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی ذات عشقِ مصطفےٰ سے عبارت تھی۔ آپؒ کی نظموں اور غزلوں کا ایک ایک حرف عشقِ رسولؐ میں ڈوبا ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نعت گو شعراء میں کوئی شاعر علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کا ہم پلہ نہیں ہے۔

مولانا کی شخصیت کا دوسرا نمایاں پہلو جس نے ان کو منفرد مقام عطا کیا وہ ان کا متبحّر فقہی علم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپؒ ان علوم و فنون پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ جو ایک فقیہہ کے لیئے ضروری ہے۔ آپ میں استدلال و استنباط کا وہ ملکہ موجود تھا جو ایک مجتہد کیلئے ضروری ہے۔ اس کی شہادت ان کے فتووں کا مجموعہ ہے۔ یہی وہ مجموعہ ہے جس کے مطالعہ کے بعد علّامہ اقبالؒ نے کہا تھا کہ "اگر مولانا میں شدّت نہ ہوتی تو وہ اپنے زمانہ کے امام ابو حنیفہ ہوتے۔

علّامہ اقبال کے اس قول سے حضرت احمد رضا خان صاحبؒ کی شخصیت کے ایک

اور پہلو پر روشنی پڑتی ہے۔ یعنی ان کی شدّت اور سختی۔ اگر ہم مولانا کی زندگی کا مطالعہ کریں تو ہم دیکھیں گے کہ جس شدت کا علّامہ اقبال تذکرہ کر رہے ہیں وہ مولانا کی ذاتی زندگی میں ان کے ذاتی معاملات میں نہ تھی بلکہ شدّت کا یہ اظہار وہ دشمنانِ دین کے مقابلہ پر کرتے تھے جو قرآنی تعلیمات " اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ " کے عین مطابق ہے اور جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خود علاّمہ اقبال کہتے ہیں :۔

ہو حلقۂ یاراں میں تو ریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

حضرت مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کا ایک اہم کارنامہ یہ تھا کہ وہ اسلام کی برتری اور مسلمانانِ ہند کی بہتری کے لیئے ہمیشہ سینہ سپر رہے۔ اور قلمی جہاد کرتے رہے۔ ان میں امتِ مسلمہ کی اصلاح کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ مسلم لیگ نے بعد میں جو دو قومی نظریہ پیش کیا امام احمد رضا خان بریلویؒ بہت پہلے اس کی طرف رہنمائی کر چکے تھے۔ اپنی سیاسی بصیرت کے پیشِ نظر وہ ہندو مسلم اتحاد کے سخت مخالف تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ معاملاتِ روزمرّہ کے لین دین اور تعلقات و مراسم کی بات مختلف ہے لیکن دو قوموں کے اتحاد یعنی ہندو مسلم اتحاد کی بات بالکل علیحدہ اور جدا ہے۔ اپنی ایک عربی تصنیف میں انہوں نے صراحت سے بتایا کہ ترکِ موالات کے ساتھ ساتھ جو ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ لگایا جا رہا تھا وہ غیر شرعی ہے۔ اگرچہ مولانا قیامِ پاکستان تک زندہ نہ رہے لیکن اپنی تحریروں اور تبلیغ سے قیامِ پاکستان کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیئے ہزاروں علماء کی ایک ٹیم ضرور تیار کر گئے۔

مختصر یہ کہ مولانا شاہ احمد رضا خان بریلویؒ خداداد صلاحیتوں کے مالک، اپنے عہد کے لاثانی صاحبِ تصنیف و تالیف، سچّے عاشقِ رسولؐ، بلند پایہ فقیہہ اور عظیم نعت گو شاعران شخصیتوں میں سے ایک تھے۔

سالہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید برون

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

حضرت امام احمد رضاؒ

جناب صدر، خواتین وحضرات!

سب سے پہلے تو مجھے یہ معذرت کرنا ہے کہ آج کی تقریب کے لیئے میں نے جس مضمون
کے لکھنے کا وعدہ کیا تھا اسے اپنی بعض مجبوریوں اور معذوریوں کی بناء پر لکھ نہ سکا اور یہ مختصر سا
یہ اس موقع کے لیئے پیش کر رہا ہوں۔ انشاء اللہ کسی اور موقع پر اس وعدے کی تکمیل کی
ضرور کوشش کروں گا۔

۱۸۹۷ء کے بعد برصغیر پاک وہند میں ملتِ اسلامیہ کی نشاۃ الثانیہ میں جن اکابر نے
حصہ لیا اُن میں حضرت امام احمد رضا بھی شامل ہیں۔ اس دور میں مسلمان نہ صرف ایک سیاسی محاذ
پر ہزیمت کا شکار ہو چکے تھے، نہ صرف برائے نام سلطنت سے محرومی ان کا خاص مسئلہ تھی۔
بلکہ یہ ایک بڑا تہذیبی حادثہ تھا جس کا انہیں سامنا کرنا تھا۔ اور معلوم کچھ ایسا ہوتا تھا کہ شاید
اس خطۂ ارض میں بھی مسلمانوں کا وہی حشر ہونے والا ہے جو سرزمینِ ہسپانیہ میں ہو چکا تھا۔
ان کے دشمن صرف نئے حکمران ہی نہ تھے بلکہ اس کے ساتھ آنے والے وہ عیسائی مبلغین
بھی تھے جو سارے ملک کو عیسائی بنانا چاہتے تھے۔ سر سیّد احمد خاں نے رسالہ "اسبابِ
بغاوتِ ہند" میں پادری ایڈمنڈ کی جو چھٹی نقل کی ہے اس کے بعض اقتباسات ملاحظہ ہوں۔[1]

"بخدمت تعلیم یافتہ باشندگانِ ہند"

معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ اس مضمون پر سرگرمی کے ساتھ غور کیجائے
کہ سب لوگوں کو ایک ہی مذہب اختیار کرنا چاہیئے یا نہیں۔ ریلیں، دُخانی جہاز اور تار برقی

[1] رسالہ اسباب بغاوت ہند، سر سیّد احمد خاں، مرتبہ راقم، مطبوعہ اردو اکیڈمی سندھ ۱۹۵۷ء ص ۱۹۲ وبعد

نہایت تیزی کے ساتھ دنیا کی تمام قوموں کو ملا رہی ہیں۔ جس قدر زیادہ وہ قومیں مل جاتی ہیں اسی قدر زیادہ اس نتیجہ کا یقین ہوتا جاتا ہے کہ تمام لوگوں کی ایک حاجتیں ہیں ایک ہی اندیشے اور ایک ہی امید و بیم ہیں۔ اور یہ بات بھی بہت متیقن ہے کہ موت سب کے لیئے اس سین کو ختم کر دیتی ہے .... پس مذہب عیسوی ہی ایک مذہب ہے جو خدا کے پاس سے براہِ راست الہام کے ذریعے سے آیا ہوا ہے .... جو قومیں اس مذہب پر اعتقاد رکھتی ہیں سب سے زیادہ عقل و خوض کرنے والی اور دنیا میں سب سے زیادہ شائستہ ہیں۔ پس بہر کیف اس مذہب کو حاصل ہے کہ اس پر غور کی جائے"۔

سر سیّد نے اپنے رسالے میں جو بحث کی ہے اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں مختصر یہ کہ پادری بے دریغ روپیہ اس کام کے لیئے صرف کر رہے تھے اور سرکاری حکام کی ان کو نہ صرف سرپرستی بلکہ عملی تعاون حاصل تھا۔ مشنری اسکولوں نے بھی یہی مقصد اختیار کیا۔ دیہات میں جو مکاتب کھولے گئے لوگوں کو یقین تھا کہ صرف لوگوں کو عیسائی بنانے کے لیئے یہ سب کچھ ہوا ہے۔ اس یقین کو تقویت اس سے پہنچی کہ ۱۸۵۷ء سے پہلے اور اس کے بعد زیادہ شدّت اور تیزی سے لوگ عیسائی ہونے لگے۔ جن میں ہندو مسلمان دونوں شامل تھے۔ ہندو زیادہ اور مسلمان کم۔ کیونکہ بقول سر سیّد اب لے دے کر مسلمانوں کے پاس صرف دین رہ گیا تھا۔ جس کو وہ سینے سے لگائے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آزمائش اور ابتلا کے دور میں اپنے بندوں میں سے ہی بعض کو یہ نعمت نصیب کی کہ وہ اپنی تحریر، تقریر اور عمل سے اس سیلاب کا مقابلہ کریں۔ اور مسلمانوں کو ایک طرف انگریزوں اور کالے پادریوں کی یلغار سے بچائیں اور دوسری طرف اُن تحریکات کا مقابلہ کریں جو ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کو ہندو دھرم میں داخل ہونے کے لیئے شروع کی گئی تھیں اور جن کو برطانوی حکومت اور اُن کے کارندوں کی تائید حاصل تھی۔ ان ہی بزرگوں میں سر سیّد سے لے کر اقبال اور قائدِ اعظم تک زندگی کے ہر میدان میں خواہ سیاست ہو، آزادی کے لیئے جدوجہد ہو یا دینِ مبین کے استحکام کی

ئے جدوجہد ہو علمائے کرام کا بھی نمایاں کردار رہا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی اسلام
ایسا وقت آیا ہے تو ان علماء نے ہی اپنے علم و یقین، اپنے اجتہاد اور کردار سے وہ فرض
اکیا ہے جس کا ایک حدیث شریف میں یوں ذکر ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل
ے انبیاء جیسے ہیں۔

حضرات!

مجھے اس کے اعتراف میں قطعاً تامل نہیں کہ علمِ دین کے بارے میں میں طفلِ مکتب
ی نہیں۔ لہٰذا ان علوم کے سلسلے میں یا اُن کے تناظر میں میں امام احمد رضاؒ کی زندگی اور
صانیف کے اس پہلو پر گفتگو کا خود کو اہل نہیں پاتا۔ لیکن جب میں آپؒ کی تصانیف کی
ویل فہرست پر نظر ڈالتا ہوں تو اندازہ ہوتا ہے کہ عالم کسے کہتے ہیں۔ اور صاحبِ تصنیف
ونے سے کیا عبارت ہے۔ آج کا دور تخصیص کا ہے۔ اور تخصیص کا مطلب یہ ہے کہ ایک علم
کے ایک پہلو بلکہ اس پہلو کے ایک جز پر عالم کی توجہ رہتی ہے۔ اور علم کے بحرِ زخار میں
س کی حقیقت اور حیثیت ایک قطرہ سے بھی کم ہوتی ہے۔ ایک ایسا شخص جو بیک وقت
عالمِ دین ہو، فقیہہ ہو، مذاہبِ اربعہ پر عبور رکھتا ہو، حدیث پر ایسی نظر ہو جو اس کے دور
یں صرف انگلیوں پر گنے والے چند بزرگوں کا حصہ ہو۔ وہ جو بارہ جلدوں پر مشتمل
فتاویٰ رضویہ تصنیف کرے اور ساتھ ہی علومِ جدیدہ میں علمِ ہندسہ، علمِ ہیئت، ریاضی،
بیعیات، طبقات الارض، فلکیات، علم مناظرہ، جغرافیہ، جبر و مقابلہ اور علمِ طب پر
یک وقت عالمانہ بحث پر قادر ہو، ایک نابغۂ روزگار ہی ہو سکتا ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں
کے سیاسی زوال کے ساتھ اُن کے علوم کی تاریخ اور اُن کے علمی کارناموں پر بھی پردے
پڑ گئے یا ڈال دیئے گئے۔ آج ہماری جدید تعلیم جسے ہم نے تعلیم کا نام دے رکھا ہے اور
جس کی اصلاح کے لئے ہم کتنے کمیشن، کمیٹیاں اور مجالس قائم کر چکے، کتنی تجاویز پیش
کر چکے، کتنے کاغذ سیاہ کر چکے، ایک بھی عالم پیدا نہ کر سکے۔ اگر کہیں کسی مدرسہ میں یا
خانقاہ میں کوئی اہلِ علم اور اہلِ دل باقی ہے تو وہ اس تعلیمِ جدید کا ثمر نہیں۔ ہمارے
سلاف کی یادگار اور اُس نظامِ تعلیم سے فیض یافتہ ہے جس کا ایک نمونہ امام احمد رضاؒ

صاحب کے یہاں ملتا ہے۔

ان میں سے ہر جہت اور ہر پہلو پر ہر مضمون اس کا متقاضی ہے کہ اسلامی علوم وفنو
کے ان شعبوں کے تناظر میں امام احمد رضاؒ کے کارناموں کا تجزیہ کیا جائے اور موجودہ نسل
ان کی علمی تاریخ اور دینی ورثہ سے روشناس کرایا جائے۔ خاص کر وہ علوم جن کے بارے
میں یہ غلط فہمی صرف عوام النّاس ہی میں نہیں بلکہ طبقۂ خواص میں بھی پائی جاتی ہے کہ یہ
علوم ہمیں اہلِ مغرب کی بدولت حاصل ہوئے۔ حالانکہ جس وقت یورپ کی اقوام
قرونِ وسطیٰ کی جہالت میں مبتلا تھیں مسلمانوں کے دارالعلوم بغداد سے غرناطہ اور
قرطبہ تک پھیلے ہوئے تھے۔ ان بنیادوں کو ہم نے فراموش کر دیا اور اغیار نے ان پر
وہ عالیشان عمارتیں تعمیر کر لیں جن کو دیکھ کر آج ہم حیران رہ جاتے ہیں۔ اور اپنی جہالت
پس ماندگی اور کم مائیگی کا احساس ہوتا ہے۔

غنیؔ روز سیاہِ پیرِ کنعاں را تماشا کن
کہ نورِ دیدہ اش روشن کند چشمِ زلیخا را

سیّد انور علی ایڈووکیٹ

اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام

لغت میں فقہ کے معنی سمجھنا یا علم حاصل کرنا ہیں۔ شرعی اصطلاح میں فقہ اس علم کو کہتے ہیں جسکے ذریعہ قرآن وحدیث کی بنیاد پر مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے یا ایسے اصول وضع کئے جاتے ہیں جنکے ذریعہ قرآن وسنت پر عمل کیا جاسکے۔ ان معنوں میں فقہ ایک ایسا وسیع علم ہے جو عقائد، عبادت، اخلاقیات، مالیات، سیاسیات اور دیگر تمام معاملاتِ حیات پر محیط ہے، چنانچہ ایک فقیہہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ دیگر علوم پر دسترس رکھتا ہو۔ اس کے بغیر معاملات کا سمجھنا اور ان کے متعلق اصولوں کا وضع کرنا ممکن نہیں۔

فقہ اسلامی کی بنیاد اجتہاد پر ہے اور اجتہاد چار چیزوں پر مشتمل ہے یعنی قرآن، سنّت، اجماع اور قیاس سب سے پہلے قرآن اور اس کے بعد سنّت اصولی اعتبار سے حجّت ہیں ان دونوں کے بعد اجماع یعنی فقہا کی متفقہ رائے قانون کا درجہ رکھتی ہے، قرآن، سنّت اور اجماع میں کسی مسئلہ کا حل نہ ملنے کی صورت میں قیاس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اس میں جو اصول کام کرتے ہیں ان میں استحسان استصحابِ حال، استصلاح، مصلح المرسلہ، استدلال، علّت اور عرف اہم ہیں۔

اعلیٰحضرت احمد رضا خانؒ مسلمہ طور پر ایک عظیم فقیہہ تھے مگر فقہ میں ان کے مقام کو متعین کرنے کے لئے اس بات کا سمجھنا ضروری ہے کہ اجتہاد کی دو[1] قسمیں ہیں ایک اجتہاد مطلق اور دوسری اجتہاد اضافی[1] کسی ایسے مسئلہ میں حکم شرعی معلوم کرنا جس کی کوئی نظیر نہ قرآن وسنّت میں موجود ہو اور نہ اجتہاد کے ذریعہ پہلے کبھی معلوم کی گئی ہو۔ اجتہاد مطلق کہلاتا ہے۔ اس کے برعکس کسی ایسے مسئلہ میں اجتہاد کرنا جس کی نظیر پہلے سے کسی مسئلہ میں قیاس کے ذریعہ معلوم ہو اور پہلے مسئلہ کے حکم پر قیاس

---

[1] اجتہاد منتسب (۲) علی منہاج الائمہ)

کرکے دوسرے مشابہ مسئلہ پر حکم لگا دینا اجتہادِ اضافی کہلاتا ہے۔

اجتہادِ مطلق کا زمانہ ائمہ اربعہ یعنی امام ابو حنیفہ امام مالک، امام شافعی اور امام حنبل تک قائم رہا۔ اور اس کے بعد بند کر دیا گیا اور تقلید کا دور شروع ہوا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ مطلق العنان بادشاہوں اور حکمرانوں کو من مانی کرنے اور اسلام میں بدعات، جدّت پسندی اور ذاتی رجحانات اور خواہشات کو فروغ دینے سے روکا جائے تاکہ اسلامی نظام قانون کو استحکام حاصل ہو۔

ان تفصیلات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ائمہ اربعہ کے بعد اسلام میں جو بھی فقیہ پیدا ہوا اس کا اجتہاد، اجتہاد اضافی تھا۔ اور یہی صورت امام احمد رضا خان کے فقہی مقام کی ہے۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اجتہادِ اضافی کے ذریعہ اعلیٰ حضرت نے متعدد ضوابط ایسے وضع کئے جو کتب فقہ میں نہیں ملتے اگرچہ ان کا وجود ناگزیر ہے، اس کی بہت سی مثالیں فتوی رضویہ کے صفحات پر بکھری پڑی ہیں مثلاً عام طور پر کتب فقہ میں احکام شرعیہ کی سات قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ یعنی (۱) فرض (۲) واجب (۳) مستحب (۴) مباح (۵) حرام (۶) مکروہ تحریمی اور (۷) مکروہ تنزیہی۔ مگر اعلیحضرت نے احکام کی گیارہ قسمیں بیان کی ہیں۔ یعنی (۱) فرض (۲) واجب (۳) سُنّت مؤکدہ (۴) سُنّت غیر مؤکدہ، (۵) مستحب (۶) مباح (۷) حرام (۸) مکروہ تحریمی (۹) اسائت (۱۰) مکروہ تنزیہی اور (۱۱) خلافِ اولیٰ۔ (فتوی رضویہ جلد ۱/ ص ۱۷۳ - ۱۷۵)

اسی طرح تیمّم کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے تین سو گیارہ امور بیان کئے ہیں جس میں سے ایک سو اکیاسی سے تیمم جائز ہے اور ان ایک سو اکیاسی میں سے چوہتر وہ ہیں۔ جنہیں فقہائے متقدمین نے بیان کیا ہے اور ایک سو سات وہ ہیں جن کو خود اعلیحضرت نے اپنے اجتہاد سے امام اعظم کے مذہب پر بیان کیا ہے۔ اسی طرح ایک سو تیس اشیاء سے تیمّم کے عدم جواز کو بیان کیا ہے۔ جس میں سے اٹھاون اشیاء فقہائے متقدمین نے بیان کی ہیں اور بہتّر اشیاء اعلیحضرت نے اپنے اجتہاد سے امام اعظم کے مذاہب پر بیان کی ہیں۔ (فتوی رضویہ جلد اوّل ص ۶۹۲ - ۷۰۱)

محض ان دو مثالوں سے ہی اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ اعلیحضرت کو فقہ اور دیگر علوم اسلامیہ میں کامل دسترس حاصل تھی۔ فتوی رضویہ کی بارہ ضخیم جلدیں فقہ میں ان کے کمال کی آئینہ دار ہیں۔ اعلیحضرت کی فقہی تحقیقات مختلف النوّع مسائل پر مشتمل ہیں بعض مسائل میں انھوں نے فقہائے

متقدمین کی عبارتوں میں اضطراب کو رفع کیا ہے اور تطبیق بین الاقوال فرمائی ہے بعض امور میں جو گوشے متقدمین کی نظر سے مخفی رہ گئے تھے انھیں اُجاگر کیا ہے۔ معاصر فقہا میں جن حضرات نے فقہی مسائل میں لغزشیں کی ہیں اُن پر متعدد وجوہ سے متنبّہ کیا ہے۔ اس سلسلہ میں تطبیق بین الاقوال کی مثال ملاحظہ فرمائیں۔

وضو میں بلا سبب پانی خرچ کرنے کے بارے میں فقہائے متقدمین کی عبارتوں میں اختلاف اور اضطراب پایا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ حلبی نے غنیہ میں اور علامہ طحطاوی نے شرح درمختار میں بلا سبب پانی خرچ کرنے کو حرام قرار دیا۔ مدقق علائی نے درمختار میں مکروہ تحریمی بتایا۔ بحرالرائق نے اس کو مکروہ تنزیہی قرار دیا۔ محقق علی الاطلاق امام ہمام نے فتح القدیر میں خلاف اولیٰ ہونے پر جزم کیا۔ چنانچہ اسراف فی الوضو میں فقہا کے چار اقوال ہیں۔ یعنی حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ اور بظاہر یہ چاروں متضاد ہیں۔ اعلیٰحضرت نے ان چاروں اقوال کے علیحدہ علیحدہ محمل بیان کیے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

حرام:۔ وضو میں سُنّت سمجھ کر بلا ضرورت پانی خرچ کرنا۔

مکروہ تحریمی:۔ بلا اعتقادِ سُنّت و بلا ضرورت وضو میں پانی اس طرح خرچ کرنا کہ وہ پانی ضائع ہو۔

مکروہ تنزیہی:۔ نہ تو سُنّت کا عقیدہ ہو نہ پانی ضائع کرنے کا ارادہ۔ لیکن عادۃً بلا ضرورت پانی خرچ کرنا۔

خلافِ اولیٰ:۔ نہ اعتقادِ سُنّت ہو نہ اضاعت ہو نہ بلا ضرورت خرچ کرنے کی عادت ہو بلکہ نادراً بلا ضرورت پانی خرچ کرے۔

اس تحقیق کے بعد مزید اضافہ کے طور پر فرمایا کہ اگر چاروں وجہ کے علاوہ کسی غرض صحیح سے وضو میں تین دفعہ سے زیادہ پانی خرچ کیا تو وہ بلاشبہ جائز اور صحیح ہے اور اس کی چار صورتیں بیان فرمائیں۔

(۱) بدن سے گندگی اور میل کا ازالہ اور تنظیف کی خاطر تین مرتبہ سے زیادہ دھویا جائے۔

(۲) شدت گرمی سے بچنے اور بدن کو ٹھنڈک پہنچانے کی غرض سے تین بار میں زیادتی کی جائے۔

(۳) دو یا تین بار میں شک پڑ جائے تو ازالۂ ریب کی خاطر مقدارِ اقل پر بنا کر کے ایک بار اور دھو لے۔

(۴) وضو نور علیٰ نور کے قصد سے تین مرتبہ سے زیادہ دھوئے۔

الغرض تطہیر کے ارادہ سے اگر تین مرتبہ دھونے پر زیادتی کرے تو اس کی چار صورتیں ہیں۔

اور وہ حرام ۔ مکروہ تحریمی ۔ مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ کا حکم رکھتی ہیں ۔ اور ان صورتوں کے بغیر اگر غرض صحیح سے بمطابق مؤخر الذکر چار صورتوں کے زیادتی کی جائے تو بلا کراہت جائز اور بلا ریب صحیح ہے ۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۷ ص ۱۶۶ - ۲۰۸)

ایک اور مسئلہ پر اعلیٰحضرت کی فقہی مہارت ملاحظہ فرمائیں ۔

فقہاءِ کرام کا ضابطہ ہے کہ جو چیز بیماری کے سبب جسم سے خارج ہو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ۔ چنانچہ دُرِ مختار میں ہے :

"نواقض وضو میں سے ہر وہ شے ہے جو کسی بیماری کے سبب سے خارج ہو اگرچہ کان ، پستان یا ناک سے ہی خارج ہو "

اس قاعدہ پر علامہ طحطاوی نے یہ مسئلہ متفرع کیا کہ زکام سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ زکام میں بیماری کے سبب پانی ناک سے خارج ہوتا ہے چنانچہ وہ درمختار کے حاشیہ میں فرماتے ہیں ۔

"اس عبارت کا ظاہر ناک کو بھی شامل ہے جبکہ زکام ہو جائے "

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ زکام سے وضو نہیں ٹوٹتا اور سید احمد طحطاوی پر یہ بات مخفی رہ گئی کہ فقہا کا مذکورہ قاعدہ مطلقاً نہیں ہے ۔ بلکہ اس صورت میں ہے کہ جب بیماری کے سبب سے جو چیز بدن سے خارج ہوئی اس میں خون یا پیپ کی آمیزش کا شائبہ ہو ۔ قاعدہ مذکورہ کی وضاحت کے علاوہ اعلیٰ حضرت نے زکام سے وضو نہ ٹوٹنے پر دو مستقل دلیلیں ارقام فرمائیں جو مختصراً یہ ہیں ۔

(۱) فقہاءِ کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ بلغمی رطوبات خواہ دماغ سے نازل ہوں یا پیٹ سے صادر ہوں ظاہر ہے ان کا خروج ناقض وضو نہیں ہے اور زکام میں ناک کے راستے سے بلغمی رطوبات کا اخراج ہوتا ہے پس ان کا خروج نقضِ وضو کا سبب نہیں ہے ۔

(۲) فقہائے کرام کا قاعدہ ہے کہ نجاست کا خروج موجب حدث ہے اور جو نجس بالخروج نہ ہو وہ حدث نہیں ہے اور زکام کی رطوبات چونکہ نجس بالخروج نہیں ہیں اس لئے وہ موجبِ حدث نہیں ہے ۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱ ص ۴۳ - ۴۰)

فتاویٰ رضویہ کا عمیق مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قواعدِ شرعیہ وضع کرنے کی وجہ سے اعلیٰحضرت میں طبقۂ اولیٰ یعنی ائمہ اربعہ کی جھلک پائی جاتی ہے ۔ غیر منصوص مسائل کو قواعد امام سے

تخرلج کرنے کی وجہ سے خصّاف اور طحطاوی کی طرح طبقۂ ثالثہ میں قدم راسخ رکھتے ہیں۔ روایات
میں ترجیح اور تفصیل کے سبب سے طبقۂ رابعہ اور خامسہ کے فقہا سے کسی طرح کم نہیں۔ فقہ کا کوئی باب
بھی ایسا نہیں ہے جس میں فقہائے سابقین کی تصریحات سے زیادہ مسائل نہ متفرع کئے ہوں۔ جو
امور متقدمین کی نظر سے مخفی رہ گئے انھیں انتہائی لطافت کے ساتھ واضح کرکے دلائل و براہین
سے مزیّن کیا۔ معاصر فقہا کی غلطیوں پر انھیں متعدد وجوہ سے متنبہ فرمایا۔ فقہی مباحث میں جو طبعی
وریاضی کے مسائل آگئے تو اُن پر ایسے اچھوتے انداز میں بحث کی ہے کہ فارابی اور شیخ بھی دبے ہوئے
نظر آتے ہیں۔ ماخوذ از ماہنامہ المیزان بمبئی۔ امام احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۷۶ء صفحات ۱۹ تا ۲۰۷)

معارف رضا ۱۹۸۴ء

جلد چہارم

فہرست

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

امام احمد رضا کے ماہ و سال

۱۔ ولادت باسعادت	۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ / ۱۴ جون ۱۸۵۶ء
۲۔ ختم قرآن کریم	۱۲۷۶ھ / ۱۸۶۰ء
۳۔ پہلی تقریر	ربیع الاوّل ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء
۴۔ پہلی عربی تصنیف	۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء
۵۔ دستارِ فضیلت	شعبان ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء (بعمر تیرہ سال، دس ماہ، پانچ دن)
۶۔ آغاز فتویٰ نویسی	۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء
۷۔ آغاز درس و تدریس	۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء
۸۔ ازدواجی زندگی	۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۴ء
۹۔ فرزندِ اکبر مولانا محمد حامد رضا خاں کی ولادت	ربیع الاوّل ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء
۱۰۔ فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت	۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء
۱۱۔ بیعت و خلافت	۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء
۱۲۔ پہلی اردو تصنیف	۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء

نمبر	واقعہ	تاریخ
۱۳۔	پہلا حج اور زیارت حرمین شریفین	۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء
۱۴۔	شیخ احمد بن زین بن دحلان مکی سے اجازت حدیث	۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء
۱۵۔	مفتی مکہ شیخ عبد الرحمٰن سراج مکی سے اجازتِ حدیث	۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء
۱۶۔	شیخ عابد السندی کے تلمیذ رشید امام کعبہ شیخ حسین بن صالح جمل اللیل مکی سے اجازتِ حدیث	۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء
۱۷۔	احمد رضا کی پیشانی میں شیخ موصوف کا مشاہدۂ انوارِ الٰہیہ	۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء
۱۸۔	مسجد خیف (مکہ معظمہ) میں بشارتِ مغفرت	۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء
۱۹۔	زمانۂ حال کے یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کے عدم جواز کا فتویٰ	۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۱ء
۲۰۔	تحریکِ ترکِ گاؤکشی کا سدِّ باب	۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۱ء
۲۱۔	پہلی فارسی تصنیف	۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۲ء
۲۲۔	اردو شاعری کا شاہکار قصیدۂ معراجیہ کی تصنیف	قبل ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء
۲۳۔	فرزندِ اصغر مفتی اعظم محمد مصطفےٰ رضا خاں کی ولادت	۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۳ء
۲۴۔	ندوۃ العلماء کے جلسۂ تاسیس (کانپور) میں شرکت	۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۴ء
۲۵۔	تحریک ندوہ سے علیحدگی	۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء
۲۶۔	مقابر پر عورتوں کے جانے کی ممانعت میں فاضلانہ تحقیق	۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء
۲۷۔	قصیدۂ عربیہ آمال الابرار و آلام الاشرار	۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء
۲۸۔	ندوۃ العلماء کے خلاف ہفت روزہ اجلاس پٹنہ میں شرکت	رجب ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء
۲۹۔	علماء ہند کی طرف سے خطاب مجدد مائۃ حاضرہ	۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء

۱۳۔ پہلا حج اور زیارت حرمین شریفین — ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء

۱۴۔ شیخ احمد بن زین بن دحلان مکی سے اجازتِ حدیث — ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء

۱۵۔ مفتیٔ مکہ شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی سے اجازتِ حدیث — ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء

۱۶۔ شیخ عابد السندی کے تلمیذ رشید امام کعبہ شیخ حسین بن صالح جمل اللیل مکی سے اجازتِ حدیث — ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء

۱۷۔ احمد رضا کی پیشانی میں شیخ موصوف کا مشاہدۂ انوارِ الٰہیہ — ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء

۱۸۔ مسجد خیف (مکہ معظمہ) میں بشارتِ مغفرت — ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء

۱۹۔ زمانۂ حال کے یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کے عدم جواز کا فتویٰ — ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء

۲۰۔ تحریک ترکِ گاؤکشی کا سدِ باب — ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء

۲۱۔ پہلی فارسی تصنیف — ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء

۲۲۔ اردو شاعری کا شاہکار قصیدۂ معراجیہ کی تصنیف — قبل ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء

۲۳۔ فرزندِ اصغر مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خان کی ولادت — ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء

۲۴۔ ندوۃ العلماء کے جلسۂ تاسیس (کانپور) میں شرکت — ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء

۲۵۔ تحریک ندوہ سے علیحدگی — ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء

۲۶۔ مقابر پر عورتوں کے جانے کی ممانعت میں فاضلانہ تحقیق — ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء

۲۷۔ قصیدۂ عربیہ امال الابرار و آلام الاشرار — ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء

۲۸۔ ندوۃ العلماء کے خلاف ہفت روزہ اجلاس پٹنہ میں شرکت — رجب ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء

۲۹۔ علماء ہند کی طرف سے خطاب مجدد مائۃ حاضرہ — ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء

۳۰۔ تاسیس دار العلوم منظر اسلام بریلی — ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء

۳۱۔ دوسرا حج اور زیارت حرمین شریفین — ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء

۳۲۔ امام کعبہ شیخ عبد اللہ میرداد اور ان کے استاد شیخ حامد احمد محمد جدّادی مکی کا مشترکہ استفتاء اور احمد رضا کا فاضلانہ جواب — ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء

۳۳۔ علماء مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے نام سندات اجازت و خلافت — ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء

۳۴۔ کراچی آمد اور مولانا محمد عبد الکریم درس سندھی سے ملاقات — ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء

۳۵۔ احمد رضا کے عربی فتوے کو حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل خلیل مکی کا زبردست خراج عقیدت — ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء

۳۶۔ شیخ ہدایت اللہ بن محمد بن محمد سعید السندی مہاجر مدنی کا اعتراف مجددیت — ۱۴ ربیع الاوّل ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء

۳۷۔ قرآن کریم کا اردو ترجمہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن — ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء

۳۸۔ شیخ موسیٰ علی الشامی الازہری کی طرف سے خطاب "امام الائمۃ المجدد لہذہ الامۃ" — یکم ربیع الاوّل ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء

۳۹۔ حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل خلیل مکی کی طرف سے خطاب "خاتم الفقہاء والمحدثین" — ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء

۴۰۔ علم المربعات میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے مطبوعہ سوال کا فاضلانہ جواب — قبل ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء

۴۱۔ ملت اسلامیہ کے لیے اصلاحی اور انقلابی پروگرام کا اعلان — ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء

۴۲۔ بہاول پور ہائی کورٹ کے جسٹس محمد دین کا استفتاء اور احمد رضا کا فاضلانہ جواب — ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء

۴۳۔ مسجد کانپور کے تصفیے پر برطانوی حکومت سے معاہدہ کرنے والوں کے خلاف ناقدانہ رسالہ — ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء

سنہ ۱۹۰۳ء — ۴۴۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ) — مابین سنہ ۱۳۳۲ھ / سنہ ۱۹۱۴ء

سنہ ۱۹۰۵ء — کی آمد اور استفادۂ علمی — اور سنہ ۱۳۳۵ھ / سنہ ۱۹۱۶ء

۴۵۔ انگریزی عدالت میں جانے سے انکار اور حاضری — سنہ ۱۹۰۶ء — سنہ ۱۳۳۴ھ / سنہ ۱۹۱۶ء

سے استثناء — سنہ ۱۹۰۶ء

۴۶۔ صدر الصدور صوبہ جات دکن کے نام — سنہ ۱۹۰۶ء — سنہ ۱۳۳۴ھ / سنہ ۱۹۱۶ء

ارشاد نامہ

تقریباً سنہ ۱۳۳۶ھ / سنہ ۱۹۱۷ء

۴۷۔ تاسیس جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی — سنہ ۱۹۰۷ء

سنہ ۱۳۳۷ھ / سنہ ۱۹۱۸ء

۴۸۔ سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر فاضلانہ تحقیق

۴۹۔ امریکی ہیاۃ داں پروفیسر البرٹ الیف پورٹا — سنہ ۱۹۱۲ء — سنہ ۱۳۳۸ھ / سنہ ۱۹۱۹ء

کو شکست فاش — سنہ ۱۹۱۲ء

۵۰۔ آئزک نیوٹن اور آئین اسٹائن کے نظریات

سنہ ۱۳۳۸ھ / سنہ ۱۹۲۰ء

کے خلاف فاضلانہ تحقیق — سنہ ۱۹۱۲ء

۵۱۔ ردِ حرکت زمین پر

سنہ ۱۳۳۸ھ / سنہ ۱۹۲۰ء

فاضلانہ تحقیق — سنہ ۱۹۱۲ء

سنہ ۱۳۳۸ھ / سنہ ۱۹۲۰ء

۵۲۔ فلاسفۂ قدیمہ کا ردِ بلیغ

سنہ ۱۳۳۹ھ / سنہ ۱۹۲۱ء

۵۳۔ دو قومی نظریہ پر حرفِ آخر — سنہ ۱۹۱۳ء

سنہ ۱۳۳۹ھ / سنہ ۱۹۲۱ء

۵۴۔ تحریکِ خلافت کا افشائے راز

سنہ ۱۳۳۹ھ / سنہ ۱۹۲۱ء

۵۵۔ تحریکِ ترکِ موالات کا افشائے راز — سنہ ۱۹۱۳ء

۵۶۔ انگریزوں کی معاونت اور حمایت کے الزام

سنہ ۱۳۳۹ھ / سنہ ۱۹۲۱ء

کے خلاف تاریخی بیان — سنہ ۱۹۱۳ء

۲۵ صفر سنہ ۱۳۴۰ھ / ۲۸ اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء

۵۷۔ وصال

یکم ربیع الاول سنہ ۱۳۴۰ھ / ۳ نومبر ۱۹۲۱ء

۵۸۔ مدیر پیسہ اخبار لاہور کا تعزیتی نوٹ — سنہ ۱۹۱۳ء

۵۹۔ سندھ کے ادیب شہیر سرشار عقیلی تتوی کا تعزیتی مقالہ — سنہ ۱۳۴۱ھ / ستمبر سنہ ۱۹۲۲ء

۶۰۔ بمبئی ہائی کورٹ کے جسٹس ڈی۔ الیف ملّا کا خراجِ عقیدت — سنہ ۱۳۴۹ھ / سنہ ۱۹۳۰ء

۶۱۔ شاعرِ مشرق علامہ ڈاکٹر محمّد اقبال کا خراجِ عقیدت — سنہ ۱۳۵۱ھ / سنہ ۱۹۳۲ء

شیخ سید اسمٰعیل بن خلیل علیہ الرحمتہ (حافظ کتب الحرام۔ مکہ معظّمہ)

امام احمد رضا کو ان الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں

"اور میں اللہ عزوجل کی حمد بجا لاتا ہوں کہ اس نے اس عالم باعمل کو مقرر فرمایا جو فاضل کامل ہے، مناقب و مفاخر والا۔ اس مثل کا مظہر کہ اگلے پچھلوں کے لیئے بہت کچھ چھوڑ گئے۔ یکتائے زمانہ، اپنے وقت کا یگانہ مولانا احمد رضا خاں احسان والا۔ پروردگار اسے سلامت رکھے تاکہ وہ (مخالفین) کی بے ثبات حجتوں کا آیاتِ قرآنیہ اور قطعی احادیث سے رد فرماتے رہیں اور وہ ایسا کیوں نہ ہو کہ علماء مکہ اس کے لیئے ان فضائل کی گواہیاں دے رہے ہیں اور اگر وہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علمائے مکہ اس کی نسبت یہ گواہی نہ دیتے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو بے شک حق و صحیح ہے۔"

حمد باری تعالیٰ

حضرت رضا قدس سرہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْکَوْنِ وَالْبَشَرِ

حَمْدًا یَدُوْمُ دَوَامًا غَیْرَ مُنْحَصِرِ

وَاَفْضَلُ الصَّلٰوتِ الزَّاکِیَاتِ عَلٰی

خَیْرِ الْبَرِیَّۃِ مُنْجِی النَّاسِ مِنْ سَقَرِ

بِکَ الْعِیَاذُ اِلٰہِیْ اِنْ اَشَا اُحُکُمًا

سِوَاکَ یَا رَبَّنَا یَا مُنْزِلَ النُّذُرِ

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت رضاؔ قدس سرہٗ

دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے
بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے

اسمیں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف
ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے

یہ وہی ہیں کہ بخش دیتے ہیں
کون ان جرموں پر سزا نہ کرے

سب طبیبوں نے دیدیا ہے جواب
آہ عیسےٰ اگر دوا نہ کرے

دل کہاں لے چلا حرم سے مجھے
ارے تیرا برا خدا نہ کرے

عذر امید عفو اگر نہ سنیں
روسیاہ اور کیا بہانہ کرے

دلمیں روشن ہے شمعِ عشقِ حضور
کاش جوش ہوس ہوا نہ کرے

حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے
منکر آج اُن سے التجا نہ کرے

ضعف مانا مگر یہ ظالم دل
ان کے رستے میں تو تھکا نہ کرے

جب تری خو ہے سب کا جی رکھنا
وہی اچھا جو دل برا نہ کرے

دل سے اک ذوقِ مے کا طالب ہوں
کون کہتا ہے اتقا نہ کرے

لے رضاؔ سب چلے مدینے کو
میں نہ جاؤں ارے خدا نہ کرے

امام احمد رضا

سبحانہ باسمہ

تمہید ایمان بآیات قرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین بالتبجیل و حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

مسلمان بھائیوں سے عاجزانہ دست بستہ عرض

پیارے بھائیو !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ! اللہ تعالیٰ آپ سب حضرات کو اور آپ کے صدقے میں اس ناچیز کثیر السیّات کو دینِ حق پر قائم رکھے اور اپنے حبیب پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت دل میں سچی عظمت دے، اور اسی پر ہم سب کا خاتمہ کرے، آمین یا ارحم الراحمین ط

رے
رے
رے
رے
رے
رے
رے
رے
رے
رے
رے

تمہارا رب عزّوجل فرماتا ہے

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۚ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا ۝

"اے نبی بیشک ہم نے بھیجا تمہیں گواہ اور خوش خبری دیتا، اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔"

مسلمانو! دیکھو دین اسلام بھیجنے قرآن مجید اتارنے کا مقصود ہی تمہارا مولیٰ تبارک و تعالیٰ تین باتیں بتاتا ہے۔ اول یہ کہ لوگ اللہ و رسول پر ایمان لائیں۔ دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کریں۔ سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں رہیں۔ مسلمانو ان تینوں جلیل القدر باتوں کی جمیل ترتیب تو دیکھو سب میں پہلے ایمان کو فرمایا اور سب میں پیچھے اپنی عبادت کو اور بیچ میں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کو۔ اس لئے کہ بغیر ایمان تعظیم بکار آمد نہیں۔ بہتیرے نصاریٰ ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم اور حضور پر سے دفع اعتراضاتِ کافرانِ لئیم میں تصنیفیں کر چکے لکچر دیچکے مگر جبکہ ایمان نہ لائے کچھ مفید نہیں کہ یہ ظاہری تعظیم ہوئی دل میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت ہوتی تو ضرور ایمان لاتے، پھر جب تک نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی تعظیم نہ ہو عمر بھر عبادت الٰہی میں گذارے سب بیکار و مردود ہے۔ بہتیرے جوگی اور راہب ترک دنیا کر کے اپنے طور پر ذکر و عبادت الٰہی میں عمر کاٹ دیتے ہیں بلکہ ان میں بہت وہ ہیں کہ لا الٰہ کا ذکر

سیکھتے اور ضربیں لگاتے ہیں مگر ازاں جا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم نہیں کیا فائدہ اصلاً قابل قبول بارگاہِ الٰہی نہیں اللہ عزوجل ایسوں ہی کو فرماتا ہے۔ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝ جو کچھ اعمال اُنہوں نے کیئے ہم نے سب برباد کر دیئے۔" ایسوں ہی کو فرماتا ہے عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ عمل کریں اور مشقتیں بھریں اور بدلہ کیا ہوگا یہ کہ بھڑکتی آگ میں بیٹھیں گے" والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ مسلمانو کہو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم مدارِ ایمان و مدارِ نجات و مدارِ قبول اعمال ہوئی یا نہیں۔ کہو ہوئی اور ضرور ہوئی۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

اے نبی تم فرمادو کہ اے لوگو تمہارے باپ تمہارے بیٹے تمہارے بھائی تمہاری بیبیاں تمہارا کنبہ تمہاری کمائی کے مال اور وہ سوداگری جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے اور تمہاری پسند کے مکان ان میں کوئی چیز بھی اگر تم کو اللہ اور اللہ کے رسول اور اس کی راہ میں کوشش کرنے سے زیادہ محبوب ہے، تو انتظار رکھو کہ اللہ اپنا عذاب اتارے اور اللہ تعالیٰ بے حکموں کو

راہ نہیں دیتا۔

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ جسے دنیا جہان میں کوئی معزز کوئی عزیز کوئی مال کوئی چیز اللہ اور رسول سے زیادہ محبوب ہو وہ بارگاہِ الٰہی سے مردود ہے اللہ اسے اپنی طرف راہ نہ دے گا اسے عذابِ الٰہی کے انتظار میں رہنا چاہیے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

تمہارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ تم میں کوئی مسلمان نہ ہوگا جب تک میں اس کے ماں باپ، اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں انس بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے اس نے تو بات صاف فرمادی کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو عزیز رکھے ہرگز مسلمان نہیں۔

مسلمانو کہو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام جہان سے زیادہ محبوب رکھنا مدارِ ایمان و مدارِ نجات ہوا یا نہیں۔ کہو ہوا اور ضرور ہوا۔ یہاں تک تو سارے کلمہ گو خوشی خوشی قبول کر لیں گے کہ ہمارے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظیم عظمت ہے ہاں ہاں ماں باپ اولاد سارے جہان سے زیادہ ہمیں حضور کی محبت ہے۔ بھائیو خدا ایسا ہی کرے مگر ذرا کان لگا کر اپنے رب کا ارشاد سنو۔

ف: آیت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ماں باپ اولاد سارے جہان سے زائد ہونی شرطِ نجات ہے۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے

الٓمّٓ ۚ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝

کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنا کہہ لینے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔

یہ آیت مسلمانوں کو ہوشیار کر رہی ہے کہ دیکھو کلمہ گوئی اور زبانی ادعائے مسلمانی پر تمہارا چھٹکارا نہ ہوگا ہاں ہاں سنتے ہو آزمائے جاؤ گے۔ اگر آزمائش میں پورے نکلے تو مسلمان ٹھہرو گے۔ ہر شئے کی آزمائش میں یہی دیکھا جاتا ہے کہ جو باتیں اس کے حقیقی واقعی ہونے کو درکار ہیں وہ اس میں ہیں یا نہیں۔ ابھی قرآن و حدیث ارشاد فرما چکے کہ ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم۔ تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم کتنی ہی عقیدت کتنی ہی دوستی کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو جیسے تمہارے ماں باپ، تمہارے استاد تمہارے پیر تمہاری اولاد تمہارے بھائی تمہارے احباب تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب تمہارے مولوی تمہارے حافظ تمہارے مفتی تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد۔ جب وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت ان کی محبت کا نام نشان نہ رہے فوراً ان سے الگ ہو جاؤ۔ دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر

پھینک دو۔ ان کی صورت ان کے نام سے نفرت کھاؤ۔ پھر نہ تم اپنے رشتے علاقے دوستی الفت کا پاس کرو نہ اس کی مولویت، مشیخت، بزرگی فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر جو کچھ تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی غلامی کی بنا پر تھا۔ جب یہ شخص انہیں کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا۔ اس کے جبّے عمامے پر کیا جائیں کیا بہتیرے یہودی جبّے نہیں پہنتے عمامے نہیں باندھتے۔ اس کے نام علم و ظاہری فضل کو لیکر کیا کریں، کیا بہتیرے پادری بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم و فنون نہیں جانتے، اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی اس نے حضور سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی یا اسے ہر برُے سے بدتر نہ جانا یا اسے برُا کہنے پر برُا مانا یا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پرواہی منائی یا تمہارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو للہ تمہیں انصاف کرلو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے۔ قرآن و حدیث نے جس پر حصولِ ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنی دور نکل گئے۔

مسلمانو کیا جس کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہوگی وہ ان کے بدگو کی وقعت کرسکے گا اگرچہ اس کا پیر یا استاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو۔ کیا جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جہان سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان کے گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت نہ کرے گا۔ اگرچہ اس کا دوست یا برادر یا پسر ہی کیوں نہ ہو۔ للہ اپنے حال پر رحم کرو۔ اور اپنے رب کی بات سنو دیکھو وہ کیونکر تمہیں اپنی رحمت

کی طرف بلاتا ہے۔

تمہارا ربّ عزّ وجلّ فرماتا ہے

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓىٕكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَیُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓىٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۠

تو نہ پائے گا انہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ انکے دل میں ایسوں کی محبّت آنے پائے جنہوں نے خدا اور رسول سے مخالفت کی چاہے وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کردیا اور اپنی طرف کی روح سے انکی مدد فرمائی اور انہیں باغوں میں لے جائیگا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں ہمیشہ رہیں گے ان میں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہی لوگ اللہ والے ہیں۔ سنتا ہے اللہ والے ہی مراد کو پہنچے۔

اس آیت کریمہ میں صاف فرمادیا کہ جو اللہ یا رسول کی جناب میں

گستاخی کرے وہ مسلمان اس سے دوستی نہ کرے گا جس کا صریح مفا
ہوا کہ جو اس سے دوستی کرے وہ مسلمان نہ ہوگا۔ پھر اس حکم کا قطعاً
عام ہونا بالتصریح ارشاد فرمایا کہ باپ بیٹے بھائی عزیز سب کو گنایا یعنی
کوئی کیسا ہی تمہارے زعم میں معظم یا کیسا ہی تمہیں بالطبع محبوب ہو ایمان
ہے تو گستاخی کے بعد اس سے محبت نہیں رکھ سکتے اس کی وقعت نہیں
مان سکتے ورنہ مسلمان نہ رہوگے مولیٰ سبحانہ تعالیٰ کا اتنا فرمانا ہی مسلمانوں
کے لئے بس تھا مگر دیکھو وہ تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا اپنی عظیم
نعمتوں کا لالچ دلاتا ہے کہ اگر اللہ و رسول کی عظمت کے آگے تم نے کسی
کا پاس نہ کیا کسی سے علاقہ نہ رکھا تو تمہیں کیا کیا فائدے حاصل ہوں گے
(۱) اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ایمان نقش کر دے گا جس میں انشاء اللہ
تعالیٰ حسن خاتمہ کی بشارت جلیلہ ہے کہ اللہ کا لکھا نہیں مٹتا۔ (۲) اللہ
تعالیٰ روح القدس سے تمہاری مدد فرمائے گا۔ (۳) تمہیں ہمیشگی کی جنتوں
میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں (۴) تم خدا کے گروہ کہلاؤگے
خدا والے ہو جاؤگے (۵) منہ مانگی مرادیں پاؤگے بلکہ اُمید و خیال و گمان
سے کروروں درجے افزوں (۶) سب سے زیادہ یہ کہ اللہ تم سے راضی ہوگا
(۷) یہ کہ فرماتا ہے میں تم سے راضی تم مجھ سے راضی۔ بندے کے لئے اس سے
زائد اور کیا نعمت ہوگی کہ اس کا رب اس سے راضی ہو مگر انتہائے بندہ
نوازی یہ کہ فرمایا اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔
مسلمانو خدا لگتی کہنا اگر آدمی کروڑ جانیں رکھتا ہو اور وہ سب کی
سب ان عظیم دولتوں پر نثار کر دے تو واللہ کہ مفت پائیں پھر زید و
عمرو سے، علاقہ تعظیم و محبت یک لخت قطع کر دینا کتنی بڑی بات ہے

پر اللہ تعالیٰ ان بے بہا نعمتوں کا وعدہ فرما رہا ہے اور اس کا وعدہ یقیناً سچا ہے۔ قرآن عظیم کی عادت کریمہ ہے کہ جو حکم فرماتا ہے جیسا کہ اس کے ماننے والوں کو اپنی نعمتوں کی بشارت دیتا ہے نہ ماننے والوں پر عذابوں کا تازیانہ بھی رکھتا ہے کہ جو پست ہمت نعمتوں کے لالچ میں نہ آئیں سزاؤں کے ڈر سے راہ پائیں وہ عذاب بھی سن لیجئے۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۵

"اے ایمان والو اپنے باپ اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو ان سے رفاقت کریں تو وہی لوگ ستم گار ہیں۔"

اور فرماتا ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ (الی قولہ تعالیٰ) تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ وَمَاۤ اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ

فتنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخ سے اگرچہ اپنا باپ ہو جو ایک لخت علاقہ توڑ دے اس کے لئے قرآن مجید نے سات فائدے بتائے۔

آیت ۵ تا ۹ جو ان کے گستاخ سے اگرچہ اپنا باپ ہو علاقہ رکھے اس پر قرآن مجید کے سات تازیانے۔

السَّبِیۡلِ ۝ (الیٰ قولہٖ تعالیٰ) لَنۡ یَّنۡفَعَکُمۡ اَرۡحَامُکُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُکُمۡ ۚ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ۚ یَفۡصِلُ بَیۡنَکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ۝

اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم چھپ کر ان سے دوستی کرتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو اور تم میں جو ایسا کرے گا وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا۔ تمہارے رشتے اور تمہارے بچے تمہیں کچھ نفع نہ دیں گے قیامت کے دن۔ اللہ تم میں اور تمہارے پیاروں میں جدائی ڈال دیگا کہ تم میں ایک دوسرے کے کچھ کام نہ آسکے گا۔ اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے"۔ اور فرماتا ہے

وَمَنۡ یَّتَوَلَّہُمۡ مِّنۡکُمۡ فَاِنَّہٗ مِنۡہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ۝

جو تم میں ان سے دوستی کرے گا تو بیشک وہ انہیں میں سے ہے بیشک اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالموں کو"

پہلی دو آیتوں میں تو ان سے دوستی کرنے والوں کو ظالم و گمراہی فرماتا تھا۔ اس آیۂ کریمہ نے بالکل تصفیہ فرما دیا کہ جو ان سے دوستی رکھے وہ بھی انہیں میں سے ہے انہیں کی طرح کافر ہے اُن کے ساتھ ایک رسّی میں باندھا جائے گا اور وہ کوڑا بھی یاد رکھے کہ تم چھپ چھپ کر ان سے میل رکھتے ہو اور میں تمہارے چھپے ظاہر سب کو خوب جانتا ہوں۔ اب وہ رسّی بھی سُن لیجئے جس میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والے باندھے جائیں گے والعیاذ باللہ تعالیٰ

تمہارا رب عزّوجلّ فرماتا ہے

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

وہ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًاؕ

بیشک جو لوگ اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اللہ عزوجل ایذا سے پاک ہے اسے کون ایذا دے سکتا ہے مگر حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کو اپنی ایذا فرمایا۔

ان آیتوں سے اس شخص پر جو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بد گویوں سے محبت کا برتاؤ کرے سات کوڑے ثابت ہوئے (۱) وہ ظالم ہے (۲) گمراہ ہے (۳) کافر ہے (۴) اس کے لئے دردناک عذاب ہے (۵) وہ آخرت میں ذلیل و خوار ہوگا۔ (۶) اس نے اللہ واحد قہار کو ایذا دی (۷) اس پر دونوں جہان میں خدا کی لعنت ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

مسلمان اے مسلمان اے امتی سید الانس والجان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدارا ذرا انصاف کر۔ وہ سات بہتر ہیں جو ان لوگوں سے یک لخت ترک علاقہ کر دینے پر ملتے ہیں کہ دل میں ایمان جم جائے، اللہ تعالیٰ مددگار ہو، جنت مقام ہو، اللہ والوں میں شمار ہو، مرادیں ملیں، خدا تجھ سے

راضی ہو تو خدا اسے راضی ہو۔ یا یہ سات بھلے ہیں جو ان لوگوں سے تعلق لگا رہنے پر پڑیں گے کہ ظالم، گمراہ، کافر، جہنمی ہو۔ آخرت میں خوار ہو۔ خدا کو ایذا دے، خدا دونوں جہان میں لعنت کرے۔ ہیہات ہیہات کون کہہ سکتا ہے کہ یہ سات اچھے ہیں، کون کہہ سکتا ہے کہ وہ سات چھوڑنے کے ہیں۔ مگر جانِ برادر خالی یہ کہدینا تو کام نہیں دیتا وہاں تو امتحان کی ٹھہری ہے ابھی آیت سن چکے الم احسب الناس کیا اس بھلاوے میں ہو کہ بس زبان سے کہہ کر چھوٹ جاؤ گے امتحان نہ ہوگا۔

ہاں یہی امتحان کا وقت ہے!

دیکھو، یہ اللہ واحد قہار کی طرف سے تمہاری جانچ ہے دیکھو، وہ فرمارہا ہے کہ تمہارے رشتے علاقے قیامت میں کام نہ آئیں گے۔ مجھ سے توڑ کر کس سے جوڑتے ہو، دیکھو وہ فرمارہا ہے کہ میں غافل نہیں ہوں میں بے خبر نہیں تمہارے اعمال دیکھ رہا ہوں، تمہارے اقوال سُن رہا ہوں، اور تمہارے دلوں کی حالت سے خبردار ہوں، دیکھو بے پرواہی نہ کرو پرائے پیچھے اپنی عاقبت نہ بگاڑو اللہ ورسول کے مقابل ضد سے کام نہ لو۔

دیکھو وہ تمہیں اپنے سخت عذاب سے ڈراتا ہے۔ اس کے عذاب سے کہیں پناہ نہیں، دیکھو وہ تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے بے اس کی رحمت کے کہیں پناہ نہیں دیکھو اور گناہ تو نرے گناہ ہوتے ہیں جن پر عذاب کا استحقاق ہو مگر ایمان نہیں جاتا عذاب ہو کر خواہ رب کی رحمت حبیب پاک کی شفاعت سے بے عذاب ہی چھٹکارا ہو جائے گا یا ہو سکتا ہے مگر یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا مقام ہے ان کی

عظمت ان کی محبت مدار ایمان ہے قرآن مجید کی آیتیں سُن چکے ہو کہ جو اس معاملہ میں کمی کرے اس پر دونوں جہان میں خدا کی لعنت ہے۔ دیکھو جب ایمان گیا پھر اصلاً ابداً الآباد تک کبھی کسی طرح ہرگز اصلاً عذاب شدید سے رہائی نہ ہوگی گستاخی کرنے والے جن کا تم یہاں کچھ پاس لحاظ کرو وہاں وہ اپنی بھگت رہے ہوں گے تمہیں بچانے نہ آئیں گے اور آئیں تو کیا کر سکتے ہیں پھر ایسوں کا لحاظ کر کے اپنی جان کو ہمیشہ ہمیشہ غضب جبّار و عذاب نار میں پھنسا دینا کیا عقل کی بات ہے للہ للہ ذرا دیر کو اللہ و رسول کے سوا سب این و آں سے نظر اٹھا کر آنکھیں بند کرو اور گردن جھکا کر اپنے آپ کو اللہ واحد قہار کے سامنے حاضر سمجھو اور بڑے خالص سچے اسلامی دل کے ساتھ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظیم عظمت بلند عزت رفیع وجاہت جو انکے رب نے انہیں بخشی اور ان کی تعظیم ان کی توقیر پر ایمان و اسلام کی بنا رکھی اسے دل میں جما کر انصاف و ایمان سے کہو کیا جس نے کہا کہ شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے۔ اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی نہ کی کیا اس نے ابلیس لعین کے علم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم اقدس پر نہ بڑھایا کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم سے کافر ہو کر شیطان کی وسعت علم پر ایمان نہ لایا۔ مسلمانو خود اسی بدگو سے اتنا ہی کہہ دو کہ او علم میں شیطان کے ہمسر دیکھو تو وہ بُرا مانتا ہے یا نہیں حالانکہ اسے تو علم میں شیطان سے کم بھی نہ کہا بلکہ شیطان کے برابر ہی بتایا پھر کم کہنا کیا توہین نہ ہوگی، اور اگر وہ اپنی بات پالنے کو اس پر ناگواری ظاہر نہ کرے اگرچہ دل میں قطعاً ناگوار مانے گا تو اسے چھوڑیئے اور کسی معظم سے کہہ دیکھئے اور پورا ہی امتحان

مقصود نہ ہو تو کیا کچہری میں جاکر آپ کسی حاکم کو انہیں لفظوں سے تعبیر کر سکتے ہیں دیکھئے ابھی ابھی کھلا جاتا ہے کہ توہین ہوئی اور بیشک ہوئی پھر کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرنا کفر نہیں۔ ضرور ہے اور بالیقین ہے۔ کیا جس نے شیطان کی وسعت علم کو نص سے ثابت مان کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے وسعت علم ماننے والے کو کہا "تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے" اور کہا "شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے" اس نے ابلیس لعین کو خدا کا شریک مانا یا نہیں۔ ضرور مانا کہ جو بات مخلوق میں ایک کے لئے ثابت کرنا شرک ہوگی وہ جس کسی کے لئے ثابت کی جائے قطعاً شرک ہی رہے گی کہ خدا کا شریک کوئی نہیں ہوسکتا۔ جب رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے یہ وسعت علم ماننی شرک ٹھہرائی جس میں کوئی حصہ ایمان کا نہیں تو ضرور اتنی وسعت خدا کی وہ خاص صفت ہوئی جس کو خدائی لازم ہے جب تو نبی کے لئے اس کا ماننے والا کافر مشرک ہوا اور اس نے وہی وسعت وہی صفت خود اپنے منھ ابلیس کے لئے ثابت مانی تو صاف صاف شیطان کو خدا کا شریک ٹھہرا دیا۔

مسلمانو کیا یہ اللہ عزّ وجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں کی توہین نہ ہوئی ضرور ہوئی۔ اللہ کی توہین تو ظاہر ہے کہ اس کا شریک بنایا اور وہ بھی کسے ابلیس لعین کو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین یوں کہ ابلیس کا مرتبہ اتنا بڑھایا کہ وہ تو خدا کی خاص صفت میں حصہ دار ہے اور یہ اس سے ایسے محروم کہ ان کے لئے ثابت مانو تو مشرک ہو جاؤ۔ **مسلمانو** کیا خدا اور رسول کی توہین کرنے والا کافر نہیں۔ ضرور ہے۔ کیا جس نے کہا کہ "بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور (یعنی نبی صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیا اس نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صریح گالی نہ دی۔ کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنا ہی علم دیا گیا تھا جتنا ہر پاگل اور ہر چوپائے کو حاصل ہے۔

مُسلمان مُسلمان اے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُمتی تجھے اپنے دین وایمان کا واسطہ کیا اس ناپاک ملعون گالی کے صریح گالی ہونے میں تجھے کچھ شبہہ گزر سکتا ہے۔ معاذ اللہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت تیرے دل سے ایسی نکل گئی ہو کہ اس شدید گالی میں بھی ان کی توہین نہ جانے اور اگر اب بھی تجھے اعتبار نہ آئے تو خود انہیں بدگویوں سے پوچھ دیکھ کہ آیا تمہیں اور تمہارے اُستادوں پیرجیوں کو کہہ سکتے ہیں کہ اے فلاں تجھے اتنا ہی علم ہے جتنا سؤر کو ہے تیرے اُستاد کو ایسا ہی علم تھا جیسے کتے کو ہے تیرے پیر کو اسی قدر علم تھا جس قدر گدھے کو ہے یا مختصر طور پر اتنا ہی ہو کہ او علم میں اُلو گدھے کتے سؤر کے ہمسرو۔ دیکھو وہ اس میں اپنی اور اپنے اُستاد وپیر کی توہین سمجھتے ہیں یا نہیں۔ قطعاً سمجھیں گے اور قابو پائیں تو سر ہو جائیں پھر کیا سبب ہے کہ جو کلمہ ان کے حق میں توہین وکسر شان ہو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین نہ ہو کیا معاذ اللہ ان کی عظمت ان سے بھی گئی گزری ہے۔ کیا اسی کا نام ایمان ہے حاشا اللہ حاشا اللہ کیا جس نے کہا کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے پھر اگر زید اس کا التزام کرلے ... میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو

وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جائے تو نبی اور غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔ انتہی۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جانوروں پاگلوں میں فرق نہ جاننے والا حضور کو گالی نہیں دیتا کیا اس نے اللہ عزّ وجل کے کلام کا صراحۃً رد و ابطال نہ کیا۔ دیکھو

تمہارا ربّ عزّ وجل فرماتا ہے!

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ "اے نبی اللہ نے تم کو سکھایا جو تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل تم پر بڑا ہے" یہاں نامعلوم باتوں کا علم عطا فرمانے کو اللہ عزّ وجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمالات و مدائح میں شمار فرمایا اور فرماتا ہے وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ اور بیشک یعقوب ہمارے سکھائے سے علم والا ہے اور فرماتا ہے وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝ ملٰئکہ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ایک علم والے لڑکے اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بشارت دی۔ اور فرماتا ہے وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ ہم نے خضر کو اپنے پاس سے ایک علم سکھایا۔ وغیرہا آیات جن میں اللہ تعالیٰ نے علم کو کمالات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسّلام والثنا میں گنا۔ اب زید کی جگہ اللہ عزّ وجل کا نام پاک لیجئے اور علم غیب کی جگہ مطلق علم جس کا ہر چوپائے کو ملنا اور بھی ظاہر ہے اور دیکھئے کہ اس بدگو کی، مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقریر کس طرح کلام اللہ عزّ وجل کا رد کر رہی ہے، یعنی یہ بدگو خدا کے مقابل کھڑا ہو کر کہہ رہا ہے کہ آپ (یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدسہ پر علم کا اطلاق

کیا جاتا اگر بقول خدا صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس علم سے مُراد بعض علم ہے یا کل علوم اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں حضور اور دیگر انبیاء کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید عمر بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم کہا جاوے پھر اگر خدا اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو عالم کہونگا تو علم کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جائے تو نبی اور غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا لازم ہے اور اگر تمام علوم مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔ انتہی۔ بس ثابت ہوا کہ خدا کے وہ سب اقوال اس کی اسی دلیل سے باطل ہیں مسلمانو دیکھا کہ اس بدگو نے فقط محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو گالی نہ دی بلکہ ان کے رب جلّ وعلیٰ کے کلاموں کو بھی باطل و مردود کر دیا۔ مسلمانو جس کی جرأت یہاں تک پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو پاگلوں اور جانوروں کے علم سے ملا دے اور ایمان و اسلام و انسانیت سب سے آنکھیں بند کر کے صاف کہہ دے کہ نبی اور جانور میں کیا فرق ہے اس سے کیا تعجّب کہ خدا کے کلاموں کو رد کر دے باطل بتائے پس پشت ڈالے زیر پا ملے بلکہ جو یہ سب کچھ کلام اللہ کے ساتھ کر چکا وہی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس گالی پر جرأت کر سکے گا مگر اس سے دریافت کرو کہ آپ کی یہ تقریر خود آپ اور آپ کے اساتذہ میں جاری ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں، اور اگر ہے تو کیا جواب۔ ہاں ان بدگویوں سے کہو کہ کیا آپ حضرات اپنی تقریر کے طور پر جو آپ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

کیا جاتا اگر بقول خدا صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس علم سے مُراد بعض علم ہے یا کل علوم اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں حضور اور دیگر انبیاء کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید عمر بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم کہا جائے پھر اگر خدا اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو عالم کہونگا تو علم کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہوسکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جائے تو نبی اور غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا لازم ہے اور اگر تمام علوم مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔ انتہی۔ بس ثابت ہوا کہ خدا کے وہ سب اقوال اس کی اسی دلیل سے باطل ہیں۔ **مسلمانو** دیکھا کہ اس بدگو نے فقط محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو گالی نہ دی بلکہ ان کے رب جلّ و علیٰ کے کلاموں کو بھی باطل و مردود کر دیا۔

مسلمانو جس کی جرأت یہاں تک پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو پاگلوں اور جانوروں کے علم سے ملا دے اور ایمان و اسلام و انسانیت سب سے آنکھیں بند کر کے صاف کہہ دے کہ نبی اور جانور میں کیا فرق ہے اس سے کیا تعجب کہ خدا کے کلاموں کو رد کر دے باطل بتائے پس پشت ڈالے زیر پا ملے بلکہ جو یہ سب کچھ کلام اللہ کے ساتھ کر چکا وہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس گالی پر جرأت کر سکے گا مگر اس سے دریافت کرو کہ آپ کی یہ تقریر خود آپ اور آپ کے اساتذہ میں جاری ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں، اور اگر ہے تو کیا جواب۔ ہاں ان بدگویوں سے کہو کہ کیا آپ حضرات اپنی تقریر کے طور پر جو آپ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی شان میں جاری کی خود اپنے آپ سے اس دریافت کی اجازت دے سکتے ہیں کہ آپ صاحبوں کو عالم فاضل مولوی ملا چنیں چناں فلاں فلاں کیوں کہا جاتا ہے اور حیوانات و بہائم مثلاً کتے سور کو کوئی ان الفاظ سے تعبیر نہیں کرتا۔ ان مناصب کے باعث آپ کے اتباع و واذناب آپ کی تعظیم تکریم توقیر کیوں کرتے دست و پا پر بوسہ کیوں دیتے ہیں اور جانوروں مثلاً الو گدھے کے ساتھ کوئی یہ برتاؤ کیوں نہیں برتتا۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ کل علم تو قطعاً آپ صاحبوں کو بھی نہیں اور بعض میں آپ کی کیا تخصیص۔ ایسا علم تو الو۔ گدھے کتے سور سب کو حاصل ہے تو چاہیئے کہ ان سب کو عالم و فاضل چنیں چناں کہا جائے۔ پھر اگر آپ اس کا التزام کریں کہ ہاں ہم سب کو علما کہیں گے تو پھر علم کو آپ کے کمالات میں کیوں شمار کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو گدھے کتے سور سب کو حاصل ہے وہ آپ کے کمالات سے کیوں ہوا اور اگر التزام نہ کیا جائے تو آپ ہی کے بیان سے آپ میں اور گدھے، کتے، سور میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔ فقط۔

مسلمانو یوں دریافت کرتے ہی بعونہ تعالیٰ صاف کھل جائے گا کہ ان بدگویوں نے محمد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیسی صریح شدید گالی دی اور ان کے رب عزوجل کے قرآن مجید کو جا بجا کیسا رد اور باطل کر دیا۔

مسلمانو! خاص اس بدگو اور اس کے ساتھیوں سے پوچھو ان پر خود ان کے اقرار سے قرآن عظیم کی یہ آیات چسپاں ہوئیں یا نہیں کہ

تمہارا ربّ عزّ وجلّ فرماتا ہے

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۝

اور بیشک ضرور ہم نے جہنّم کے لئے پھیلا رکھے ہیں بہت سے جن اور آدمی ان کے وہ دل ہیں جن سے حق کو نہیں سمجھتے اور وہ آنکھیں جن سے حق کا راستہ نہیں سوجھتے اور وہ کان جن سے حق بات نہیں سُنتے وہ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھکر بہکے ہوئے وہی لوگ غفلت میں پڑے ہیں۔"

اور فرماتا ہے أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ۝ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ ۖ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۝

بھلا دیکھ تو جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا تو کیا تو اس کا ذمہ لے گا یا تجھے گمان ہے کہ ان میں بہت سے کچھ سُنتے یا عقل رکھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ وہ تو ان سے بڑھکر گمراہ ہیں۔"

ان بدگویوں نے چوپاؤں کا علم تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے علم کے برابر مانا اب ان سے پوچھئے کیا تمہارا علم انبیا یا خود حضور سید الانبیاء

علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والثناء کے برابر ہے ظاہر اس کا دعویٰ نہ کریں گے اگر کہہ بھی دیں کہ جب چوپاؤں سے برابری کردی آپ تو دو پائے ہیں برابری ماننے میں اشکل ہے تو یوں پوچھئے کہ تمہارے اُستادوں پیروں ملانوں میں کوئی بھی ایسا گزرا جو تم سے علم میں زیادہ ہو یا سب برابر ہو آخر کہیں تو فرق نکالیں گے تو ان کے وہ اُستاد وغیرہ تو ان کے اقرار سے علم میں چوپاؤں کے برابر ہوئے اور یہ ان سے علم میں کم ہیں جب تو ان کی شاگردی کی اور جو ایک مساوی سے کم ہو تو دوسرے سے بھی ضرور کم ہو گا تو یہ حضرات خود اپنی تقریر کی رو سے چوپاؤں سے بڑھکر گمراہ ہوئے اور ان آیتوں کے مصداق ٹھہرے کَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۟

مسلمانو یہ حالتیں تو ان کلمات کی تھیں جن میں انبیائے کرام و حضور پُرنور سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہاتھ صاف کیئے گئے پھر اُن عبارات کا کیا پوچھنا جن میں اصالتہً بالقصد رب العزۃ عز جلالہ کی عزت پر حملہ کیا گیا ہو خدارا انصاف کیا جس نے کہا کہ میں نے کب کہا ہے کہ وقوع کذب باری کا میں قائل نہیں ہوں یعنی وہ شخص اس کا قائل ہے کہ خدا بالفعل جھوٹا ہے جھوٹ بولا جھوٹ بولتا ہے اس کی نسبت یہ فتویٰ دینے والا کہ اگرچہ اس نے تاویل آیات میں خطا کی مگر تاہم اس کو کافر یا بدعتی ضال کہنا نہیں چاہیئے۔ جس نے کہا کہ اس میں تکفیر علمائے سلف کی لازم آتی ہے حنفی شافعی پر طعن و تضلیل نہیں کرسکتا یعنی خدا کو معاذ اللہ جھوٹا کہنا بہت سے علمائے سلف کا بھی مذہب تھا، یہ اختلاف حنفی شافعی اسا ہے کسی نے ہاتھ ناف سے اوپر باندھے کسی نے نیچے ایسا ہی اسے

بھی سمجھو کہ کسی نے خدا کو سچا کہا کسی نے جھوٹا لہذا ایسے کو تضلیل و تفسیق سے مامون کرنا چاہیئے یعنی خدا کو جھوٹا کہے اسے گمراہ کیا معنی گنہگار بھی نہ کہو کیا جس نے یہ سب تو اس مکذب خدا کی نسبت بتایا اور یہیں اپنی طرف سے باوصف اس بے معنی اقرار کے کہ قدرۃ علی الکذب مع امتناع الوقوع مسئلہ اتفاقیہ ہے صاف صریح کہدیا کہ وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے یعنی یہ بات ٹھیک ہوگئی کہ خدا سے کذب واقع ہوا۔ کیا یہ شخص مسلمان رہ سکتا ہے کیا جو ایسے کو مسلمان سمجھے خود مسلمان ہو سکتا ہے۔ مسلمانو خدا را انصاف ایمان نام کا ہے کا تھا تصدیق الٰہی کا۔ تصدیق کا صریح مخالف کیا ہے تکذیب تکذیب کے کیا معنی ہیں کسی کیطرف کذب منسوب کرنا جب صراحۃً خدا کو کاذب کہکر بھی ایمان باقی رہے تو خدا جانے ایمان کس جانور کا نام ہے خدا جانے مجوس و ہنود و نصاریٰ و یہود کیوں کافر ہوئے اس میں تو کوئی صاف صاف اپنے معبود کو جھوٹا بھی نہیں بتاتا ہاں معبود برحق کی باتیں کو یوں نہیں مانتے کہ انہیں اس کی باتیں ہی نہیں جانتے یا تسلیم نہیں کرتے ایسا تو دنیا کے پردے پر کوئی کافر سا کافر بھی شاید نہ نکلے کہ خدا کو مانتا اسکے کلام کو اس کا کلام جانتا اور بیدھڑک کہتا ہو کہ اس نے جھوٹ کہا اس سے وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے غرض کوئی ذی انصاف شک نہیں کر سکتا کہ ان تمام بدگویوں نے مُنہ بھر کر اللہ و رسول کو گالیاں دیں ہیں اب یہی وقت امتحان الٰہی ہے واحد قہار جبار عزجلالہ سے ڈرو اور وہ آیتیں کہ اوپر گزریں پیش نظر رکھکر عمل کرو۔ اب تمہارا ایمان تمہارے دلوں میں تمام بدگویوں سے نفرت بھر دے گا ہرگز اللہ و محمد رسول اللہ جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل تمہیں

ان کی حمایت نہ کرنے دے گا تم کو ان سے گھن آئے گی نہ کہ ان کی پیچ کرو،
اللہ و رسول کے مقابل ان کی گالیوں میں مہمل و بیہودہ تاویل گڑھو لللہ
انصاف اگر کوئی شخص تمہارے ماں باپ اُستاد پیر کو گالیاں دے اور
نہ صرف زبانی بلکہ لکھ لکھ کر چھاپے شائع کرے کیا تم اس کا ساتھ دوگے یا
اُس کی بات بنانے کو تاویلیں گڑھوگے یا اس کے بکنے سے بے پرواہی
کرکے اس سے بدستور صاف رہوگے۔ نہیں نہیں۔ اگر تم میں انسانی غیرت
انسانی حمیت ماں باپ کی عزت حرمت عظمت محبت کا نام نشان بھی
لگا رہ گیا ہے تو اس بدگو دشنامی کی صورت سے نفرت کروگے اس کے
سایہ سے دور بھاگوگے اس کا نام سُن کر غیظ لاؤگے جو اس کے لئے بناوٹیں
گڑھے اس کے بھی دشمن ہوجاؤگے۔ پھر خدا کے لئے ماں باپ کو ایک پلّے
میں رکھو اور اللہ واحد قہار و محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و
عظمت پر ایمان کو دوسرے پلّے میں اگر مسلمان ہو تو ماں باپ کی عزت کو
اللہ و رسول کی عزت سے کچھ نسبت نہ مانوگے ماں باپ کی محبت وحمایت
کو اللہ و رسول کی محبت و خدمت کے آگے ناچیز جانوگے تو واجب واجب
واجب لاکھ لاکھ واجب سے بڑھکر واجب کہ ان کے بدگو سے وہ نفرت و
دوری و غیظ و جدائی ہو کہ ماں باپ کے دشنام دہندہ کے ساتھ اس کا
ہزاروں حصہ نہ ہو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے لئے ان سات نعمتوں کی بشارت
ہے۔ مسلمانو تمہارا یہ ذلیل خیرخواہ امید کرتا ہے کہ اللہ واحد قہار کی ان
آیات اور اس بیان شافی واضح البیانات کے بعد اس بارہ میں آپ سے زیادہ
عرض کی حاجت نہ ہو تمہارے ایمان خود ہی ان بدگویوں سے وہی پاک مبارک
الفاظ بول اُٹھیں گے۔ تمہارے رب عزوجل نے قرآن عظیم میں تمہارے

سکھانے کو قوم ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے نقل فرمائے۔

تمہارا رب عزّوجلّ فرماتا ہے

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ (الیٰ قولہ تعالیٰ) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ

بیشک تمہارے لئے ابراہیم اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں میں اچھی ریس ہے جب وہ اپنی قوم سے بولے بیشک ہم تم سے بیزار ہیں اور اُن سب سے جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو ہم تمہارے منکر ہوئے اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت ہمیشہ کو ظاہر ہو گئی جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ بیشک ضرور اُن میں تمہارے لئے عمدہ ریس تھی اُس کے لئے جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہو اور جو منھ پھیرے تو بیشک اللہ ہی بے پروا سراہا گیا ہے۔"

یعنی وہ جو تم سے یہ فرما رہا ہے کہ جس طرح میرے خلیل اور ان کے ساتھ والوں نے کیا کہ میرے لئے اپنی قوم کے صاف دشمن ہو گئے اور تنکا توڑ کر ان سے جدائی کر لی اور کھول کر کہہ دیا کہ ہم سے تم سے کچھ علاقہ نہیں ہم تم سے قطعی بیزار ہیں تمہیں بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے یہ تمہارے بھلے کو تم سے فرما رہا ہے مانو تو تمہاری خیر ہے نہ مانو تو اللہ کو تمہاری کچھ پرواہ نہیں جہاں وہ میر

دشمن ہوئے ان کے ساتھ تم بھی سہی۔ میں تمام جہان سے غنی ہوں خوبیوں سے موصوف۔ جل وعلا وتبارک وتعالیٰ۔

یہ تو قرآن عظیم کے احکام تھے

اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی چاہے گا ان پر عمل کی توفیق دے گا۔ مگر یہاں دو فرقے ہیں ان پر ان احکام میں عذر پیش آتے ہیں۔ اوّل بے علم نادان انکے عذر دو قسم کے ہیں۔

عذر اول۔ فلاں تمہارا استاد یا بزرگ یا دوست ہے۔

اس کا جواب تو قرآن عظیم کی متعدد آیات سے سن چکے کہ رب عزوجل نے بار بار بتکرار صراحۃً فرمادیا کہ غضب الٰہی سے بچنا چاہتے ہو تو اس باب میں اپنے باپ کی بھی رعایت نہ کرو۔

عذر دوم۔ صاحب یہ بدگو لوگ بھی تو مولوی ہیں بھلا مولویوں کو کیونکر کافر سمجھیں یا برا جانیں اس کا جواب اسے کیونکر برا کہیں۔

تمہارا رب عزّوجلّ فرماتا ہے

أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُۥ هَوَىٰهُ وَأَضَلَّهُ ٱللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِۦ وَقَلْبِهِۦ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِۦ غِشَٰوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِنۢ بَعْدِ ٱللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝

بھلا دیکھ تو جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنالیا اور اللہ نے علم ہوتے ساتے اسے گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پر مہر

لگ دی اور اس کی آنکھ پر پٹی چڑھادی تو کون اسے راہ پر لائے اللہ کے بعد
تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔ اور فرماتا ہے مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ
ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ
مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وہ جن پر توراۃ کا بوجھ رکھا گیا پھر انہوں نے
اسے نہ اٹھایا ان کا حال اس گدھے کا سا ہے جس پر کتابیں لدی ہوں کیا
بُری مثال ہے ان کی جنہوں نے خدا کی آیتیں جھٹلائیں اور اللہ ظالموں کو
ہدایت نہیں کرتا اور فرماتا ہے۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا
فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا
لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ
كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ
ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ
لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ سَآءَ مَثَلَا نِ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا
وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۝ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ
وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ انہیں پڑھکر سُنا خبر اسکی
جسے ہم نے اپنی آیتوں کا علم دیا تھا وہ ان سے نکل گیا تو شیطان اُس کے
پیچھے لگا کہ گمراہ ہوگیا اور ہم چاہتے تو اس علم کے باعث اسے گرنے سے
اُٹھا لیتے مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا پیرو ہوگیا تو اس کا
حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکال کر ہانپے اور چھوڑ دے
ہانپے یہ ان کا حال ہے جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں تو ہمارا یہ ارشاد
سُن کر کہ شاید لوگ سوچیں کیا بُرا حال ہے ان کا جنہوں نے ہماری آیتیں

جھٹلائیں اور اپنی ہی جانوں پر ستم ڈھاتے تھے جسے خدا ہدایت کرے وہی راہ پائے اور جسے گمراہ کرے تو وہی سراسر نقصان میں ہیں یعنی ہدایت کچھ علم پر نہیں خدا کے اختیار ہے۔ یہ آیتیں ہیں اور حدیثیں جو گمراہ عالموں کی مذمت میں ہیں ان کا تو شمار ہی نہیں یہاں تک کہ ایک حدیث میں ہے دوزخ کے فرشتے بُت پرستوں سے پہلے انہیں پکڑیں گے یہ کہیں گے کیا ہمیں بُت پوجنے والوں سے بھی پہلے لیتے ہو۔ جواب ملے گا لیس من یعلم کمن لا یعلم جاننے والے اور انجان برابر نہیں[1]۔ بھائیو عالم کی عزت تو اس بنا پر تھی کہ وہ نبی کا وارث ہے۔ نبی کا وارث وہ جو ہدایت پر ہو اور جب گمراہی پر ہے تو نبی کا وارث ہوا یا شیطان کا۔ اُس وقت اس کی تعظیم نبی کی تعظیم ہوتی اب اس کی تعظیم شیطان کی تعظیم ہوگی۔ یہ اس صورت میں ہے کہ عالم کفر سے نیچے کسی گمراہی میں ہو۔ جیسے بدمذہبوں کے علماء۔ پھر اس کا کیا پوچھنا جو خود کفر شدید میں ہو اسے عالم دین جاننا ہی کفر ہے نہ کہ عالم دین جان کر اس کی تعظیم۔ بھائیو علم اس وقت نفع دیتا ہے کہ دین کے ساتھ ہو ورنہ پنڈت یا پادری کیا اپنے یہاں کے عالم نہیں ابلیس کتنا بڑا عالم تھا پھر کیا کوئی مسلمان اس کی تعظیم کرے گا۔ اسے تو معلم الملکوت کہتے ہیں یعنی فرشتوں کو علم سکھاتا جب سے اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم سے مُنہ موڑا۔ حضور[2] کا نور

---

[1] یہ حدیث طبرانی نے معجم کبیر اور ابونعیم نے حلیہ میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۱۲ منہ [2] تفسیر کبیر امام فخرالدین رازی ج ۲ ص ۴۵۵ زیر قولہ تعالےٰ تلک الرسل فضلنا ان الملئکۃ امروا بالسجود لآدم لاجل ان نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی جبہۃ آدم تفسیر نیشاپوری ج ۳ ص ۷ سجود الملئکۃ لآدم انما کان الاجل نور محمد صلے اللہ علیہ وسلم الذی کان فی جبہۃ۔ دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ فرشتوں کا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرنا اس لئے تھا کہ انکی پیشانی میں نور محمدی تھا ۱۲

کہ پیشانی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں رکھا گیا اسے سجدہ نہ کیا اس وقت سے لعنت ابدی کا طوق اس کے گلے میں پڑا دیکھو جب سے اسکے شاگردانِ رشید اسکے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہیں ہمیشہ اس پر لعنت بھیجتے ہیں ہر رمضان میں اسے زنجیروں میں جکڑتے ہیں قیامت کے دن کھینچکر جہنم میں ڈھکیلیں گے یہاں سے علم کا جواب بھی واضح ہوگیا اُستاذی ہمچنیں بھائی کر و رکر ور افسوس ہے اس ادعائے مسلمانی پر کہ اللہ واحد قہار اور محمد رسول اللہ سید الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ استاد کی وقعت ہو اللہ و رسول سے بڑھکر بھائی یا دوست یا دنیا میں کسی کی محبت ہو۔ اے رب ہمیں سچا ایمان دے صدقہ اپنے حبیب کی سچی عزت سچی رحمت کا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آمین۔

فرقۂ دوم معاندین و دشمنان دین کہ خود انکار ضروریات دین رکھتے ہیں اور صریح کفر کرکے اپنے اوپر سے نام کفر کا مٹانے کو اسلام و قرآن و خدا و رسول و ایمان کے ساتھ تمسخر کرتے اور براہ اغوا و تلبیس و شیوۂ ابلیس وہ باتیں بناتے ہیں کہ کسی طرح ضروریات دین ماننے کی قید اٹھ جائے اسلام فقط طوطے کی طرح زبان سے کلمہ رٹ لینے کا نام رہ جائے بس کلمہ کا نام لیتا ہو پھر چاہے خدا کو جھوٹا کذاب کہے چاہے رسول کو سڑی سڑی گالیاں دے اسلام کسی طرح نہ جائے بل لعنھم اللہ بکفرھم فقلیلا ما یؤمنون[1] یہ مسلمانوں کے دشمن اسلام کے عدو عوام کو چھلنے اور خدائے واحد قہار کا دین بدلنے کے لئے چند

---

[1] حضرت شیخ مجدد الف ثانی رح مکتوبات میں فرماتے ہیں مجرد تقوہ بکلمہ شہادت در اسلام کافی نیست تصدیق جمیع اعلم بالضرورۃ مجیئہ من الدین باید وبرتری از کفر و کافر نیز باید تا اسلام صورت بندد ۱۲۔

شیطانی مکر پیش کرتے ہیں۔

مکر اول۔ اسلام نام کلمہ گوئی کا ہے حدیث میں فرمایا مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّةَ جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا جنت میں جائے گا پھر کسی قول یا فعل کی وجہ سے کیسے کافر ہو سکتا ہے۔

مسلمانو! ذرا ہوشیار خبردار اس مکر ملعون کا حاصل یہ ہے کہ زبان سے لا الہ الا اللہ کہہ لینا گویا خدا کا بیٹا بن جانا ہے آدمی کا بیٹا اگر اسے گالیاں دے جوتیاں مارے کچھ کرے اس کے بیٹے ہونے سے نہیں نکل سکتا یوں ہی جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا اب وہ چاہے خدا کو جھوٹا کذاب کہے چاہے رسول کو سڑی سری گالیاں دے اس کا اسلام نہیں بدل سکتا اس مکر کا جواب ایک تو اسی آیۂ کریمہ الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ میں گزرا کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ نرے ادعائے اسلام پر چھوڑ دیئے جائیں گے اور امتحان نہ ہوگا اسلام فقط کلمہ گوئی کا نام تھا تو وہ بیشک حاصل تھی پھر لوگوں کا گھمنڈ کیوں غلط تھا۔ جسے قرآن عظیم رد فرما رہا ہے۔ نیز

تمہارا رب عزّوجلّ فرماتا ہے

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِىْ قُلُوْبِكُمْ

یہ گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے تم فرما دو ایمان تو تم نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع الاسلام ہوئے ایمان ابھی تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا اور فرماتا ہے اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ

وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ ط وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ ۝

منافقین جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک حضور یقیناً خدا کے رسول ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بیشک تم ضرور اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک یہ منافق ضرور جھوٹے ہیں"

دیکھو کیسی لمبی چوڑی کلمہ گوئی کیسی کیسی تاکیدوں سے مؤکد کیسی کیسی قسموں سے مؤید ہرگز موجب اسلام نہ ہوئی اور اللہ واحد قہار نے انکے جھوٹے کذّاب ہونے کی گواہی دی مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ کا یہ مطلب گڑھنا صراحۃً قرآن عظیم کا رد کرنا ہے۔ ہاں جو کلمہ پڑھتا اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو ہم اسے مسلمان جانیں گے جب تک اس سے کوئی کلمہ کوئی حرکت کوئی فعل منافی اسلام نہ صادر ہو، بعد صدور منافی ہرگز کلمہ گوئی کام نہ دے گی۔

تمہارا رب عزّوجلّ فرماتا ہے

یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ مَا قَالُوْا ط وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَۃَ الْکُفْرِ وَکَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِھِمْ ط

خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نبی کی شان میں گستاخی نہ کی اور البتہ بیشک وہ یہ کفر کا بول بولے اور مسلمان ہوکر کافر ہوگئے

ابن جریر وطبرانی وابوالشیخ وابن مردویہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ایک پیڑ کے سایہ میں تشریف فرما تھے ارشاد فرمایا عنقریب ایک شخص آئے گا کہ تمہیں شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا۔ کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک کرنجی آنکھوں والا سامنے سے گزرا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بلایا فرمایا تو اور تیرے رفیق کس بات پر میری شان میں گستاخی کے لفظ بولتے ہیں۔ وہ گیا اور اپنے رفیقوں کو بلا لایا۔ سب نے آکر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے گستاخی نہ کی اور بیشک ضرور وہ یہ کفر کا کلمہ بولے اور تیری شان میں بے ادبی کرکے اسلام کے بعد کافر ہوگئے۔ دیکھو اللہ گواہی دیتا ہے کہ نبی کی شان میں بے ادبی کا لفظ کلمہ کفر ہے اور اس کا کہنے والا اگرچہ لاکھ مسلمانی کا مدعی کروربار کا کلمہ گو ہو کافر ہو جاتا ہے۔

اور فرماتا ہے

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ

"اور اگر تم ان سے پوچھو تو بیشک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرما دو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔"

ابن ابی شیبہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم و ابوالشیخ

ایک پیڑ کے سایہ میں تشریف فرما تھے ارشاد فرمایا عنقریب ایک آئے گا کہ تمہیں شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا۔ کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک کرنجی آنکھوں والا سامنے سے گزرا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بلایا فرمایا تو اور تیرے رفیق کس بات پر میری شان میں گستاخی کے لفظ بولتے ہیں۔ وہ گیا اور اپنے رفیقوں کو بلا لایا سب نے آکر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اُتاری کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے گستاخی نہ کی اور بیشک ضرور وہ یہ کفر کا کلمہ بولے اور تیری شان میں بے ادبی کر کے اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔ دیکھو اللہ گواہی دیتا ہے کہ نبی کی شان میں بے ادبی کا لفظ کلمہ کفر ہے اور اس کا کہنے والا اگرچہ لاکھ مسلمانی کا مدعی کروڑ بار کا کلمہ گو ہو کافر ہو جاتا ہے۔

اور فرماتا ہے

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ

اور اگر تم ان سے پوچھو تو بیشک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرما دو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔"

ابن ابی شیبہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابوالشیخ

امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت فرماتے ہیں انہ قال فی قولہ تعالی ولئن سالتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقۃ فلان بوادی کذا وکذا ومایدریہ بالغیب یعنی کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی اس کی تلاش تھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے اس پر ایک منافق بولا محمد (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے محمد غیب کیا جانیں، اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ اُتاری کہ کیا اللہ و رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ۔ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہوگئے۔ (دیکھو تفسیر امام ابن جریر مطبع مصر جلد دہم صفحہ ۱۰۵ و تفسیر در منشور امام جلال الدین سیوطی جلد سوم صہ ۲۵۴۔

مسلمانو دیکھو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اتنی گستاخی کرنے سے کہ وہ غیب کیا جانیں کلمہ گوئی کام نہ آئی اور اللہ تعالےٰ نے صاف فرما دیا کہ بہانے نہ بناؤ تم اسلام کے بعد کافر ہوگئے۔

یہاں سے وہ حضرات بھی سبق لیں!

جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم غیب سے مطلقاً منکر ہیں۔ دیکھو یہ قول منافق کا ہے اور اس کے قائل کو اللہ تعالیٰ نے اللہ و قرآن و رسول سے ٹھٹھا کرنے والا بتایا اور صاف صاف کافر مرتد ٹھہرایا، اور کیوں نہ ہو کہ غیب کی بات جاننی شان نبوت ہے جیسا کہ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی و امام احمد قسطلانی و مولٰنا علی قاری و علامہ زرقانی وغیرہا اکابر

نے تصریح فرمائی جس کی تفصیل رسائل علم غیب میں بفضلہ تعالیٰ بدرجۂ اتم
واعلیٰ مذکور ہوئی۔ پھر اس کی سخت شامت کمال ضلالت کا کیا پوچھنا جو
غیب کی ایک بات بھی خدا کے بتائے سے بھی نبی کو معلوم[1] ہونا محال
ناممکن بتاتا ہے اس کے نزدیک اللہ سے سب چیزیں غائب ہیں اور اللہ
کو اتنی قدرت نہیں کہ کسی کو ایک غیب کا علم دے سکے اللہ تعالیٰ شیطان
کے دھوکوں سے پناہ دے۔ آمین۔ ہاں بے خدا کے بتائے کسی کو ذرہ بھر
کا علم ماننا کفر ہے اور جمیع معلومات الٰہیہ کو علم مخلوق کا محیط ہونا بھی باطل
اور اکثر علماء[2] کے خلاف ہے۔ لیکن روز ازل سے روز آخر تک کا ماکان
ومایکون اللہ تعالیٰ کے معلومات سے وہ نسبت بھی نہیں رکھتا جو ایک
ذرے کے لاکھوں کروڑویں حصے برابر تری کو کروڑہا کروڑ سمندروں سے
ہو بلکہ یہ خود علوم محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے
ان تمام امور کی تفصیل الدولۃ المکیہ وغیرہا میں ہے خیر یہ تو جملہ
معترضہ تھا اور ان شاء اللہ العظیم بہت مفید تھا اب بحث سابق کی طرف
عود کیجئے اس فرقہ باطلہ کا مکر دوم یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
مذہب ہے کہ لا نکفر احدا من اھل القبلۃ ہم اہل قبلہ میں سے
کسی کو کافر نہیں کہتے اور حدیث میں ہے جو ہماری سی نماز پڑھے اور ہمارے
قبلہ کو منھ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے۔ مسلمانو اس مکر

---

[1] اس نئے شاخسانہ کے رد میں بفضلہ تعالیٰ چار رسالے ہیں راحۃ جوانح الغیب الجلاء الکامل ابراد المجنون میل الہداۃ جن میں پہلا ان شاء اللہ تعالیٰ معہ ترجمہ عنقریب شائع ہوگا۔ امد باقی تین بھی بعونہ تعالیٰ اس کے بعد باللہ التوفیق ۱۲ کاتب عفی عنہ [2] اکثر کی قید کا فائدہ رسالہ الفیوض المکیۃ لمحب الدولۃ المکیہ میں ملاحظہ ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۲ کاتب عفی عنہ۔

خبیث میں ان لوگوں نے نری کلمہ گوئی سے عدول کرکے اب صرف قبلہ روئی کا نام ایمان رکھدیا یعنی جو قبلہ رو ہوکر نماز پڑھ لے مسلمان ہے اگرچہ اللہ عزوجل کو جھوٹا کہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دے کسی صورت کسی طرح ایمان نہیں ٹلتا۔ ع

چوں وضوئے محکم بی بی تمیز

اولاً اس مکر کا جواب

تمہارا ربّ عزّوجلّ فرماتا ہے!

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ۔

اصل نیکی یہ نہیں ہے کہ اپنا مُنھ نماز میں پورب یا پچھاں کو کرو بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ آدمی ایمان لائے اللہ اور قیامت پر اور فرشتوں اور قرآن اور تمام نبیوں پر۔

دیکھو صاف فرمایا کہ ضروریات دین پر ایمان لانا ہی اصل کار ہے بغیر اس کے نماز میں قبلہ کو منھ کرنا کوئی چیز نہیں۔ اور فرماتا ہے:۔

وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝

وہ جو خرچ کرتے ہیں اس کا قبول ہونا بند نہ ہوا مگر اسی لئے کہ انہوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا اور نماز کو نہیں

آتے مگر جی ہارے۔ اور خرچ نہیں کرتے مگر بُرے دل سے“

دیکھو ان کا نماز پڑھنا بیان کیا اور پھر انہیں کافر فرمایا۔ کیا وہ قبلہ کو نماز نہیں پڑھتے تھے۔ فقط قبلہ کیسا قبلہ دل وجان کعبہ دین وایمان سرور عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جانب قبلہ نماز پڑھتے تھے۔ اور فرماتا ہے۔

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝

پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز برپا رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں اور ہم پتے کی باتیں صاف بیان کرتے ہیں علم والوں کے لئے اور قول قرار کرکے پھر اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین پر طعن کریں تو کفر کے پیشواؤں سے لڑو ان کی قسمیں کچھ نہیں شاید وہ باز آئیں“

دیکھو نماز و زکوٰۃ والے اگر دین پر طعنہ کریں تو انہیں کفر کا پیشوا کافروں کا سرغنہ فرمایا۔ کیا خدا و رسول کی شان میں وہ گستاخیاں دین پر طعن نہیں اس کا بیان بھی سنیئے۔

تمہارا ربّ عزّوجلّ فرماتا ہے

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا

لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ ط وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَ
أَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَقْوَمَ لا وَلٰكِنْ لَعَنَهُمُ
اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ہ

"کچھ یہودی بات کو اس کی جگہ سے بدلتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سُنا
اور نہ مانا اور سُنئیے آپ سُنائے نہ جائیں اور راعنا کہتے ہیں زبان پھیر کر
اور دین پر طعنہ کرنے کو اور اگر وہ کہتے ہم نے سُنا اور مانا اور سُنئیے اور
ہمیں مہلت دیجئے تو ان کے لئے بہتر اور بہت ٹھیک ہوتا لیکن ان کے
کفر کے سبب اللہ نے ان پر لعنت کی ہے تو ایمان نہیں لاتے مگر کم۔"

کچھ یہودی جب دربار نبوت حاضر ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ عرض کرنا چاہتے تو یوں کہتے سنئیے آپ سُنائے
نہ جائیں جس سے ظاہر تو دعا ہوتی یعنی حضور کو کوئی ناگوار بات نہ سُنائے
اور دل میں بد دعا کا ارادہ کرتے کہ سُنائی نہ دے، اور حضور اقدس
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرماتے اور یہ بات سمجھ لینے کے لئے
مہلت چاہتے تو راعنا کہتے جس کا ایک پہلوئے ظاہر یہ کہ ہماری رعایت
فرمائیے اور مراد خفی رکھتے رعونت والا اور بعض کہتے ہیں زبان دبا کر
رَاعِیْنَا کہتے یعنی ہمارا چرواہا۔ جب پہلو دار بات دین میں طعنہ ہوئی
تو صریح صاف کتنا سخت طعنہ ہوگی، بلکہ انصاف کیجئے تو ان باتوں
کا صریح بھی ان کلمات کی شناعت کو نہ پہنچتا بہرا ہونے کی دعا یا رعونت
یا بکریاں چرانے کی طرف نسبت کو ان الفاظ سے کیا نسبت کہ شیطان
سے علم میں کمتر پاگلوں چوپاؤں سے علم میں ہمسر اور خدا کی نسبت
وہ کہ جھوٹا ہے جھوٹ بولتا ہے اور جو اسے جھوٹا بتائے مسلمان سُنّی

صالح ہے والعیاذ باللہ رب العلمین۔

ثانیاً اس وہم شنیع کو مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتانا حضرت امام پر سخت افترا و اتہام امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عقائد کریمہ کی کتاب مطہر فقہ اکبر میں فرماتے ہیں صفاتہ تعالےٰ فی الازل غیر محدثۃ ولا مخلوقۃ فمن قال انہا مخلوقۃ او محدثۃ او وقف فیھا او شك فیھا فھو کافر باللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ کی صفتیں قدیم ہیں۔ نہ تو پیدا ہیں نہ کسی کی بنائی ہوئی تو جو انہیں مخلوق یا حادث کہے یا اس باب میں توقف کرے یا شک لائے وہ کافر ہے اور خدا کا منکر نیز امام ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الوصیۃ میں فرماتے ہیں من قال بان کلام اللہ تعالیٰ مخلوق فھو کافر باللہ العظیم۔ جو شخص کلام اللہ کو مخلوق کہے اس نے عظمت والے خدا کے ساتھ کفر کیا۔ شرح فقہ اکبر میں ہے۔ قال فخر الاسلام قد صح عن ابی یوسف انہ قال ناظرت ابا حنیفۃ فی مسألۃ خلق القرآن فاتفق رائی ورأیہ علےٰ ان من قال بخلق القرآن فھو کافر وصح ھٰذا القول ایضاً عن محمد رحمھم اللہ تعالیٰ۔

امام فخر الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسئلہ خلق قرآن میں مناظرہ کیا میری اور ان کی رائے اس پر متفق ہوئی کہ جو قرآن مجید کو مخلوق کہے وہ کافر ہے اور یہ قول امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ سے بھی بصحت ثبوت کو پہنچا یعنی ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع و اتفاق ہے کہ

صالح ہے والعیاذ باللہ رب العلمین۔

ثانیاً اس وہم شنیع کو مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتانا حضرت امام پر سخت افترا و اتہام امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عقائد کریمہ کی کتاب مطہر فقہ اکبر میں فرماتے ہیں صفاتہ تعالیٰ فی الازل غیر محدثۃ ولا مخلوقۃ فمن قال انہا مخلوقۃ او محدثۃ او وقف فیہا او شك فیہا فہو کافر باللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ کی صفتیں قدیم ہیں۔ نہ تو پیدا ہیں نہ کسی کی بنائی ہوئی تو جو انہیں مخلوق یا حادث کہے یا اس باب میں توقف کرے یا شک لائے وہ کافر ہے اور خدا کا منکر نیز امام ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الوصیۃ میں فرماتے ہیں من قال بان کلام اللہ تعالیٰ مخلوق فہو کافر باللہ العظیم۔ جو شخص کلام اللہ کو مخلوق کہے اس نے عظمت والے خدا کے ساتھ کفر کیا۔ شرح فقہ اکبر میں ہے۔ قال فخر الاسلام قد صح عن ابی یوسف انہ قال ناظرت ابا حنیفۃ فی مسألۃ خلق القرآن فاتفق رائی ورأیہ علی ان من قال بخلق القرآن فہو کافر وصح ہذا القول ایضاً عن محمد رحمہم اللہ تعالیٰ۔

امام فخر الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسئلہ خلق قرآن میں مناظرہ کیا میری اور ان کی رائے اس پر متفق ہوئی کہ جو قرآن مجید کو مخلوق کہے وہ کافر ہے اور یہ قول امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ سے بھی بصحت ثبوت کو پہنچا یعنی ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع و اتفاق ہے کہ

قرآن عظیم کو مخلوق کہنے والا کافر ہے۔ کیا معتزلہ و کرامیہ و روافض کہ قرآن کو مخلوق کہتے ہیں اس قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھتے۔ نفس مسئلہ کا جزئیہ لیجئے امام مذہب حنفی سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الخراج میں فرماتے ہیں ایما رجل مسلم سب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر باللہ تعالیٰ وبانت منہ امرأتہ جو شخص مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشنام دے یا حضور کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے یا حضور کو کسی طرح کا عیب لگائے یا کسی وجہ سے حضور کی شان گھٹائے وہ یقیناً کافر اور خدا کا منکر ہو گیا۔ اس کی جورو اُس کے نکاح سے نکل گئی۔''

دیکھو کیسی صاف تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان کرنے سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے اس کی جورو نکاح سے نکل جاتی ہے۔ کیا مسلمان اہل قبلہ نہیں ہوتا یا اہل کلمہ نہیں ہوتا سب کچھ ہوتا ہے مگر محمد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے ساتھ نہ قبلہ قبول نہ کلمہ مقبول۔ والعیاذ باللہ رب العٰلمین

ثالثاً اصل بات یہ ہے کہ اصطلاح ائمہ میں اہل قبلہ وہ ہے کہ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو ان میں سے ایک بات کا بھی منکر ہو تو قطعاً یقیناً اجماعاً کافر مرتد ہے ایسا کہ جو اسے کافر نہ کہے خود کافر ہے۔ شفا شریف و بزازیہ و درر و غرر و فتاوٰی خیریہ وغیرہا میں ہے اجمع المسلمون ان شاتمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافر ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر۔ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے معذب یا کافر

ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ مجمع الانہر و درمختار میں ہے واللفظ
للہ الکافر بسبب نبی من الانبیاء لا تقبل توبۃ مطلقاً و
من شك فی عذابہ و کفرہٖ کفر جو کسی نبی کی شان میں گستاخی
کے سبب کافر ہوا اس کی توبہ کسی طرح قبول نہیں اور جو اس کے عذاب میں
یا کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔ الحمد اللہ یہ نفس مسئلہ کا وہ گرانبہا جزئیہ ہے جس
میں اس بدگویوں کے کفر پر اجماع تمام اُمت کی تصریح ہے۔ اور یہ بھی جو
انھیں کافر نہ جانے خود کافر ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے۔ فی المواقف
لا یکفر اھل القبلۃ الا فیما فیہ انکار ما علم مجیئہ بالضرورۃ
او المجمع علیہ کاستحلال المحرمات اھ ولا یخفی ان
المراد بقول علمائنا لا یجوز تکفیر اھل القبلۃ بذنب
لیس مجرد التوجّہ الی القبلۃ فان الغلاۃ من الروافض
الذین یدعون ان جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام غلط
فی الوحی فان اللہ تعالیٰ ارسلہ الی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
و بعضھم قالوا انہ الہ وان صلوا الی القبلۃ لیسوا المؤمنین
وھذا ھو المراد بقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من صلی
صلواتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالك مسلم
اھ مختصراً یعنی مواقف میں ہے کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہا جاوے مگر جب
ضروریاتِ دین یا اجماعی باتوں سے کسی بات کا انکار کریں جیسے حرام
کو حلال جاننا اور مخفی نہیں کہ ہمارے علماء جو فرماتے ہیں کہ کسی
گناہ کے باعث اہلِ قبلہ کی تکفیر روا نہیں اس سے نرا قبلہ
کو منہ کرنا مراد نہیں۔ کہ غال رافضی جو بکتے ہیں کہ جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام

کو وحی میں دھوکا ہوا اللہ تعالیٰ نے انہیں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی طرف بھیجا۔ اور بعض تو مولیٰ علی کو خدا کہتے ہیں یہ لوگ اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھیں مسلمان نہیں اور اس حدیث کی بھی یہی مراد ہے جس میں فرمایا کہ جو ہماری سی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کو منھ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے یعنی جبکہ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو اور کوئی بات منافی ایمان نہ کرے۔ اُسی میں ہے۔ اعلم ان المراد باھل القبلۃ الذین اتفقوا علی ماھو من ضروریات الدین کحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم اللہ تعالٰی بالکلیات والجزئیات وما اشبہ ذالک من المسائل المھمات فمن واظب طول عمرہ علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفی الحشر او نفی علمہ سبحانہ بالجزئیات لا یکون من اھل القبلۃ وان المراد بعدم تکفیر احد من اھل القبلۃ عند اھل السنۃ انہ لا یکفر مالم یوجد شیٔ من امارات الکفر وعلاماتہ ولم یصدر عنہ شیٔ من موجباتہ یعنی جان لو کہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین میں موافق ہیں جیسے عالم کا حادث ہونا اجسام کا حشر ہونا اللہ تعالیٰ کا علم تمام کلیات وجزئیات کو محیط ہونا اور جو مہم مسئلے ان کی مانند ہیں تو جو تمام عمر طاعتوں عبادتوں میں رہے اور اسکے ساتھ یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ عالم قدیم ہے یا حشر نہ ہوگا یا اللہ تعالیٰ جزئیات کو نہیں جانتا وہ اہل قبلہ سے نہیں اور اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ میں کسی کو کافر نہ کہنے سے یہ مراد ہے کہ اسے کافر نہ کہیں گے جب تک اسمیں کفر کی کوئی علامت ونشانی نہ پائی جائے اور کوئی بات موجب کفر اس سے

صادر نہ ہو۔ امام اجل سیدی عبد العزیز بن احمد بن محمد بخاری حنفی رحمہ اللہ علیہ تحقیق شرح اصول حسامی میں فرماتے ہیں:۔

ان غلا فیہ (ای فی ھواہ) حتی وجب الکفار بہ لایعتبر خلافہ ووفاقہ ایضا لعدم دخولہ فی مسمی الامۃ المشہود لہا بالعصمۃ وان صلی الی القبلۃ واعتقد نفسہ مسلماً لان الامۃ لیست عبارۃ عن المصلین الی القبلۃ بل عن المؤمنین و ھو کافر وان کان لایدری انہ کافر یعنی بدمذہب اگر اپنی بدمذہبی میں غالی ہو جس کے سبب اسے کافر کہنا واجب ہو تو اجماع میں اس کی مخالفت موافقت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا کہ خطا سے معصوم ہونے کی شہادت تو امت کے لئے آئی ہے اور وہ امت ہی سے نہیں اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان اعتقاد کرتا ہو اس لئے کہ امت قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والوں کا نام نہیں بلکہ مسلمان کا نام ہے اور یہ شخص کافر ہے اگرچہ اپنی جان کو کافر نہ جانے۔

رد المحتار میں ہے لاخلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان من اھل القبلۃ المواظب طول عمرہ علی الطاعات کما فی شرح التحریر۔ یعنی ضروریات اسلام سے کسی چیز میں خلاف کرنے والا بالاجماع کافر ہے اگرچہ اہل قبلہ سے ہو اور عمر بھر طاعات میں بسر کرے جیسا کہ شرح تحریر امام ابن الہمام میں فرمایا۔ کتب عقائد وفقہ واصول ان تصریحات سے مالا مال ہیں۔

رابعاً خود مسئلہ بدیہی ہے کیا جو شخص پانچ وقت قبلہ کی طرف نماز پڑھتا اور ایک وقت مہادیو کو سجدہ کر لیتا ہو کسی عاقل کے نزدیک مسلمان

ہوسکتا ہے حالانکہ اللہ کو جھوٹا کہنا یا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنا مہادیو کے سجدے سے کہیں بدتر ہے اگرچہ کفر ہونے میں برابر ہے وذلک ان الکفر بعضہ اخبث من بعض وجہ یہ کہ بت کو سجدہ علامت تکذیب خدا ہے اور علامت تکذیب عین تکذیب کے برابر نہیں ہوسکتی اور سجدے میں یہ احتمال عقلی بھی نکل سکتا ہے کہ محض[1] تحیت ومجرا مقصود ہو نہ عبادت اور محض تحیت فی نفسہ کفر نہیں ولہذا اگر مثلاً کسی عالم یا عارف کو تحیۃً سجدہ کرے گنہگار ہوگا کافر نہ ہوگا امثال بُت میں شرع نے مطلقاً حکم کفر بربنائے شعار خاص کفار رکھا ہے بخلاف بدگوئی حضور پرنور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ فی نفسہ کفر ہے جس میں کوئی احتمال اسلام نہیں ہے اور میں یہاں اس فرق پر بنا نہیں رکھتا کہ ساجد صنم کی توبہ باجماع امت مقبول ہے مگر سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کی توبہ ہزارہا ائمہ دین کے نزدیک اصلاً قبول نہیں اور اسی کو ہمارے علمائے حنفیہ سے امام بزازی وامام محقق علی الاطلاق ابن الہمام وعلامہ مولے خسرو صاحب دُرر وغرر وعلامہ زین بن نجیم صاحب بحر الرائق واشباہ

---

[1] شرح مواقف میں ہے سجودہ لہا یدل بظاہرہ انہ لیس بمصدق و نحن نحکم بالظاہر فلذا حکمنا بعدم ایمانہ لا لان عدم السجود لغیر اللہ داخل فی حقیقۃ الایمان حتی لو علم انہ لم یسجد لہا علے سبیل التعظیم واعتقاد الالٰہیۃ بل سجد لہا وقلبہ مطمئن بالتصدیق لم یحکم بکفرہ فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ ان اجری علیہ حکم الکفر فی الظاہر اھ ۱۲ منہ

والنظائر وعلامہ عمر بن نجیم صاحب نہر الفائق وعلامہ ابوعبداللہ محمد ابن عبداللہ غزلی صاحب تنویر الابصار وعلامہ خیر الدین رملی صاحب فتاوی خیریہ وعلامہ شیخی زادہ صاحب مجمع الانہر وعلامہ مدقق محمد بن علی حصکفی صاحب درمختار وغیرہم عمائد کبار علیہم رحمۃ العزیز الغفار نے اختیار فرمایا بیناان تحقیق المسئلۃ فی الفتاوی الرضویہ اس لئے کہ عدم قبول توبہ صرف حاکم اسلام کے یہاں ہے کہ وہ اس معاملہ میں بعد توبہ بھی سزائے موت دے ورنہ اگر توبہ صدق دل سے ہے تو عنداللہ مقبول ہے۔ کہیں یہ بدگو اس مسئلہ کو دستاویز نہ بنالیں کہ آخر تو توبہ قبول نہیں پھر کیوں تائب ہوں۔ نہیں نہیں توبہ سے کفر مٹ جائے گا مسلمان ہو جاؤ گے جہنم ابدی سے نجات پاؤ گے اس قدر پر اجماع ہے کما فی درالمختار وغیرہ واللہ تعالی اعلم اس فرقہ بے دین کا مکر سوم یہ ہے کہ فقہ میں لکھا ہے کہ جس میں ننانوے باتیں کفر کی ہوں اور ایک بات اسلام کی تو اس کو کافر نہ کہنا چاہیئے۔ اولاً یہ مکر خبیث سب مکروں سے بدتر وضعیف جس کا حال یہ کہ جو شخص دن میں ایک بار اذان دے یا دو رکعت نماز پڑھ لے اور ننانوے بار بت کو سجدے کرے، سنکھ پھونکے گھنٹی بجائے وہ مسلمان ہے کہ اس میں ننانوے باتیں کفر کی ہیں تو ایک اسلام کی بھی ہے حالانکہ مومن تو مومن کوئی عاقل اسے مسلمان نہیں کہہ سکتا۔ ثانیاً اس کی رو سے سوا دہریئے کے کہ سرے سے خدا کے وجود کا منکر ہو تمام کافر مشرک۔ مجوس۔ ہنود۔ نصاری۔ یہود وغیرہم دنیا بھر کے کفار سب کے سب مسلمان ٹھہرے جاتے ہیں۔ کہ اور باتوں کے تو منکر سہی آخر وجود خدا کے قائل ہیں۔ ایک یہی بات سب سے بڑھکر اسلام کی بات بلکہ تمام اسلامی باتوں کی اصل الاصول ہے خصوصاً کفار فلاسفہ و آریہ وغیرہم

کہ بزعم خود توحید کے بھی قائل ہیں اور یہود و نصاریٰ تو بڑے بھاری مسلمان ٹھہریں گے کہ توحید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بہت سے کلاموں اور ہزاروں نبیوں اور قیامت و حشر و حساب و ثواب و عذاب و جنت و نار وغیرہا بکثرت اسلامی باتوں کے قائل ہیں۔ ثالثاً اس کے رد میں قرآن عظیم کی وہ آیتیں کہ اوپر گزریں کافی و وافی ہیں جن میں باوصف کلمہ گوئی و نماز خوانی صرف ایک ایک بات پر حکم تکفیر فرمادیا کہیں ارشاد ہوا کَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وہ مسلمان ہو کر اس کلمے کے سبب کافر ہو گئے۔ کہیں فرمایا لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد حالانکہ اس مکر خبیث کی بنا پر جب تک ۹۹ سے زیادہ کفر کی باتیں جمع نہ ہو جائیں صرف ایک کلمہ پر حکم کفر صحیح نہ تھا ہاں شاید اس کا یہ جواب دیں کہ یہ خدا کی غلطی یا جلد بازی تھی کہ اس نے دائرہ اسلام تنگ کر دیا۔ کلمہ گو یوں اہل قبلہ کو دھکے دے دے کر صرف ایک ایک لفظ پر اسلام سے نکالا اور پھر زبردستی یہ کہ لا تعتذروا عذر بھی نہ کرنے دیا نہ عذر سننے کا قصد کیا۔ افسوس ہے خدا نے بیرنیچریا ندویہ لکچریا ان کے ہم خیال کسی وسیع الاسلام ریفارمر سے مشورہ نہ لیا۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ۝

رابعاً اس مکر کا جواب

تمہارا ربّ عزّ و جلّ فرماتا ہے

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ

کہ بزعم خود توحید کے بھی قائل ہیں اور یہود و نصاریٰ تو بڑے بھاری مسلمان ٹھہریں گے کہ توحید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بہت سے کلاموں اور ہزاروں نبیوں اور قیامت وحشر و حساب و ثواب و عذاب و جنت و نار وغیرہا بکثرت اسلامی باتوں کے قائل ہیں۔ ثالثاً اس کے رد میں قرآن عظیم کی وہ آیتیں کہ اوپر گزریں کافی ووافی ہیں جن میں باوصف کلمہ گوئی و نماز خوانی صرف ایک ایک بات پر حکم تکفیر فرمادیا کہیں ارشاد ہوا کَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وہ مسلمان ہو کر اس کلمے کے سبب کافر ہو گئے۔ کہیں فرمایا لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد حالانکہ اس مکر خبیث کی بنا پر جب تک ۹۹ سے زیادہ کفر کی باتیں جمع نہ ہو جائیں صرف ایک کلمہ پر حکم کفر صحیح نہ تھا ہاں شاید اس کا یہ جواب دیں کہ یہ خدا کی غلطی یا جلد بازی تھی کہ اس نے دائرہ اسلام تنگ کر دیا۔ کلمہ گو یوں اہل قبلہ کو دھکے دے دے کر صرف ایک ایک لفظ پر اسلام سے نکالا اور پھر زبردستی یہ کہ لا تعتذروا عذر بھی نہ کرنے دیا نہ عذر سننے کا قصد کیا۔ افسوس ہے خدا نے بیر نیچر یا ندویہ لکچریا ان کے ہم خیال کسی وسیع الاسلام ریفارمر سے مشورہ نہ لیا۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ ٥

رابعاً اس مکر کا جواب

تمہارا ربّ عزّوجلّ فرماتا ہے

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

توکیا اللہ کے کلام کا کچھ حصّہ مانتے ہو اور کچھ حصّے سے منکر ہو تو جو کوئی تم میں سے ایسا کرے اس کا بدلہ نہیں مگر دُنیا کی زندگی میں رسوائی اور قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب کی طرف پلٹے جائیں گے اور اللہ تمہارے کوتکوں سے غافل نہیں یہی لوگ ہیں جنھوں نے عقبیٰ بیچ کر دنیا خریدی تو نہ ان پر سے کبھی عذاب ہلکا ہو نہ ان کو مدد پہنچے۔

کلام الٰہی میں فرض کیجئے اگر ہزار باتیں ہوں توان میں سے ہر ایک بات کا ماننا ایک اسلامی عقیدہ ہے اب اگر کوئی شخص ۹۹۹ مانے اور صرف ایک نہ مانے تو قرآن عظیم فرمارہا ہے کہ وہ ان ۹۹۹ کے ماننے سے مسلمان نہیں بلکہ صرف اس ایک کے نہ ماننے سے کافر ہے۔ دُنیا میں اس کی رسوائی ہوگی اور آخرت میں اس پر سخت تسعذاب جو ابدالآباد تک کبھی موقوف ہونا کیا معنی ایک آن کو ہلکا بھی نہ کیا جائے گا کہ ۹۹ کا انکار کرے اور ایک کو مان لے تو مسلمان ٹھہرے یہ مسلمان کا عقیدہ نہیں بلکہ بشہادت قرآن عظیم خود صریح کفر ہے۔

خامساً اصل بات یہ ہے کہ فقہائے کرام پر ان لوگوں نے جیتا افترا اٹھایا انہوں نے ہرگز کہیں ایسا نہ فرمایا بلکہ اُنہوں نے بخصلت یہود يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ یہودی کو اس کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں تحریف تبدیل کر کے کچھ کا کچھ بنالیا۔ فقہائے یہ نہیں فرمایا

جس شخص میں ننانوے باتیں کفر کی اور ایک اسلام کی ہو وہ مسلمان ہے حاشا اللہ بلکہ تمام امت کا اجماع ہے کہ جسمیں ننانوے ہزار باتیں اسلام کی اور ایک کفر کی ہو وہ یقیناً قطعاً کافر ہے۔ ننانوے قطرے گلاب میں ایک بوند پیشاب پڑجائے سب پیشاب ہوجائے گا مگر یہ جاہل کہتے ہیں کہ ننانوے قطرے پیشاب میں ایک بوند گلاب ڈال دو سب طیب وطاہر ہوجائے گا حاشا کہ فقہا تو فقہا کوئی ادنٰی تمیز والا بھی ایسی جہالت بکے۔ بلکہ فقہائے کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جس مسلمان سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس میں سو پہلو نکل سکیں ان میں ننانوے پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں، اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہوجائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے کہ آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو اور ساتھ ہی یہ فرماتے ہیں کہ اگر واقع میں اس کی مراد کوئی پہلوئے کفر ہے تو ہماری تاویل سے اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا وہ عنداللہ کافر ہی ہوگا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً زید کہے عمرو کو علم قطعی یقینی غیب کا ہے اس کلام میں اتنے پہلو ہیں (۱) عمرو اپنی ذات سے غیب داں ہے یہ صریح کفر و شرک ہے۔ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔ (۲) عمرو تو آپ تو غیب داں نہیں مگر جن علم غیب رکھتے ہیں ان کے بتانے سے اسے غیب کا علم یقینی حاصل ہوجاتا ہے یہ بھی کفر ہی تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ (۳) عمرو نجومی ہے (۴) رمال ہے (۵) سامندرک جانتا ہاتھ دیکھتا ہے (۶) کوے وغیرہ کی آواز (۷) حشرات الارض کے بدن پر گرنے۔

(۸) کسی پرندے یا وحشی چرندے کے دہنے یا بائیں نکل کر جانے (۹) آنکھ یا دیگر اعضا کے پھڑکنے سے شگون لیتا ہے (۱۰) پانسہ پھینکتا ہے (۱۱) فال دیکھتا ہے (۱۲) حاضرات سے کسی کو معمول بنا کر اس سے احوال پوچھتا ہے (۱۳) مسمریزم جانتا ہے (۱۴) جادو کی میز (۱۵) روحوں کی تختی سے حال دریافت کرتا ہے (۱۶) قیافہ داں ہے (۱۷) علم زایرجہ سے واقف ہے ان ذرائع سے اسے علم غیب کا علم قطعی یقینی ہے ملتا ہے۔ یہ سب بھی کفر ہیں[ل]۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من اتی عرافًا اوکاھنًا فصدقہ بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رواہ احمد والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولاحمد و ابی داؤد عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقد بریٔ مما نزل علی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۱۸) عمرو پر وحی رسالت آتی ہے اس کے سبب غیب کا علم یقینی پاتا ہے جس طرح رسولوں کو ملتا تھا یہ اشد کفر ہے۔ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ۠ (۱۹) وحی تو نہیں آتی مگر بذریعۂ الہام جمیع غیوب اس پر منکشف ہوگئے ہیں اس کا علم تمام معلومات الٰہی کو محیط ہوگیا ہے۔ یہ یوں کفر ہے کہ اس نے عمرو کو علم میں حضور پُر نور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ترجیح دے دی کہ حضور کا علم بھی جمیع معلومات الٰہی کو محیط نہیں قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ من قال فلان اعلم منہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقد عابہ فحکمہ حکم السباب نسیم الریاض

[ل] یعنی جبکہ ان کی وجہ سے غیب کے علم کا قطعی یقینی کا ادعا کیا جائے جیسا کہ نفس کلام میں مذکور ہے۔

(۲۰) جمیع کا احاطہ نہ سہی مگر جو علوم غیب اسے الہام سے ملے اُن میں ظاہراً باطناً کسی طرح کسی رسول انس و ملک کی وساطت و تبعیت نہیں اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ رسول اصالتاً اسے غیوب پر مطلع کیا یہ بھی کفر ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (۲۱) عمرو کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطہ سے سمعاً یا عیناً یا الہاماً بعض غیوب کا علم قطعی اللہ عزوجل نے دیا یا دیتا ہے یہ احتمال خالص اسلام سے ہے تو محققین فقہا اس قائل کو کافر نہ کہیں گے کہ اگرچہ اس کی بات کے اکیس پہلوؤں میں بیس کفر ہیں مگر ایک اسلام کا بھی ہے احتیاط و تحسین ظن کے سبب اُس کا کلام اُسی پہلو پر حمل کرینگے جبتک ثابت نہ ہو کہ اس نے کوئی پہلوئے کفر ہی مراد لیا۔ نہ کہ ایک ملعون کلام تکذیب خدا یا تنقیص شانِ سید انبیا علیہ وعلیہم الصلوۃ والثنا میں صاف صریح ناقابل تاویل و توجیہ ہو اور پھر بھی حکم کفر نہ ہو اب تو اسے کفر نہ کہنا کفر کو اسلام ماننا ہوگا اور جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے ابھی شفا و بزازیہ و درر و بحر و نہر و فتاویٰ خیریہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا کتب معتمدہ سے سُن چکے کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان کرے کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے مگر یہودی منش لوگ فقہائے کرام پر افترائے سخیف اور انکے کلام میں تبدیل و تحریف کرتے ہیں وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ شرح فقہ اکبر میں ہے قد ذکروا ان المسئلۃ المتعلقۃ بالکفر اذا کان لھا تسع وتسعون احتمالا لکفر و

احتمال واحد فی نفیہ فالاولیٰ للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال النافی۔ فتاوی خلاصہ وجامع الفصولین ومحیط وفتاوی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے اذا کانت فی المسئالۃ وجوہ توجب التکفیر ووجہ واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی والقاضی ان یمیل الٰی ذالک الوجہ ولا یفتی بکفرہ تحسینا للظن بالمسلم ثم ان کانت نیۃ القائل الوجہ الذی یمنع التکفیر فھو مسلم وان لم یکن لا ینفعہ حمل المفتی کلامہ علی وجہ لا یوجب التکفیر۔ اسی طرح فتاویٰ بزازیہ وبحر الرائق ومجمع الانہر وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے۔ تاتارخانیہ وبحر وسل الحسام وتنبیہ الولاۃ وغیرہا میں ہے لا یکفر بالمحتمل لان الکفر نہایۃ فی العقوبۃ فلیستدعی نہایۃ فی الجنایۃ ومع الاحتمال لا نہایۃ۔ بحرائق وتنویر الابصار وحدیقہ ندیہ وتنبیہ الولاۃ وسل الحسام وغیرہا میں ہے والذی تحرر انہ لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن الخ دیکھو ایک لفظ کے چند احتمال میں کلام ہے نہ کہ ایک شخص کے چند اقوال میں مگر یہ وہی بات کو تحریف کر دیتے ہیں۔ فائدہ جلیلہ اس تحقیق سے یہ بھی روشن ہو گیا کہ بعض فتاوے مثل فتاوے قاضی خاں وغیرہ میں ہے جو اس شخص پر کہ اللہ ورسول کی گواہی سے نکاح کرے یا کہے ارواحِ مشائخ حاضر وواقف ہیں یا کہے ملائکہ غیب جانتے ہیں بلکہ کہے مجھے غیب معلوم ہے حکم کفر دیا اُن سے مراد وہی صورت کفریہ مثل ادعائے علم ذاتی وغیرہ ہے ورنہ ان اقوال میں تو ایک چھوڑ متعدد احتمال اسلام کے ہیں کہ یہاں علم غیب قطعی یقینی کی تصریح نہیں اور علم کا

اطلاق ظن پر شائع وذائع ہے تو علم ظنی کی شق بھی پیدا ہو کر اکیس کی جگہ بیالیس احتمال نکلیں گے اور ان میں بہت سے کفر سے جدا ہوں گے کہ غیب کے علم ظنی کا ادعا کفر نہیں۔ بحر الرائق و ردالمحتار میں ہے علم من مسائلهم هنا ان من استحل ما حرمه الله تعالیٰ علی وجه الظن لا يكفر وانما يكفر اذا اعتقد الحرام حلالا اھ ونظيره ما ذكره القرطبي في شرح مسلم ان ظن الغيب جائز كظن منجم والرمال بوقوع شیٔ في المستقبل بتجربة امر عادي فهو ظن صادق والممنوع ادعاء علم الغيب والظاهر ان ادعاء ظن الغيب حرام لا كفر بخلاف ادعاء العلم اھ زاد في البحر الا ترى انهم قالوا في نكاح المحرم لو ظن الحل لا يحد بالاجماع ويعزر كما في الظهيرية وغيرها ولم يقل احد انه يكفر وكذا في نظائره اھ تو کیونکر ممکن کہ علما باوصف ان تصریحات کے ایک احتمال اسلام بھی نافع کفر ہے جہاں بکثرت احتمالات اسلام موجود ہیں حکم کفر لگائیں۔ لاجرم اس سے مراد وہی خاص احتمال کفر ہے مثل ادعائے علم ذاتی وغیرہ ورنہ یہ اقوال آپ ہی باطل اور ائمہ کرام کی اپنی ہی تحقیقات عالیہ کے مخالف ہو کر خود ذاہب وزائل ہوں گے اس کی تحقیق جامع الفصولین وردالمحتار وحاشیہ علامہ نوح وملتقط وفتاویٰ حجہ وتاتارخانیہ ومجمع الانہر وحدیقہ ندیہ وسل الحسام وغیرہا کتب میں ہے۔ نصوص عبارات رسائل علم غیب مثل اللؤلؤ المکنون وغیرہا میں ملاحظہ ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

یہاں صرف حدیقہ ندیہ شریف کے یہ کلمات شریف بس ہیں۔ جميع ما وقع في كتب الفتاوی من كلمات صرح المصنفون فيها بالجزم بالكفر

یکون الکفر فیھا محمولا علی ارادۃ قائلہا معنی عللوا بہ الکفر اذ لم تکن ارادۃ قائلھا ذالك فلا کفر اھ مختصراً یعنی کتب فتاویٰ میں جتنے الفاظ پر حکم کفر کا جزم کیا ہے ان سے مراد وہ صورت ہے کہ قائل نے ان سے پہلوئے کفر مراد لیا ہو ورنہ ہرگز کفر نہیں **ضروری تنبیہ** احتمال وہ معتبر ہے جس کی گنجایش ہو۔ صریح بات میں تاویل نہیں سُنی جاتی ورنہ کوئی بات بھی کفر نہ رہے مثلاً زید نے کہا خدا دو ہیں اس میں یہ تاویل ہو جائے کہ لفظ خدا سے بحذف مضاف حکم خدا مراد ہے یعنی قضا دو ہیں مبرم و معلق جیسے قرآن عظیم میں فرمایا اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَ اللّٰهُ ای امر اللہ عمرو کہے میں رسول اللہ ہوں اس میں یہ تاویل گڑھ لی جائے کہ لغوی معنی مراد ہیں یعنی خدا ہی نے اس کی روح بدن میں بھیجی۔ ایسی تاویلیں زنہار مسموع نہیں۔ شفا شریف میں ہے ادعاؤہ التاویل فی لفظ صراح لا یقبل صریح لفظ میں تاویل کا دعویٰ نہیں سُنا جاتا۔ شرح شفائے قاری میں ہے۔ ھو مردود عند قواعد الشرعیہ ایسا دعوے شریعت میں مردود ہے۔ نسیم الریاض میں ہے لا یلتفت لمثلہ ویعد ھذیانا۔ ایسی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا۔ اور وہ ہذیان سمجھی جائے گی۔ فتاویٰ خلاصہ وفصول عمادیہ وجامع الفصولین وفتاویٰ ہندیہ وغیرہا میں ہے واللفظ للعمادی قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیۃ من پیغمبرم یرید بہ من پیغام می برم یکفر اگر کوئی شخص اپنے آپ کو اللہ کا رسول یا پیغمبر کہے اور معنی یہ لے کہ میں پیغام لے جاتا ہوں قاصد ہوں تو وہ کافر ہو جائیگا یہ تاویل نہ سُنی جائیگی۔ فاحفظ۔ **مکر چہارم** انکار یعنی جس نے ان بدگویوں کی کتابیں نہ دیکھیں اسکے سامنے

صاف مکر جاتے ہیں کہ ان لوگوں نے یہ کلمات کہیں نہ کہے اور جو ان کی چھپی ہوئی کتابیں تحریریں دکھا دیتا ہے اگر ذی علم ہوا تو ناک چڑھا کر منھ بنا کر چل دیئے یا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بکمال بیحیائی سے صاف کہدیا کہ آپ معقول بھی کر دیجیے تو میں وہی کہے جاؤں گا۔ اور بے چارہ بے علم ہوا تو اس سے کہدیا ان عبارتوں کا یہ مطلب نہیں اور آخر ہے کیا یہ در بطن قائل۔ اس کے جواب کو وہی آیۃ کریمہ کافی ہے کہ یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَۃَ الْکُفْرِ وَکَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِھِمْ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ اُنہوں نے نہ کہا حالانکہ بیشک ضرور وہ یہ کفر کے بول بولے اور مسلمان ہوئے پیچھے کافر ہو گئے۔ ع

ہوتی آئی ہے کہ انکار کیا کرتے ہیں

ان لوگوں کی وہ کتابیں[۱] جن میں یہ کلمات کفریہ ہیں مدتوں سے اُنہوں نے خود اپنی زندگی میں چھاپ کر شائع کیں اور ان میں بعض دو دو[۲] بار چھپیں مدتہا مدت سے علمائے اہلسنت نے ان کے رَد چھاپے مواخذے کئے وہ فتوے[۳] جس میں اللہ تعالیٰ کو صاف صاف کاذب جھوٹا مانا ہے اور جس کی اصل مُہری دستخطی اس وقت تک محفوظ ہے اور اس کے فوٹو بھی لئے گئے جن میں سے ایک فوٹو جو کہ علمائے حرمین شریفین کو دکھانے کے لئے مع دیگر کتب دشنامیان گیا تھا سرکار مدینہ طیبہ میں بھی موجود ہے یہ تکذیب خدا کا ناپاک فتوے اٹھارہ برس ہوئے ربیع الآخر سنہ ۱۳۰۸ھ

---

[۱] یعنی براہین قاطعہ وحفظ الایمان وتحذیر الناس وکتب قادیانی وغیرہ ۱۲ کاتب عفی عنہ

[۲] جیسے براہین قاطعہ وحفظ الایمان ۱۲ کاتب عفی عنہ

[۳] یعنی فتوائے گنگوہی صاحب ۱۲ کاتب عفی عنہ

میں رسالہ صیانۃ الناس کے ساتھ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ میں مع
رد کے شائع ہو چکا پھر ۱۳۱۸ھ میں مطبع گلزار حسنی بمبئی میں اس کا اور
مفصل رد چھپا پھر ۱۳۲۰ھ میں پٹنہ عظیم آباد مطبع تحفہ حنفیہ میں اس کا
اور قاہر رد چھپا اور فتوے دینے والا جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ میں مرا
اور مرتے دم تک ساکت رہا نہ یہ کہا کہ وہ فتویٰ میرا نہیں حالانکہ خود چھاپی
ہوئی کتابوں سے فتوے کا انکار کر دینا سہل تھا نہ یہی بتایا کہ مطلب وہ
نہیں جو علمائے اہل سنت بتا رہے ہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ کفر صریح
کی نسبت کوئی سہل بات تھی جس پر التفات نہ کیا۔ زید سے اس کا ایک
مہری فتویٰ اس کی زندگی و تندرستی میں علانیہ نقل کیا جائے اور وہ قطعاً
صریح یقیناً کفر ہو اور سالہا سال اس کی اشاعت ہوتی رہے لوگ اس کا
رد چھاپا کریں زید کو اس کی بنا پر کافر بتایا کریں۔ زید اس کے بعد پندرہ
برس جئے اور یہ سب کچھ دیکھے سنے اور اس فتوے کی اپنی طرف نسبت
سے انکار اصلاً شائع نہ کرے بلکہ دم سادھے رہے یہاں تک کہ دم نکل جائے
کیا کوئی عاقل گمان کر سکتا ہے کہ اس نسبت سے اسے انکار تھا یا اس کا
مطلب کچھ اور تھا اور ان میں کے جو زندہ ہیں آج کے دم تک ساکت ہیں
نہ اپنی چھاپی کتابوں سے منکر ہو سکتے ہیں نہ اپنی دشناموں کا اور مطلب
گڑھ سکتے ہیں۔ ۱۳۲۰ھ میں ان کے تمام کفریات کا مجموعہ یکجائی رد شائع
ہوا۔ پھر ان دشناموں کے متعلق کچھ عائد مسلمین علمی سوالات ان[۱] میں کے
سرغنہ کے پاس لے گئے۔ سوالوں پر جو حالت سراسیمگی پیدا ہوئی دیکھنے والوں سے

[۱] یعنی تھانوی صاحب ۱۲ کاتب عفی عنہ

اس کی کیفیت پوچھئے مگر اس وقت بھی نہ ان تحریرات سے انکار ہو سکا نہ کوئی مطلب گڑھنے پر قدرت پائی بلکہ کہا تو یہ کہا کہ "میں مباحثہ کے واسطے نہیں آیا نہ مباحثہ چاہتا ہوں۔ میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں معقول بھی کر دیجئے تو وہی کہے جاؤں گا۔" وہ سوالات اور اس واقعہ کا مفصل ذکر بھی جبھی ۱۵ رجادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ کو چھاپ کر سرغنہ واتباع سب کے ہاتھ میں دیدیا گیا اسے بھی یہ چوتھا سال ہے صدائے برنخاست ان تمام حالات کے بعد وہ انکاری مکر ایسا ہی ہے کہ سرے سے یہی کہہ دیجئے کہ اللہ ورسول کو یہ دشنام دہندہ لوگ دنیا میں پیدا ہی نہ ہوئے یہ سب بناوٹ ہے اس کا علاج کیا ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ حیا دے۔

مکر پنجم - جب حضرات کو کچھ نہیں بن پڑتی کسی طرف مفر نظر نہیں آتی، اور یہ توفیق اللہ واحد قہار نہیں دیتا کہ توبہ کریں اللہ عزوجل اور محمد الرسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں جو گستاخیاں بکیں جو گالیاں دیں ان سے باز آئیں جیسے گالیاں چھاپیں ان سے رجوع کا بھی اعلان دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ جب تو بدی کرے تو فوراً توبہ کر خفیہ کی خفیہ اور علانیہ کی علانیہ۔ رواہ الامام احمد فی الزھد والطبرانی فی الکبیر والبیھقی فی الشعب عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن جید اور بفحوائے کریمہ یصدون عن سبیل اللہ یبغونہا عوجا راہ خدا سے روکنا ضرور ناچار عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دہاڑے اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علمائے اہلسنت کے فتوائے تکفیر

کا کیا اعتبار یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے ہیں۔ اسمٰعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا مولوی اسحاق صاحب کو کہدیا مولوی عبدالحیٔ صاحب کو کہدیا پھر جن کی حیا اور بڑھی ہوئی ہے وہ اتنا اور ملاتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو کہدیا۔ مولنا شاہ ولی اللہ صاحب کو کہدیا حاجی امداد اللہ کو کہدیا۔ مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب کو کہدیا پھر جو پورے ہی حد حیا سے اونچے گزر گئے وہ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ عیاذاً باللہ عیاذاً باللہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو کہدیا۔ غرض جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انہوں نے اسے کافر کہدیا اور یہاں تک کہ ان میں کے بعض بزرگواروں نے مولنا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی مرحوم و مغفور سے جا کر جڑ دی کہ معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ کو کافر کہدیا۔ مولنا کو اللہ تعالیٰ جنت عالیہ عطا فرمائے انہوں نے آیۂ کریمہ اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا پر عمل فرمایا خط لکھکر دریافت کیا جس پر یہاں سے رسالہ انجا۔ البری عن وسواس المفتری لکھکر ارسال ہوا اور مولنا نے مفتری کذاب پر لاحول شریف کا تحفہ بھیجا۔ غرض ہمیشہ ایسے ہی افترا اٹھایا کرتے ہیں اس کا جواب وہ ہے جو

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے

اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ؕ

جھوٹے افترا وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے" اور

فرماتا ہے فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝
ہم اللہ کی لعنت ڈالیں جھوٹوں پر

مسلمانو اس مکر مکر سخیف وکید ضعیف کا فیصلہ کچھ دشوار نہیں ان صاحبوں سے ثبوت مانگو کہ کہدیا کہدیا فرماتے ہو کچھ ثبوت بھی رکھتے ہو کہاں کہدیا کس کتاب کس رسالے کس فتوے کس پرچہ میں کہدیا ہاں ہاں ثبوت رکھتے ہو تو کس دن کے لئے اُٹھا رکھا ہے دکھاؤ، اور نہیں دکھا سکتے اور اللہ جانتا ہے کہ نہیں دکھا سکتے تو دیکھو یہ قرآن عظیم تمہارے کذاب ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ مسلمانو!

تمہارا ربّ عزّوجلّ فرماتا ہے

فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝
جب ثبوت نہ لاسکیں تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں

مسلمانو آزمائے کو کیا آزمانا۔ بارہا ہو چکا کہ ان حضرات نے بڑے زور شور سے یہ دعوے کئے اور جب کسی مسلمان نے ثبوت مانگا فوراً پیٹھ پھیر گئے اور پھر مُنھ نہ دکھا سکے مگر حیا اتنی ہے کہ وہ رٹ جو مُنھ کو لگ گئی ہے نہیں چھوڑتے اور چھوڑیں کیونکر کہ مرتا کیا نہ کرتا اب خدا و رسول کو گالیاں دینے والوں کے کفر پر پردہ ڈالنے کا آخری حیلہ یہی رہ گیا ہے کہ کسی طرح عوام بھائیوں کے ذہن میں جم جائے کہ علمائے اہل سنت یونہیں بلا وجہ لوگوں کو کافر کہدیا کرتے ہیں۔ ایسا ہی ان دشنامیوں کو بھی کہہ دیا ہوگا۔

مسلمانو! ان مفتریوں کے پاس ثبوت کہاں سے آیا کہ من
کا ثبوت ہی کیا وَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ کَیْدَ الْخَائِنِیْنَ
ان کا ادعائے باطل تو اسی قدر سے باطل ہوگیا۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے

قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ
لاؤ اپنی برہان اگر سچے ہو۔ اس سے زیادہ ہمیں حاجت
نہ تھی مگر بفضلہ تعالیٰ ہم ان کی کذابی کا وہ روشن ثبوت دیں
کہ ہر مسلمان پر ان کا مفتری ہونا آفتاب سے زیادہ ظاہر ہو جائے
ثبوت بھی بحمد اللہ تعالیٰ تحریری وہ بھی چھپا ہوا۔ وہ بھی نرآج کا
بلکہ سالہا سال کا جن کی تکفیر کا اہتمام علمائے اہلسنت پر رکھا
ان میں سب سے زیادہ گنجایش اگر ان صاحبوں کو ملتی تو اسمٰعیل
دہلوی میں کہ بیشک علمائے اہلسنت نے اس کے کلام میں بکثرت
کلمات کفریہ ثابت کئے اور شائع فرمائے بایں ہمہ

اولاً سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح
دیکھئے کہ بار اول ۱۳۰۹ھ میں لکھنؤ مطبع انوار محمدی میں چھپا،
جس میں بدلائل قاہرہ دہلوی مذکور اور اس کے اتباع پر چھتر
وجہ سے لزوم کفر ثابت کرکے حکم اخیر یہی صفحہ ۹۰ پر یہی لکھا کہ

علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے وھو
الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوی وھو المذھب

وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد۔

یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتویٰ ہوا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامت اور اسی میں استقامت ثانیاً الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوھابیہ"۔ دیکھئے جو خاص اسمٰعیل دہلوی اور اسکے متبعین ہی کے رد میں تصنیف ہوا اور بار اول شعبان ۱۳۱۶ھ میں عظیم آباد مطبع تحفہ حنفیہ میں چھپا جس میں نصوص جلیلہ قرآن مجید واحادیث صحیحہ وتصریحات ائمہ سے بحوالہ صفحات کتب معتمدہ اس پر ستر وجہ بلکہ زائد سے لزوم کفر ثابت کیا اور بالآخر یہی لکھا صفہ ۶۲

" ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار (یعنی کافر کہنے سے) کف لسان (یعنی زبان روکنا) ماخوذ ومختار ومناسب، واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

ثالثاً سل السیوف الھندیہ علیٰ کفریات بابا النجدیہ" ۱۳۱۲ھ دیکھئے کہ صفر ۱۳۱۶ھ میں عظیم آباد میں چھپا اس میں بھی اسمٰعیل دہلوی اور اس کے متبعین پر بوجوہ قاہرہ لزوم کفر کا ثبوت دے کر صفحہ ۲۱ و ۲۲ پر لکھا یہ حکم فقہی متعلق بکلمات سفہی تھا مگر اللہ تعالیٰ بیشمار رحمتیں بیحد برکتیں ہمارے علمائے کرام پر کہ یہ جو کچھ دیکھتے طائفہ کے پیر سے بات بات پر سچے مسلمانوں کی نسبت حکم

کفر و شرک سنتے ہیں باایں ہمہ نہ شدت غضب وامین احتیاط
ان کے ہاتھ سے چھڑاتی ہے نہ قوت انتقام حرکت میں آتی وہ
اب تک یہی تحقیق فرمارہے ہیں کہ لزوم والتزام میں فرق ہے
اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات اور قائل کو فرمان لینا اور بات
ہم احتیاط برتیں گے سکوت کریں گے جب تک ضعیف
سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے اھ
مختصراً۔ رابعاً ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار
دیکھئے کہ بار اول ۱۳۱۷ھ میں عظیم آباد میں چھپا اس میں صنا
پر لکھا ہم اس باب میں قول متکلمین اختیار کرتے ہیں ان میں
جو کسی ضروری دین کا منکر نہیں نہ ضروری دین کے کسی منکر کو
مسلمان کہتا ہے اسے کافر نہیں کہتے۔
خامساً اسمٰعیل دہلوی کو جانے دیجئے یہی دشنامی لوگ
جن کے کفر پر اب فتویٰ دیا ہے جب تک ان کی صریح دشنامیوں
پر اطلاع نہ تھی مسئلہ امکان کذب کے باعث ان پر اٹھتر وجہ سے
لزوم کفر ثابت کر کے سبحٰن السبوح میں بالآخر صنٰہ طبع اول پر یہی لکھا
کہ حاشا للہ ہزار ہزار بار حاشا للہ میں ہرگز ان کی تکفیر
پسند نہیں کرتا۔ ان مقتدیوں میں یعنی مدعیان جدید کو ابھی تک
مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت و ضلالت میں شک نہیں

اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں
ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل لاالٰہ الا اللہ کی تکفیر
سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن
نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف

محمل بھی باقی نہ رہے فان الاسلام یعلوا ولا یعلی۔

مسلمانو مسلمانو تمہیں اپنا دین وایمان اور روز قیامت وحضور بارگاہ رحمٰن یاد دلا کر استفسار ہے کہ جس بندۂ خدا کی دربارۂ تکفیر یہ شدید احتیاط یہ جلیل تصریحات اُس پر تکفیر تکفیر کا افترا کتنی بیحیائی کیسا ظلم کتنی گھنونی ناپاک بات۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اور جو کچھ وہ فرماتے ہیں قطعاً حق فرماتے ہیں۔ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت جب تجھے حیا نہ رہے تو جو کچھ چاہے کر ع بےحیا باش وانچہ خواہی کن ۞

مسلمانو! یہ روشن ظاہر واضح قاہر عبارات تمہارے پیش نظر ہیں جنہیں چھپے ہوئے دس دس اور بعض کو سترہ ۱۷ اور تصنیف کو ۱۹ سال ہوئے اور ان دشنامیوں کی تکفیر تو اب چھ سال یعنی ۱۳۲۰ھ سے ہوئی ہے جب سے المعتمد المستند چھپی) ان عبارات کو بغور نظر فرماؤ اور اللہ ورسول کے خوف کو سامنے رکھکر انصاف کرو یہ عبارتیں فقط ان مفتریوں کا افترا ہی رد نہیں کرتیں بلکہ صراحۃً صاف صاف شہادت دے رہی ہیں کہ ایسی عظیم احتیاط والے نے ہرگز ان دشنامیوں کو کافر نہ کہا جب تک یقینی قطعی واضح روشن جلی طور سے ان کا صریح کفر

آفتاب سے زیادہ ظاہر نہ ہولیا جس میں اصلاً اصلاً ہرگز ہرگز کوئی گنجایش
کوئی تاویل نہ نکل سکی کہ آخر یہ بندۂ خدا وہی تو ہے جو ان کے اکابر پر ستتر
ستتر وجہ سے لزوم کفر کا ثبوت دیکر یہی کہتا ہے کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے

جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوجائے اور حکم

اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے یہ بندۂ خدا
وہی تو ہے جو خود ان دشنامیوں کی نسبت (جب تک ان کی ان
دشنامیوں پر اطلاع یقینی نہ ہوئی نہ تھی) اٹھتر وجہ سے بحکم فقہائے
کرام لزوم کفر کا ثبوت دیکر یہی لکھ چکا تھا کہ ہزار ہزار بار حاش للہ
میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔ جب کیا ان سے ملاپ تھا اب
رنجش ہوگئی جب ان سے جائداد کی شرکت نہ تھی اب پیدا ہوئی۔
حاش للہ مسلمانوں کا علاقہ محبت وعداوت صرف محبت وعداوت
خدا ورسول ہے جب تک ان دشنام دہوں سے دشنام[1] صادر نہ
ہوئی یا اللہ ورسول کی جناب میں ان کی دشنام[2] نہ دیکھی سُنی تھی اس
وقت تک کلمہ گوئی کا پاس لازم تھا غایت احتیاط سے کام لیا حتے کہ

---

[1] جیسے تھانوی صاحب کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں انکی سخت گالی سنہ ۱۳۱۹ھ میں چھپی اس سے پہلے اپنے آپ کو سُنی ظاہر کرتے بلکہ ایک وقت وہ تھا کہ مجلس میلاد مبارک وقیام میں شریک اہل اسلام ہوتے ۱۲ کاتب عفی عنہ

[2] جیسے گنگوہی صاحب وانبٹھی صاحب کہ ان کے اپنے قول کی نسبت میرٹھ سے سوال آیا تھا کہ خدا جھوٹا ہوسکتا ہے اس کے بعد معلوم ہوا کہ شیطان کا علم رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتاتے ہیں پھر گنگوہی صاحب کا وہ فتویٰ

فقہائے کرام کے حکم سے طرح طرح ان پر کفر لازم تھا مگر احتیاطاً ان کا ساتھ نہ دیا اور متکلمین عظام کا مسلک اختیار کیا جب صاف صریح انکار ضروریات دین و دشنام دہی رب العلمین و سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم اجمعین آنکھ سے دیکھی تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا کہ اکابر ائمہ دین کی تصریحیں سُن چکے کہ من شك فی عذابه وکفره فقد کفر جو ایسے کے معذب و کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے۔ اپنا اور اپنے دینی بھائیوں عوام اہل اسلام کا ایمان بچانا ضرور تھا۔ لاجرم حکم کفر دیا اور شائع کیا۔ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝

تمہارا ربّ عزّ وجلّ فرماتا ہے

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

کہدو کہ آیا حق اور مٹا باطل باطل کو ضرور مٹنا ہی تھا۔

اور فرماتا ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ڐ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ

دین میں کچھ جبر نہیں حق راہِ انصاف جدا ہوگئی ہے گمراہی سے

یہاں چار مرحلے تھے (۱) جو کچھ دشنامیوں نے لکھا چھاپا ضرور وہ اللہ

کر خدا جھوٹا ہے جو اسے جھوٹا کہے مسلمان سنی صالح ہے جب چھپا ہوا نظر سے گزرا کمال احتیاط یہ کہ دوسروں کا چھپوایا ہوا تھا اس پر تیقن نہ کیا جس کی بناء پر تکفیر ہو جب وہ اصلی فتویٰ گنگوہی صاحب مہری دستخطی خود آنکھ سے دیکھا اور بار بار چھپنے پر بھی گنگوہی صاحب نے سکوت کیا تو اُسکے صدق پر اعتبار کافی ہوا یوں ہی قادیانی دجال کی کتابیں جبتک آپ نہ دیکھیں

و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہی ہے (۳) جو انہیں کافر نہ کہے جو ان کا پاس لحاظ رکھے جو ان کی استادی یا رشتے یا دوستی کا خیال کرے وہ بھی انہیں میں سے انہیں کی طرح کافر ہے، قیامت میں ان کے ساتھ ایک رسّی میں باندھا جائے گا۔
(۴) جو عذر و مکر و جہّال وضلال یہاں کرتے ہیں سب باطل و ناروا و پادر ہوا ہیں۔ یہ چاروں بحمد اللہ تعالیٰ بروجہ اعلیٰ واضح و روشن ہو گئے جن کے ثبوت قرآن عظیم ہی کی آیات کریمہ نے دیئے۔ اب ایک پہلو پر جنت و سعادت سرمدی دوسری طرف شقاوت و جہنم ابدی ہے جسے جو پسند آئے اختیار کرے مگر اتنا سمجھ لو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن چھوڑ کر زید و عمرو کا ساتھ دینے والا کبھی فلاح نہ پائے گا۔ باقی ہدایت رب العزّت کے اختیار ہے۔ بات بحمد اللہ تعالیٰ ہر ذی علم مسلمان کے نزدیک اعلیٰ بدیہیات سے تھی مگر ہمارے عوام بھائیوں کو مہریں دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے مہریں علمائے کرام حرمین طیبین سے زائد کہاں کی ہونگی جہاں سے دین آغاز ہوا اور بحکم احادیث صحیحہ کبھی وہاں شیطان کا دورہ نہ ہوگا لہٰذا اپنے عام بھائیوں کی زیارت اطمینان کو مکۂ معظمہ و مدینۂ منورہ کے علمائے کرام اور مفتیان عظام کے حضور فتویٰ پیش ہوا۔ جس خوش الطلوبی و جوش دینی سے ان عمائد اسلام نے تصدیقیں فرمائیں بحمد اللہ تعالےٰ

اسکی تکفیر پر جزم نہ کیا جبتک صرف مہدی عیسیٰ مسیح بننے کی خبر سُنی تھی جس نے دریافت کیا یہی کہا کہ مجنون معلوم ہوتا ہے اب امرتسر سے ایک فتویٰ اسکی تکفیر کا بمہر و دستخط کا آیا ہی جسمیں اسکی کفریہ عبارتیں بحوالہ صفحات منقول تھیں اس پر بھی اتنا لکھا کہ اگر یہ اقوال مرزا کی تحریروں میں ہیں تو وہ یقیناً کافر دیکھو رسالہ السو و العقاب علی المسیح الکذاب ص۱۰ ہاں جب اسکی کتابیں بچشم خود دیکھیں اسکے کافر مرتد ہونے کا قطعی حکم دیا ۱۲ کاتب عفی عنہ

آدابِ حاضری

امام احمد رضا قدس سرہٗ

بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) زیارت اقدس قریب ہوا جب ہے بہت لوگ دوست بن کر طرح طرح ڈراتے ہیں۔ راہ میں خطرہ ہے۔ وہاں بیماری ہے۔ خبردار کسی کی نہ سنو اور ہرگز محرومی کا داغ لے کر نہ پلٹو۔ جان ایک دن جانی ضرور ہے اس سے کیا بہتر کہ ان کی راہ میں جائے اور تجربہ ہے کہ جو ان کا دامن تھام لیتا ہے اسے اپنے سایہ میں بآرام لیجاتے ہیں۔ کیل کا کھٹکا نہیں ہوتا ہے۔ والحمد للہ۔

(۲) حاضری میں خاص زیارتِ اقدس کی نیت کرو یہاں تک کہ امام بن الہمام فرماتے ہیں۔ اس بار مسجد شریف کی بھی نیت نہ کرے۔

(۳) راستہ بھر درود و ذکر شریف میں ڈوب جاؤ (۴) جب حرمِ مدینہ نظر آئے بہتر کہ پیادہ ہو لو۔ روتے سر جھکاتے آنکھیں نیچے کیے اور ہو سکے تو ننگے پاؤں چلو بلکہ۔

جائے سراست اینکہ تو پامی نہی   پائے نہ بینی کہ کجا می نہی

حرم کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا   ارے سر کا موقع ہے او جانیوالے

جب قبۂ انور پر نگاہ پڑے درود و سلام کی کثرت کرو۔

(۶) جب شہر اقدس تک پہنچو جلال و جمالِ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصور میں غرق ہو جاؤ۔

(۷) حاضری مسجد سے پہلے تمام ضروریات جن کا لگا دل بٹنے کا باعث ہو نہایت جلد فارغ ہو۔ ان کے سوا کسی بیکار بات میں مشغول نہ ہو معاً وضو اور مسواک کرو اور غسل بہتر، سفید و پاکیزہ کپڑے پہنو۔ اور نئے بہتر، سرمہ اور خوشبو لگاؤ اور مشک افضل ہے۔

(۸) اب فوراً آستانہ اقدس کی طرف نہایت خشوع و خضوع سے متوجہ ہو، رونا نہ آئے تو رونے کا منہ بناؤ اور دل کو بزور رونے پر لاؤ اور اپنی سنگدلی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف التجا کرو۔

(۹) جب درِ مسجد پر حاضر ہو صلاۃ و سلام عرض کر کے تھوڑا ٹھہرو جیسے سرکار سے حاضری کی اجازت مانگتے ہو۔ بسم اللہ کہہ کر سیدھا پاؤں پہلے رکھ کر ہمہ تن ادب ہو کر داخل ہو۔

(۱۰) اس وقت جو ادب و تعظیم فرض ہے ہر مسلمان کا دل جانتا ہے، آنکھوں، کان، زبان، ہاتھ پاؤں

دل سب خیالِ غیر سے پاک کرو۔ مسجد اقدس کے نقش و نگار نہ دیکھو۔

(۱۱) اگر کوئی ایسا سامنے آجائے جس سے سلام کلام ضرور ہو تو جہاں تک بنے کترا جاؤ ورنہ ضرورت سے نہ بڑھو پھر بھی دل سرکار ہی کی طرف ہو۔

(۱۲) ہرگز ہرگز مسجد اقدس میں کوئی حرف چلّا کر نہ نکلے۔

(۱۳) یقین جانو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سچی حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے۔ ان کی اور تمام انبیاء علیہم السلام کی موت صرف وعدۂ خدا کی تصدیق کو ایک آن کے لیے تھی۔ ان کا انتقال صرف نظر عوام سے چھپ جانا ہے۔

امام محمد ابن حاج مکی مدخل[1] اور امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور ائمۂ دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مُشَاهَدَتِهٖ لِأُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ بِأَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذٰلِكَ عِنْدَهٗ جَلِيٌّ لَا خَفَاءَ بِهٖ

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں اور ان کی نیتوں، ان کے ارادوں ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں۔ اور یہ سب حضورؐ پر ایسا روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں۔ امام رحمۃ اللہ تلمیذ امام محقق ابن الہمام منسک متوسط اور علی قاری مکی اس کی شرح مسلک متقسط میں فرماتے ہیں۔ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَالِمٌ بِحُضُوْرِكَ وَقِيَامِكَ وَسَلَامِكَ اَيْ بَجَمِيْعِ اَفْعَالِكَ وَاَحْوَالِكَ وَارْتِحَالِكَ وَمَقَامِكَ۔[2]

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام بلکہ تیرے تمام افعال و احوال و کوچ و مقام سے آگاہ ہیں۔

(۱۴) اب اگر جماعت قائم ہو شریک ہو جاؤ کہ اس میں تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جاتے گی ورنہ اگر غلبۂ شوق اجازت دے اور اس وقت کراہت نہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد و شکرانۂ حاضری دربار اقدس صرف "قل یا" اور "قل" سے بہت ہلکی مگر رعایت سنت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ جہاں اب وسط مسجد کریم میں محراب نبی ہے اور وہاں نہ ملے تو جہاں تک ہو سکے اس کے نزدیک ادا کرو پھر سجدۂ شکر

---

[1] دیکھو مدخل جلد اول مطبع مصر ص ۲۱۵ ۱۲ منہ

[2] دیکھو شرح مواہب علامہ زرقانی مطبع میری مصری جلد ۸ ص ۳۴۸ ۱۲ منہ

میں گر و اور دعا کر و کہ الٰہی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اور ان کا اور اپنا قبول نصیب کر۔ آمین۔

(۱۵) اب کمالِ ادب میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے آنکھیں نیچے کیے لرزتے کانپتے گناہوں کی ندامت سے پسینہ پسینہ ہوتے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عفو و کرم کی امید رکھتے حضور والا کی پائین یعنی مشرق کی طرف مواجہہ عالیہ میں حاضر ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزار انور میں روبقبلہ جلوہ فرما ہیں اس سمت سے حاضر ہو کر حضور کی نگاہ بیکس پناہ تمہاری طرف ہوگی اور یہ بات تمہارے لیے دونوں جہان میں کافی ہے۔ والحمد للہ

(۱۶) اب کمالِ ادب و ہیبت و خوف و امید کے ساتھ زیر قندیل اس چاندی کی کیل کے جو حجرۂ مطہرہ کی جنوبی دیوار میں چہرۂ انور کے مقابل لگی ہے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے قبلہ کو پیٹھ اور مزار انور کو منہ کر کے نماز کی طرح ہاتھ باندھے کھڑے ہو۔ لباب و شرحِ لباب و اختیار شرحِ مختار، فتاوائے عالمگیری وغیرہما معتمد کتابوں میں اس ادب کی تصریح فرمائی کہ یقف کما فی الصّلوٰۃ حضورؐ کے سامنے ایسا کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ یہ عالمگیری و مختار کی ہے اور لباب میں فرمایا وَاضِعًا یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ دست بستہ دہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر کھڑا ہو۔

(۱۷) خبردار جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلافِ ادب ہے۔ بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ۔ یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا۔ اپنے مواجہ اقدس میں جگہ بخشی۔ ان کی نگاہ کریم اگرچہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی۔ اب خصوصیت اور اس درجہ قرب کے ساتھ ہے۔ والحمد للہ

(۱۸) الحمد للہ اب کہ دل کی طرح تمہارا منہ بھی اس پاک جالی کی طرف ہے جو اللہ عزوجل کے محبوب اور عظیم الشان صلی اللہ علیہ وسلم کی آرام گاہ ہے نہایت ادب و وقار کے ساتھ بآواز حزین و صورت درد آگیں و دلِ شرمناک و جگر چاک چاک معتدل آواز سے نہ بلند و سخت (کہ ان کے حضور آواز بلند کرنے سے عمل اکارت ہو جاتے ہیں) نہ نہایت نرم و پست (کہ سنت کے خلاف ہے اگرچہ وہ تمہارے دلوں کے خطروں تک سے آگاہ ہیں۔ جیسا کہ ابھی تصریحاتِ ائمہ سے گزرا۔

مجرا و تسلیم بجا لاؤ اور عرض کرو اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰهِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ وَاُمَّتِكَ اَجْمَعِیْنَ ط

(۱۹) جہاں تک ممکن ہو اور زبان یاری دے اور ملال و کسل نہ ہو صلوٰۃ و سلام کی کثرت کرو۔ حضور

سے اپنے لیے اور اپنے ماں باپ، پیر، استاد، اولاد، عزیزوں، دوستوں اور سب مسلمانوں کیلئے شفاعت مانگو بار بار عرض کرو اَسْئَلُكَ الشَّفَاعَةَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

(۲۰) پھر اگر کسی نے عرض سلام کی وصیت کی بجالاؤ۔ شرعاً اس کا حکم ہے اور یہ فقیر ذلیل ان مسلمانوں کو جو اس رسالہ کو دیکھیں وصیت کرتا ہے کہ جب انہیں حاضری بارگاہ نصیب ہو فقیر کی زندگی میں یا بعد کم از کم تین بار مواجہہ اقدس میں یہ الفاظ عرض کر کے اس نالائق ننگ خلائق پر احسان فرمائیں۔ اللہ ان کو دونوں جہاں میں جزا بخشے۔ آمین

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِكَ وَذُوِیْكَ فِی كُلِّ اٰنٍ وَلَحْظَةٍ عَدَدَ كُلِّ ذَرَّۃٍ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّۃٍ مِنْ عُبَیْدِكَ اَحْمَدُ رَضَا بْنِ نَقِیْ عَلِیْ یَسْأَلُكَ الشَّفَاعَۃَ فَاشْفَعْ لَہٗ وَلِلْمُسْلِمِیْنَ۔

(۲۱) پھر اپنے دہنے ہاتھ یعنی مشرق کی طرف ہاتھ بھر ہٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ نورانی کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کرو۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاخَلِیْفَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰہِ فِی الْغَارِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَكَاتُہٗ

(۲۲) پھر اتنا ہی ہٹ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روبرو کھڑے ہو کر عرض کرو۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُتَمِّمَ الْاَرْبَعِیْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا عِزَّ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَكَاتُہٗ۔

(۲۳) پھر بالشت بھر مغرب کی طرف پلٹو اور صدیق و فاروق کے درمیان کھڑے ہو کر عرض کرو۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمَا یَا خَلِیْفَتَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمَا یَا وَزِیْرَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمَا یَا ضَجِیْعَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَكَاتُہٗ ط اَسْئَلُكُمَا الشَّفَاعَۃَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلَیْكُمَا وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

(۲۴) یہ سب حاضریاں محل اجابت ہیں۔ دعا میں کوشش کرو۔ دعائے جامع کرو۔ درود پر قناعت بہتر ہے۔

(۲۵) پھر منبر اطہر کے قریب دعا مانگو۔

(۲۶) پھر روضۂ جنت میں (یعنی جو جگہ منبر و حجرۂ منورہ کے درمیان ہے اور اسے حدیث میں جنت کی کیاری فرمایا) آکر دو رکعت نفل غیر وقت مکروہ میں پڑھ کر دعا کرو۔

(۲۷) یونہی مسجد شریف کے ہر ستون کے پاس نماز پڑھو اور دعا مانگو کہ محل برکات ہیں خصوصاً بعض میں خاص خصوصیت۔

(۲۸) جب تک مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہو ایک سانس بیکار نہ جانے۔ دو ضروریات کے سوا اکثر وقت مسجد شریف میں باطہارت حاضر رہو۔ نماز، تلاوت و درود میں وقت گزارو دنیا کی بات کسی مسجد میں نہیں چاہیئے نہ کہ یہاں۔

(۲۹) ہمیشہ ہر مسجد میں جاتے اعتکاف کی نیت کرلو۔ یہاں تمہاری یاد دہانی ہی کو دروازے سے بڑھتے ہی یہ کتبہ ملے گا۔ نَوَيْتُ سُنَّةَ الْاِعْتِكَافْ

(۳۰) مدینہ طیبہ میں روزہ نصیب ہو خصوصاً گرمی میں تو کیا کہنا کہ اس پر وعدۂ شفاعت ہے۔

(۳۱) یہاں ہر نیکی ایک کی پچاس ہزار لکھی جاتی ہے لہٰذا عبادت میں زیادہ کوشش کرو۔ کھانے پینے کی کمی ضرور کرو۔

(۳۲) قرآن مجید کا حکم ہے کم از کم ایک ختم یہاں اور حطیم کعبہ معظمہ میں کرلو۔

(۳۳) روضۂ انور پر نظر بھی عبادت ہے جیسے کعبہ معظمہ یا قرآن مجید کا دیکھنا، تو ادب کے ساتھ اس کی کثرت کرو۔ اور درود و سلام عرض کرو۔

(۳۴) پنجگانہ یا کم از کم صبح و شام مواجہہ شریف میں عرضِ سلام کے لیے حاضر رہو۔

(۳۵) شہر میں یا شہر سے باہر جہاں کہیں گنبد مبارک پر نظر پڑے فوراً دست بستہ ادھر منہ کر کے صلوٰۃ و سلام عرض کرو۔ بغیر اس کے ہرگز نہ گزرو کہ خلافِ ادب ہے۔

(۳۶) ترکِ جماعت بلا عذر ہر جگہ گناہ ہے اور کئی بار ہو تو سخت حرام و گناہ کبیرہ اور یہاں تو گناہ کے علاوہ کیسی سخت محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جسے میری مسجد میں چالیس نمازیں فوت نہ ہوں اس کے لیے دوزخ و نفاق سے آزادیاں لکھی جائیں۔

(۳۷) قبر کریم کو ہرگز پیٹھ نہ کرو۔ اور حتی الامکان نماز میں بھی ایسی جگہ کھڑے ہو کہ پیٹھ کرنی نہ پڑے۔

(۳۸) روضۂ انور کا نہ طواف کرو۔ نہ سجدہ نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے۔

(۳۹) بقیع و احد و قبا کی زیارت سنت ہے۔ مسجد قبا کی دو رکعت کا ثواب ایک عمرے کے برابر ہے اور چاہو تو یہیں حاضر رہو۔ سیدی ابن ابی جمرہ قدس سرہ جب حضور ہوتے آٹھوں پہر برابر حضوری میں کھڑے رہتے۔ ایک دن بقیع وغیرہ زیارت کا خیال آیا، پھر فرمایا یہ ہے اللہ کا دروازہ بھیک مانگنے والوں کے

لیئے کھلا ہے اسے چھوڑ کر کہاں جاؤں۔ ع

سر ایں جا سجدہ ایں جا بندگی اینجا قرار ایں جا

(۴۰) وقت رخصت مواجہہ انور میں حاضر ہو اور حضور سے بار بار اس نعمت کی عطا کا سوال کرو۔ اور تمام آداب کہ کعبۂ معظمہ سے رخصت میں گزرے ملحوظ رکھو اور سچے دل سے دعا کرو کہ الٰہی ایمان و سنت پر مدینہ طیبہ میں مرنا اور بقیع پاک میں دفن ہونا نصیب ہو۔ اللھم ارزقنا آمین آمین یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین آمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

امام المناظرین مظہر اعلیٰحضرت مولانا علامہ محمد حشمت علی خان قادری

تفسیر حشمتی سورہ فاتحہ ماخوذ

اِمدادُ الدَّیّان فی تفسیر القرآن

۱۳۶۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ الحمد للہ رب العٰلمین ہ الرحمن الرحیم ہ

مٰلک یوم الدین ہ ایاک نعبد و ایاک نستعین ہ اھدنا الصراط المستقیم ہ

صراط الذین انعمت علیھم ہ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ہ

ابتدا تمام سور قرآن عظیم کی بسم اللہ الرحمن الرحیم سے فرمائی گئی اول حقیقی اللہ عزوجل ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا اسم جلالت اللہ سے ہونی چاہیئے تھی کہ اللہ الرحمن الرحیم۔ مگر ابتدا یوں فرمائی گئی بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ وہ جو اول حقیقی اللہ کا اسم ذات ہے کہ ذات واجب الوجود مستجمع جمیع صفات کمالیہ پر دال ہے، اس سے پہلے اسم کا لفظ لائے اور اس پر بے کا حرف داخل فرمایا گویا یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ اپنی الوہیت و وحدانیت و ہویت میں بے غایت ظہور سے بے غایت بطون میں ہے بندوں کو اس تک وصول محال کسی کی عقل کسی کا وہم کسی کا خیال اس تک نہیں پہنچتا جس کا نام اللہ ہے۔ وہ پاک و منزہ ہے اس سے اُس تک فکر و وہم کا وصول ہوسکے ایسی مخفی و باطن شے۔ اس تک وصول کیلیے علامت درکار۔ اور اسم کہتے ہیں علامت کو جو دلالت کرے ذات پر، دلالت کرنے کیلئے تین چیزیں ہونی چاہئیں۔ ایک ذات ہو دوسرا اس کا غیر ہو، تیسرا بیچ میں کوئی واسطہ ہو جو دلالت کرے اس غیر کو اس ذات کی طرف، وہ ذات ذاتِ الٰہی ہے۔ اور وہ غیر یہ تمام عالم مخلوقات اور اسم اللہ کہ اللہ پر دلالت کرنے والا ہے وہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہٖ وسلم ہیں تو گویا ابتدا ہی نام اقدس سے فرمائی گئی۔ اپنے نام پاک سے پہلے نام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہٖ وسلم کا لایا جاتا ہے کہ ذریعۂ وصول ہوتے اسم اللہ تمام مخلوقات کیلئے۔ جو ازل سے ابد تک وجود میں لائی گئی ذاتِ اقدس کی طرف دال ہے۔ اس واسطے کہ تمام جہان کو اللہ کی طرف ہدایت حضور ہی نے فرمائی حضور ہی ہادی ہیں مخلوق الٰہی کے یہاں تک کہ انبیائے کرام و مرسلین عظام کے بھی ہادی ہیں تو حضور کے سوا جتنے ہادی ہیں دلالت مطلقہ سے موصوف نہیں ہوسکتے کہ انھوں نے تمام مخلوق کو دلالت کی ہو ان کو کسی نے دلالت نہ کی ہو ایسا نہیں اگر وہ امتوں کے دال ہیں تو حضور کے مدلول ہیں۔ دلالت مطلقہ خاص حضور اقدس ہی کے لئے ہے، صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وسلم۔ تمام غیر اللہ کو اللہ کی طرف جس نے دلالت کی وہ محمد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہٖ وسلم ہیں۔

تمام مخلوقات الٰہی میں کچھ تو وہ ہیں جو اللہ سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے کچھ وہ ہیں جو علاقہ رکھتے ہیں وسائط کے ساتھ مگر دوسرا ان سے علاقہ نہیں رکھتا مہدی ہیں ہادی نہیں یعنی ہادی بالذات نہیں اگرچہ بالواسطہ ہادی ہوں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم علی الاطلاق ہادی ومہدی ہیں۔ کلمہ کی تین قسمیں ہیں: اسم، فعل، حرف۔ حرف نہ تو مسند ہوتا ہے نہ مسندالیہ، فعل مسند ہوتا ہے، مگر مسندالیہ نہیں ہوتا۔ اسم مسند بھی ہوتا ہے اور مسندالیہ بھی تو وہ جو بے علاقہ ہیں ذاتِ الٰہی سے وہ حرف ہیں کہ و منهم من يعبد الله علىٰ حرفٍ فان اصابه خيرن اطمأن به وان اصابته فتنة ن انقلب على وجهه خسر الدنيا والآخرة ذلك هو الخسران المبين ٥ کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کو پوجتے ہیں، کنارے پر، تو اگر بھلائی پہنچ گئی تو مطمئن رہے اور اگر آزمائش ہوئی تو کنارے پر کھڑے ہی ہیں فوراً ایک قدم میں بدل گئے پلٹ گئے ان کو دنیا و آخرت دونوں میں خسارا ہوا اور یہی کھلا خسارہ ہے تو یہ نہ مسند ہیں نہ مسندالیہ کہ حرف ہیں۔ اور وہ جو خود ذاتِ الٰہی سے علاقہ رکھتے ہیں مگر بالذات ان سے دوسرا علاقہ نہیں رکھتا وہ تمام مومنین وہادین کہ مسند ہیں، مگر بالذات مسندالیہ نہیں وہ فعل ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ذاتِ کریم بیشک مسند ومسندالیہ بالذات و بے وساطت ہے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم: اسم ہیں کہ ان کو اپنے رب سے نسبت ہے اور سب کو ان سے نسبت ہے اور یہی شان ہے اسم کی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم (والتفصيل فى الرسالة المباركة التى اسمها الميلاد النبوى فى الكلام الرضوى) ؎۔ رحمٰن اللہ عزوجل کا خاص نام ہے ان ناموں میں جن کا دوسروں پر اطلاق حرام، بلکہ علمانے کفر لکھا ہے۔ جیسے رحمٰن۔ قیوم۔ قدوس۔ لوگ عبدالرحمٰن، عبدالقیوم اور عبدالقدوس نام رکھتے ہیں اور یہ بہت اچھے نام ہیں، مگر پکارنے میں تخفیف کیلئے لفظ عبد کو حذف کرکے نرے اسمائے الٰہیہ سے پکارتے ہیں۔ عبدالرحمٰن کو رحمٰن، عبدالقیوم کو قیوم اور عبدالقدوس کو قدوس یہ سخت حرام ہے، اس سے احتراز لازم ؎ رحیم کا اطلاق مخلوق پر بھی آتا ہے۔ تمام جہان میں سب سے بڑھ کر رحیم حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہیں۔ تمام عالم پر ان کی رحمت ہے اور خصوصاً مسلمانوں کے ساتھ نو: بالمومنین روف رحیم ہیں مگر اسمائے الٰہیہ سے جن ناموں کا اطلاق اس کے بندوں پر بھی آتا ہے جیسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو اس نے سمیع وبصیر، علیم، غفور، رؤف، رحیم، حلیم، کریم، نور اور ان کے سوا ستر کے قریب اپنے اسمائے حسنیٰ سے عطا کئے۔ حاشا یہ شرکتِ معنیٰ نہیں۔ اللہ عزوجل پاک ہے اس سے کہ کوئی کسی بات میں اس کا شریک ہو سکے۔ ذات، صفات، اسماء، احکام سب میں وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ یہ اسکی صفاتِ کریمہ کی تجلیاں ہیں جو اس نے اپنے خاصوں پر فرمائیں ؎۔ یہ سورت کریمہ قرآنِ کریم کا خطبہ ہے۔ مولیٰ عزوجل نے بندوں کو اسمیں اپنی حمد وثنا و دعا تعلیم فرمائی اور انہیں کی زبان میں اسے

ارشاد کیا کہ خالص غرض عبادت رہے اور اس میں جمیع مقاصدِ قرآن کو جمع فرما دیا۔ کتابیں اُتار نا رسولوں کا بھیجنا دو باتوں کیلئے ہے، تصحیحِ ایمان و اخلاصِ اعمال۔ مدارِ ایمان، اللہ عزوجل کی توحید اور اس کے محبوبوں سے محبت اور اس کے دشمنوں سے عداوت ہے اور اخلاصِ اعمال خاص اس کی عبادت ہے۔ پہلی تین آیتوں میں جزوِ اول یعنی توحید ہے اور پانچویں چھٹی میں جزوِ دوم اور ساتویں میں سوم۔ باقی چوتھی آیت کہ وسط میں رہی اعمال کیلئے ہے۔ توحید بے تصدیق رسالت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم مقبول نہیں۔ بہتیرے کافر لا الٰہ الا اللہ کہا کرتے تھے محمد رسول اللہ کو نہ مانتے تھے ابدی جہنمی ہوئے۔ صلی اللہ علیٰ حبیبہٖ وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین وبارک وسلم۔ لہٰذا وہ جزوِ دوم سے پہلے جس میں اس کی تصریح ہے جزوِ اول ہی نے اس کی طرف اشارہ فرمایا۔ اپنی کتابِ کریم کو حمد سے شروع فرمایا، جسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے خاص نسبت ہے وہ محمد ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تمام جہاں سے زیادہ حمد کیے گئے۔ اولین وآخرین ان کے حامد ہیں۔ اللہ عزوجل نے جیسی ان کی حمد فرمائی کسی کی نہ فرمائی۔ وہ احمد ہیں تمام جہان سے زیادہ حمد کرنے والے۔ اللہ عزوجل کی جیسی حمد انھوں نے فرمائی کسی سے نہ ہوئی وہ حامد ہیں حمید ہیں محمود ہیں ہیں۔ نبی الحمد ہیں۔ ان کا مقام مقامِ محمود ہے۔ ان کا نشان لواء الحمد ہے۔ توراتِ مقدس میں انکی امت کا نام حمّادین ہے۔ ہر طرح سے حمد کو ان سے نسبت ہے اور ان کو حمد سے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم۔ تو اسی لفظ سے ابتدا فرمائی گئی کہ ذات وصفاتِ کریمہ کی طرف اشارہ ہو۔ گویا ارشاد ہوتا ہے کہ تمام حمدیں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیں اور کریں گے، جو جمیع محامدِ اولین وآخرین کو شامل اور ان سے اعلیٰ واکمل ہیں اور تمام حمدیں کہ اولین وآخرین نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کیں اور کریں گے ان سب کا مرجع کون ہے؟ اللہ کہ ذاتِ جامعِ جمیع کمالات کا علم ہے جس کے مظہرِ اتم واکمل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہیں۔ انبیا اولیا وجہان وجہانیان مظہر اسماء وصفات ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم مظہرِ ذات رب العلمین۔ سارے جہان کی پرورش فرمانیوالا جس نے اپنے فیض کا واسطۂ مطلق اور اپنی بارگاہ کا خلیفۂ اعظم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا اور دین ودنیا میں اولیٰ واخریٰ میں جو نعمت جو رحمت کسی کو پہنچی یا پہنچے گی ان کے دستِ اقدس سے پہنچائی کہ بے اس وسیلۂ مطلقہ کے خلق کا کیا منہ تھا کہ ایک ایک ذرہ اس بارگاہ بے نیاز سے بلا واسطہ مستفیض ہوتا۔ الرحمٰن دنیا میں بڑی رحمت والا جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین کرکے بھیجا۔ الرحیم آخرت میں کمالِ مہربانی جس نے گنہگاروں کی شفاعت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ رکھی جو بالمومنین رءوف الرحیم ہیں ملک یوم الدین انصاف کے دن کا مالک جس نے جنت ودوزخ کی کنجیاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں رکھیں جب ہر طرح سے استحقاق حمد اسی کو ثابت ہوگیا کہ کسی کے کمالِ ذاتی

کیلیے حمد کیجیے تو وہ اللہ ہے جامعِ جمیع کمالات اس لیے حمد کیجیے کہ وہ ہمارا مولیٰ ہمارا پالنے والا ہے تو وہ رب العلمین ہے اور اگر اس لیے حمد کیجیے کہ فی الحال اس سے نفع پہنچتا ہے تو وہ رحمٰن ہے اور اگر نفع آئندہ کی امید پر تو وہ رحیم ہے اور اگر سزا کے خوف سے تو وہ مالک یوم الدین ہے۔ یہی وجوہ حمد ہیں اور سب اسی کیلئے ثابت۔ لہٰذا اس کا مستحق عبادت ہونا برہانِ قطعی سے ثابت ہوکر عرض کرتا ہے ایاک نعبد ہم تجھی کو پوجتے ہیں۔ ہم پوجتے ہیں اس میں شانِ دعویٰ نکلتی ہے لہٰذا اپنے دعوے اپنے حول وقوت سے برأت کرکے اسی کی طرف جمع لاتا ہے۔ ایاک نستعین ہم تجھی سے مدد چاہتے ہیں بے تیری مدد کے نہ ہم عبادت کر سکیں نہ کچھ۔ اس میں اس وہم کا شائبہ تھا کہ بلا وساطت اللہ عزوجل سے استعانت کرتا ہے اور اس کا حکم ہے کہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ میری طرف وسیلہ چاہو، لہٰذا وسیلۂ عظمیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی سچی معرفت عطا فرما۔ صحیح حدیث میں فرمایا الصراط المستقیم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم وصاحباہ ابوبکر وعمر صراط مستقیم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم ہیں اور ان کے دونوں رفیق ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ آگے تمام وسائل کی تعمیم کرتا ہے۔ صراط الذین انعمت علیہم راہ ان کی جن پر تو نے احسان کیا وہ کون ہیں نبیین، صدیقین شہدأ، صالحین علی سیدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین۔ پھر یہ جان کر کہ اس راہِ حق میں چور اور راہزن بکثرت ہیں ان سے پناہ ملنے کی دعا کرتا ہے۔ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہ نہ ان کی جن پر تیرا غضب ہے نہ گمراہوں کی۔ اب اس کا ایمان علماً عملاً ہر طرح کامل ہوگیا۔ ہم تجھی کو پوجیں یہ حصر مطلق ہے اصالۃً یا وساطۃً کوئی غیر خدا کسی طرح مستحق عبادت نہیں ہوسکتا اگرچہ اسے وسیلہ جان کر پوجے۔ مشرکین مکہ نے یہی غدر کیا تھا کہ وہ بتوں کو وسیلہ ٹھہرا کر پوجتے ہیں۔ قرآنِ عظیم نے ان کا رد فرمایا اور انھیں مشرک ہی ٹھہرایا۔ یہ دوسرا حصہ کہ ہم تجھی سے مدد چاہیں۔ حصر حقیقت ہے۔ یعنی حقیقۃً مدد تجھی سے ہے اگر دوسرے کو مستقل بالذات سمجھ کر اس سے مدد مانگی جائے تو ضرور شرک ہے اور بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ جان کر تو بیشک جائز ومستحسن ہے، بلکہ خود قرآن عظیم میں اس کا حکم ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں۔ غیر سے ایسی استعانت انبیا و اولیا نے کی ہے اس کی مثال پہلی ہی آیت ہے کہ حمد کا حصر اللہ عزوجل کیلئے فرمایا یعنی حقیقی ذاتی کمال اسی کیلئے ہے اور اپنے نبی کریم کا نام محمد رکھا صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم یعنی بکثرت اور بار بار حمد کیے گئے اور قیامت میں ان کے مقام کا نام مقام محمود رکھا تو اولین وآخرین میں حضور کیلئے حمد ہے۔ تورات مقدس میں ہے امتلأت الارض من تحمید احمد وتقدیسہ ملك الارض ورقاب الامم زمین بھر گئی احمد کی حمد اور تقدیس سے احمد ساری زمین کا مالک اور تمام امتوں کی گردنیں اسکی

ملک ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم یہ حمد و ملک عطائی ہیں اور اللہ عزوجل کیلئے ذاتی تو اس میں حصر ان کے لیے
ثبوت کا منافی نہیں (آیت مبارکہ الحمد للہ رب العلمین کی اس ایمان افروز شیطان سوز تفسیر منیر سے کالشمس فی النہار واضح
وآشکار کہ مبلغ وہابیہ مرتعہ عبدالشکور کاکوروی جو اپنے ناپاک اخبار النجم ۱۱ جلد ۱۳ مورخہ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ
مطابق ۶ جولائی ۱۹۳۴ء کے صفحہ ۶ کالم دوم میں یہ کلمہ ملعونہ لکھا ہے کہ تعریف کے تمام افراد اللہ کیلئے ثابت ہیں کسی
طرح کی تعریف کسی دوسرے کیلئے جائز نہیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کی تعریف کرنا حرام ہے۔ یہ قول ملعون مرتعہ کاکوروی
کی کھلی ہوئی بے ایمانی ہے اور کفر و ارتداد و ہذیان شیطانی کہ اس نے اس عبارت میں کسی دوسرے کے لیے کسی طرح کی
تعریف کو بھی جائز نہیں کہہ کر تمام انبیاء و مرسلین و صحابہ و اہل بیت و ائمہ طاہرین و اولیائے کاملین و علمائے دین بلکہ خود
حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین کی عطائی حمد کو بھی باطل اور حرام کر ڈالا والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ بالجملہ جسطرح
اللہ عزوجل کیلئے حمد ذاتی و ملکِ ذاتی مخصوص ہے) یونہی اعانت و استعانت قرآن عظیم فرماتا ہے وتعاونوا علی البر والتقوی
نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اگر دوسرا مدد نہیں کر سکتا تو یہ حکم کس لیے حدیث میں ہے۔ اذا اراد احدکم
عونا فلیناد یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی جب تم میں کوئی چاہے تو یوں پکارے
اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندوں کی مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اور اسکی یہ تاویل کرو ہاں
کچھ اولیاء زندہ نگاہوں سے پوشیدہ ہیں یہ انسے مدد کو فرمایا ہے محض نادانی ہے۔ دوسرے سے مدد مانگنا اگر شرک ہو تو شرک
میں مردے اور زندے سب برابر ہیں کیا زندے خدا کے شریک ہو سکتے ہیں اور یہ تو اہل دل سے کہنے کی بات ہے کہ اولیاء مردہ
نہیں کہے جاتے تو وہ بعد وفات بھی زندہ ہیں قرآن مجید سے آگے اس کا ثبوت مذکور ہوگا۔ اور یہ حدیث سے ثابت ہوا کہ
صراط مستقیم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم وصدیق وفاروق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو سورہ فاتحہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی یاد پر مشتمل ہے اور شریعت مطہرہ نے نماز کی ہر رکعت میں اس کا پڑھنا واجب یا کم از کم سنت کیا اور
ہر قعدے میں التحیات واجب فرمائی جس کے اول میں حمد الٰہی کے بعد ہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور اسکی برکتیں اور آخر میں شہادت توحید کے بعد ہے واشہد ان محمدا عبدہٗ
ورسولہٗ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اس کے سب سے خاص تر بندے اور رسول ہیں پھر آخری
قعدے میں اس کے بعد درود کا حکم ہے یہ ہمارے نزدیک سنت اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک فرض ہے کہ بغیر
اسکے نماز ہوتی ہی نہیں غرض نماز اول تا آخر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی یاد سے معمور و مالا مال ہے وہابیہ (غیر
مقلدین وہابیہ دیوبندیہ) کا امام اسمٰعیل دہلوی کہ اپنی خبیث کتاب مسمّی صراط مستقیم (مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی کے صفحہ ۸۶)

میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی طرف نماز میں خیال لے جانے کو معاذ اللہ سخت ملعون الفاظ سے تعبیر کرتا ہے کہ
پچیند مرتبہ بدتر از استغراق در خیالِ گاؤ و خرِ خود است یعنی اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں قصداً ڈوب جانے سے
بدرجہا بدتر ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ امام الوہابیہ اپنے اس نجس قول میں، شریعت مطہرہ کا منکر اور سخت گستاخ خیال ہے۔
سورہ فاتحہ پر ایمان لانے والے خوب ہوشیار رہیں کہ فاتحہ نے جس طرح محبوبوں کے دامن تھامنے کی ہدایت فرمائی یونہی دشمنوں
سے دور بھاگنے کی وباللہ التوفیق ۵ اللہ عزوجل اپنے غضب سے بچائے اسکے غضب کو غصے سے تعبیر کرنا بھاری غلطی ہے۔
غصہ اصل میں گلے کے اُچھو کو کہتے ہیں اور مجازاً اس غضب پر اطلاق ہوا جو گلے کے پھندے کیطرح گھٹے اور آدمی کسی
خوف یا خاطر سے اسے ظاہر نہ کر سکے۔ اصل معنیٰ یہ ہے اور اللہ عزوجل اس سے پاک تو اس پر اس کے اطلاق سے
احتراز چاہیے۔ جیسے ناواقف لوگ اس کی رضا کو رضامندی بولتے ہیں۔ یہ بھی نادانی وجہالت ہے۔ فارسی میں مند کا کلمہ
ظرفیت کیلئے ہے رضامند یعنی رضا سے بھرا ہوا۔ اور اللہ عزوجل ظرفیت سے پاک۔ ادب الفاظ ایک بہت بڑا علم ہے جسے
اللہ عطا فرمائے۔ آج کل بہت لوگ اس سے معرا ہیں یا پرواہ نہیں کرتے اور یہ اول سے سخت تر ہے والعیاذ باللہ
تعالیٰ ۵ حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ مغضوبوں سے مراد یہود ہیں اور ضالین سے نصاریٰ۔ یہود و نصاریٰ دونوں کافر
ہیں اور ہر کافر پر اللہ کا غضب اور ہر کافر گمراہ پھر اس تخصیص کی حکمت سمجھے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ محبوبانِ خدا کے
ساتھ عداوت بھی کفر ہے اور ایسی جھوٹی نفسانی محبت کہ ان کو خدا یا خدا کا بیٹا ٹھہرا دے یہ بھی کافر تو کافر دونوں ہوئے
مگر وہ محبوبوں کی عداوت کی راہ سے لہٰذا ان پر غضب کا لفظ ارشاد فرمایا اور یہ محبوبوں کی ادعائی محبت کی راہ سے لہٰذا
انہیں گمراہ بتایا۔ یہی وجہ ہے کہ یہود پر ذلت وخواری مقرر فرما دی ہزاروں برس ان کی سلطنت رہی پھر جب سے اعلام فرمایا
ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ وباءو بغضبٍ من اللہ کوئی بنادے کہ کسی یہودی کی کہیں مستقل خودمختار سلطنت ہوئی کہ
محبوبوں کی محبت موجب عزت ہے۔ مسلمان بحمد اللہ تعالیٰ سچے محب ہیں انہیں سچی عزت دی کہ آخرت کی سلطنت ہے۔ نصاریٰ جھوٹے
محب تھے انہیں دنیا کی عزت دولت سلطنت عطا فرمائی کہ دنیا بھی نری جھوٹ اور دھوکا ہے۔ اسے غور کر لو کہ محبوبوں کی
محبت اور عداوت میں یہ فرق ہوتا ہے۔ پھر کیا کہنا ہے ان خوش نصیبوں کا جنھیں وہ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی سچی محبت عطا فرمائے اللھم ارزقنا آمین۔ سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہنا سنت ہے۔ آمین کلمۂ قرآن نہیں،
وہ مہر دعا اور خود ایک دعا ہے اس کے معنی ہیں الٰہی ایسا ہی کر اور دعا میں سنت آہستہ ہونا ہے جیسا کہ قرآن مجید
میں حکم ہے۔ لہٰذا نماز میں آہستہ آمین کہنا (ہمارے مذہب حنفی میں) سنت ہوا۔

علامہ شمس بریلوی

حضرت امام احمد رضاؒ کے دس اشعار

مبنی بر علم ہیئت و نجوم

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ تَہْتَدُوْا بِہَا فِی الظُّلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

اس ارشاد باری کے مثل سورۃ الاعراف، سورۃ الصافات اور دیگر آیات قرآنی میں نجوم کا ذکر آیا ہے اور انسان ان نجوم سے جس طرح رہنمائی اور اندھیری راتوں میں سمتیں معلوم کرنے کے فائدے اٹھاتا ہے اس کو بیان فرمایا گیا ہے لیکن عہد جاہلیت میں ان ستاروں کو جس طرح تقدیر انسانی پر کارفرما سمجھا جاتا تھا اس کی سختی سے تردید بھی فرمائی گئی ہے۔ عہد جاہلیت میں بت پرستی کے ساتھ ساتھ ستارہ پرستی کا بھی خوب شیوع تھا، صابئی مذہب اسی ضلالت اور گمراہی کا نام تھا۔

دوسری صدی ہجری میں عباسیوں کے زمانے میں فلسفہ و منطق کی طرح علم نجوم پر بھی جو یونانی کتابیں موجود تھیں وہ ترجمہ کرائی گئیں، برامکہ کی سرپرستی میں نجوم و فلکیات کے علوم کو پروان چڑھنے کا خوب موقع ملا، ان کی سرپرستی میں صرف یونانی فلکیات پر مشتمل کتابوں کے تراجم نہیں ہوئے بلکہ ہندوستان سے سنسکرت زبان کے زباندانوں کو گرانقدر عطیات سے نوازا گیا اور ان کی بغداد کے بیت الحکمۃ میں خوب پذیرائی ہوئی، سدھانت کا ترجمہ اسی کرم نوازی کا مرہون منت ہے، مختصر یہ کہ عباسی سلطنت کے دور میں اس علم کو پروان چڑھنے کا خوب موقع ملا۔ ایران میں بھی نجوم و فلکیات سے بڑا شغف تھا چنانچہ ایرانیوں نے بھی اس علم کی خوب سرپرستی کی جس کی نشانی عید نوروز کی صورت میں آج بھی موجود ہے۔

یورپ تو قرنوں سے اس علم میں داد تحقیق دے رہا ہے مسلمانوں نے یورپ کی تحقیقات سے بھی پورا پورا علم کی حد تک فائدہ اٹھایا! ور آج تک علم توقیت میں المینک کو بڑا عمل دخل حاصل ہے۔ نجوم کے ساتھ ساتھ علم فلکیات و علم ہیئت کو بھی فروغ حاصل ہوتا رہا، چنانچہ عصر حاضر نے فلکیات و علم ہیئت کے بہت سے قدیم نظریات کو باطل قرار دے دیا۔ فلاسفۂ اسلام جو فلک میں خرق و التیام کے قائل نہ تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج جسمانی پر اسی نظریہ کی بدولت استحالہ پیش کرتے تھے اور یہ کہ معراج جسمانی سے انکار کر دیا کہ فلک میں خرق و التیام محال ہے افسوس کہ یہ منکرین معراج جسمانی اگر آج ہوتے

تو فلک کا میں خرق والتیام کے پورے نظریہ کی دھجیاں بکھرتے اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور امریکی خلا نورد کو چاند کی سطح پر اترتے دیکھ کر شرم سے اپنا منہ چھپا لیتے، آج امریکہ اور روس نے زہرہ اور مریخ تک اپنے سیاروں کو پہنچایا ہے، یہ خرق والتیام کا دعویٰ کرنے والے اگر آج ہوتے تو اس کا جواب دیتے! افسوس انھوں نے یہ نہیں سمجھا اور جانا کہ

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفےٰؐ سے مجھے — کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

(علامہ اقبالؒ)

واضح ہو کہ علم ہیئت یعنی فلکیات فلسفۂ نظری ہی کا ایک شعبہ ہے جو علم جوّیات کی ایک فرع ہے، جس نے آج سے قرنوں پہلے ترقی کرتے کرتے ایک مستقل علم یا فن کی شکل اختیار کرلی ہے، جوّیات میں اس سے دلچسپی کی بدولت دو علوم خوب پروان چڑھے ایک علم ہیئت اور دوسرا علم نجوم! علم ہیئت میں افلاک، ان کی بناوٹ، ان کی وضع، محل وقوع، ان کا دوران کی گردش سے بحث کی جاتی ہے اور علم نجوم میں سیاروں، ستاروں، بروج، منطقۃ البروج، سیاروں کے سعد و نحس، محل سعادت اور محل نحس کے مسائل زیر بحث آتے ہیں، سیاروں کی چال، ان کی نظر تدیسی اور تثلیثی پر روشنی ڈالی جاتی ہے، ساکنانِ خطہ ارض پر جب علم نجوم ان کی رفتار سے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں ان پر بحث کی جاتی ہے، نجوم کی رفتار سے قسمت کا حال بتانا، یہ صرف کم عقلوں کو فریب میں مبتلا کرنے کے داؤں ہیں ورنہ

ستارہ کیا تجھے تقدیر کی خبر دے گا — وہ خود فراخیٔ افلاک میں ہے خوار و زبوں

(علامہ اقبال)

افسوس کہ پریشان حال سادہ لوح مسلمانوں آج بھی اس فریب کا شکار ہیں وہ تو توتے کے لفافے سے ہی تقدیر کا حال جان کر اس پر یقین کر لیتے ہیں۔

شاعری کو مختلف علوم و فنون کو عوام تک پہنچانے میں ایک موثر اور فعال ذریعہ سمجھا گیا ہے، شعرائے عصر جاہلیت کے بعد عربی زبان کے دوسرے شعرائے کے یہاں ہیئت و نجوم کے مضامین کم ہیں جو اسلامی تعلیمات کی اثر آفرینی کا نتیجہ تھا لیکن فارسی شعرائے کے یہاں یہ ذخیرہ بہت وافر ہے، فارسی ہی سے تقلیداً یہ مضامین اور موضوعات ورثے میں ملے، سہیل یمانی سے متعلق مشہور روایت یہ چلی آرہی تھی کہ یہ ستارہ ملک یمن میں طلوع ہوتا ہے، جن راتوں میں یہ طلوع ہوتا ہے ان راتوں میں اہالیان یمن اونٹ اور بکری کی چمڑا بو ع کھالوں

کو جنگل میں کھلے آسمان کے نیچے ڈال دیتے ہیں۔ اس ستارے کی تاثیر سے بعض کھالیں خوشبودار ہو جاتی ہیں اور بعض اسی طرح ادھوری رہتی ہیں شیخ سعدی جیسے بزرگ شاعر کو بھی اس روایت کا سہارا لینا پڑا اور انھوں نے کہا کہ

برہمہ جا تابد سہیل جائے انباں کند جائے آدیم

انبان اسی خوشبودار کھال کو کہتے ہیں جس کی بڑی قیمت ملتی تھی، فارسی شعرا کی مثنویاں اور قصائد علم نجوم کی مصطلحات سے بھرپور ہیں، اُن کے ذریعہ فلکیات اور نجوم کی خوب خوب تشہیر ہوئی، قصائد میں انوری، سلمان ساوجی اور ظہیر فاریابی اور خاقانی شروانی متقدمین شعرا نے فلکیات کے مضامین اور انسان پر اُن کے اثرات کو بڑے یقینی رنگ میں پیش کیا، ان شعرا نے علم ہئیت کی مصطلحات کو اپنے کلام میں پیش کیا ہے۔

فلکیات اور علم ہیئت پر ہمارے علما نے جب قلم اٹھایا تو اس موضوع پر بھی انھوں نے دنیائے علم و فن کو حیرت میں ڈال دیا۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ان علوم نے ایران میں بڑا فروغ پایا۔ ایران میں علم ہئیت پر بہت کام ہوا، مراغہ کی رصدگاہ، زیج، عمر خیام اور زیج، ملاشاہی آج تک ان کی یادگار ہیں، ان رصدگاہوں اور ان ماہرین فن کی مرتب کردہ "زیجوں" نے دانایان فرنگ کو بھی حیرت میں ڈال دیا، صد سالہ زیج بھی مسلمانوں نے تیار کی، علم ہئیت پر انھوں نے اپنی تحقیق کی جو یادگاریں چھوڑی ہیں وہ حیرت انگیز ہیں۔ علم ہیئت پر المختصر فی الہیئۃ البسیط یعنی چغمینی نے دنیائے خراج تحسین وصول کیا! در اس کی شرح المشہور بہ شرح چغمینی اس موضوع پر بے مثال کتاب قرار پائی، مدارس اسلامیہ میں پہلے کبھی اس کتاب کا بھی درس دیا جاتا تھا اب تو لوگ اس کا نام بھی بھول گئے، الغرض مسلمانوں نے اس موضوع پر بھی داد تحقیق دی اور اپنی فکر کے شاہکار یادگار چھوڑ گئے، فارسی شعرا میں چند شعرا نے ان علمائے ہئیت کی بیان کردہ مصطلحات کو اپنی شاعری میں اپنایا بعض نے کم اور بعض نے زیادہ!

بدر چاچی فارسی زبان کا مشہور شاعر ہے جس نے محمد تغلق کی مدح جو قصیدے لکھے ہیں ان میں اس کثرت سے ان مصطلحات کو پیش کیا کہ آج ان قصائد سے چند اشعار بھی زبان زد عوام تو کیا خواص بھی نہیں ہیں، بدر چاچی کی پیش کردہ مصطلحات کو اس وقت سمجھا جا سکتا ہے جب علم ہئیت اور علم الافلاک سے واقفیت ہو۔ اردو کے متقدمین اور متوسطین شعرا نے علم ہئیت کی مصطلحات کو بہت کم رقم کیا ہے البتہ فلک کج رفتار کا شکوہ طرح طرح سے کیا ہے، سودا، غالب، مومن اور ذوق کے یہاں فلکیات کی کچھ اصطلاحیں ضرور بیان ہوئی ہیں لیکن محض تقلیداً اور رسماً:۔ مثلاً غالب کہتے ہیں۔

دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ

ذوق بہادر شاہ ظفر کی مدح کے قصیدے کی تشبیب میں کہتے ہیں۔

حمل سے حوت تلک جابجا ہیں تصویریں بنا ہے عالم بالا بھی عالم تصویر

البتہ مومن خاں کے یہاں یہ مصطلحات بطور فن استعمال ہوتی ہیں کہ مومن خاں علم نجوم پر کافی دسترس رکھتے تھے!! ان شعراء کی بدولت اور ہندو معاشرے کے اثر سے نجوم پرستی تو نہیں، نجوم کے اثرات کو یقین کے درجہ تک مان لیا۔ علامہ اقبال نے مسلمانوں کو جہاں درس خودی دیا۔ وہاں انھوں نے اس ستارہ پرستی پر بھی نجری۔

ستارہ کیا تجھے تقدیر کی خبر دے گا کہ خود فراخی افلاک میں ہے خوار و زبوں

(اقبال)

اگرچہ اسلامی تعلیمات اور اصلاحی تحریکات کے نتیجے میں مسلمان عموماً اس "طلسم نیرنجات" سے قدرے الگ تھلگ رہے لیکن عوام اس سے دامن نہ بچاسکے، وہ غالب جیسے بالغ نگاہ کا یہ شعر پڑھتے۔

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

تو گردش فلک کے نتائج انسانی حالات پر" ان کے لئے ایک قابل قبول نظریہ بنجاتا اور انشاء کی طرح وہ بھی یہ کہنے لگتے۔

بھلا گردش فلک کی چین دیتی ہے کسے انشا غنیمت ہے جو ہم صورت یہاں دو چار بیٹھے ہیں

میں اس قبیل کے مزید اشعار پیش کرکے کلام کو طول دینا نہیں چاہتا، عرض کرنا یہ ہے کہ اصحاب فضل وکمال نے اس علم کو بھی ایک علم ہی کی حیثیت سے اپنایا اور ایک علم ہی کی طرح اپنی افکار کی عقدہ کشائی سے اس علم کے دقائق کو واشگاف کیا اور شرح بنایا۔

چودھویں صدی ہجری کے نابغۂ اعظم فقیہ بے عدیل حضرت مولانا احمد رضا خاں قدس اللہ سرہٗ کو علم ہیئت، رمل اور جعفر پر جو عبور حاصل تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں علم نجوم، علم ہیئت کے مبادیات ہی تو ہیں۔ آپ کو علم ہیئت پر جو کامل دسترس حاصل تھی اس کے باعث علم نجوم خود بخود آپ کی قلمرو افکار میں داخل تھا علم ہیئت، علم ریاضی پر کامل دسترس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور اس علم کے نکات کی عقدہ کشائی ہو سکتی ہے اور نہ ہی نتائج اخذ ہو سکتے ہیں، جب تک علم ریاضی پر عبور حاصل نہ ہو اور ان علوم کی مصطلحات پر پوری پوری دسترس نہ ہو علم ہیئت کی مبادیات کو سمجھنا ہی دشوار ہے، اس میں

بلکہ ادراک حاصل کرنا تو دور کی بات ہے، یہی وجہ ہے کہ آج فارسی اور اردو کے اشعار کا سرسری مطالعہ ہی ذہن اور فکر پر بار ہوتا ہے، جن میں یہ اصطلاحات صرف کی گئی ہیں آج تو سوداؔ کا یہ شعر بھی ایک معمہ سے کم نہیں۔

اٹھ گیا بہمن دے کا چمنستاں سے عمل　　تیغ اردی نے کیا ملکِ خزاں مستاصل

ان علوم مذکورہ سے آج بیگانگی کا یہ عالم ہے کہ سوداؔ، مومنؔ اور ذوقؔ کے ایسے قصیدے میں یہ اصطلاحات موجود ہیں ہماری نگاہوں میں کوئی وقعت نہیں رکھتے اور پسندیدگی کا شرف ان کو حاصل نہیں ہوتا۔

انیسویں صدی اور بیسویں صدی کے وسط تک ان اشعار کا غلغلہ بلند تھا اور ان کو کمال علمی سمجھا جاتا تھا اس کو خود میری نادانی کہے یا جہل مرکب! ایک نعتیہ غزل میں بیساختہ یہ شعر نوک قلم پر آ گیا۔

سفرِ رسولؐ کی رفعتیں، یہ نزاکتیں یہ لطافتیں　　ہوئی مس نہ پائے رسولؐ سے کہ یہ کہکشاں بھی تو دھول ہے

ایک ادبی نشست میں یہ شعر پڑھا تو سامعین میرے جہل کے آئینے میں حیرت سے اپنی صورتیں دیکھتے رہے خود میں مجھے بھی یہ احساس ہوا کہ میں نے کہکشاں کی حقیقت کیوں بیان کر دی کہ عام طور پر کہکشاں کو جادۂ فلک، انگریزی میں "ملکی وے" کہتے ہیں مصطفیٰ زیدی کا شعر ہے، جس پر ان کو خوب داد ملی تھی۔

انہی پتھروں پہ چل کر اگر آ سکے تو آؤ　　میرے گھر کے راستہ میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

لوگ اس کہکشاں سے بہت محظوظ ہوتے ہیں جبکہ کہکشاں علم ہیئت میں ضیاۃ النجوم، فارسی میں "غبار کوکبی" ہے جس کے معنی ہیں ستاروں کی دھول آج جدید علم فلکیات میں کہکشاں یعنی milky way کا جب مشاہدہ کیا گیا تو یہ غبار کوکبی ہے یوں جدید تحقیق کی بنیاد سیارہ متعدد کہکشاں پر مشتمل ہے۔

بہرحال عرض یہ کرنا تھا کہ یہ علوم اب زینت طاق نسیاں بن گئے ہیں اور ان علوم پر ہمارے اسلاف کا جو گرانقدر ذخیرہ ہے وہ الماریوں کی زینت ہے، ایسے دور میں امام احمد رضا قدس اللہ سرہٗ کی کاوش اور فکر کے وہ شعری نمونے جن کو حدائق بخشش حصہ سوم میں شامل اور منضبط کیا گیا ہے تو عام طور پر قاری ان سے صرف نظر کرتا ہے، میں یہاں بطور نمونہ اس نعتیہ قصیدے کے چند اشعار پیش کرتا ہوں جو علم نجوم اور علم ہیئت کی اصطلاحات سے معمور ہیں۔ جہاں تک میرا خیال ہے امام احمد رضاؒ نے بدر چاچ کے ان قصائد سے متاثر ہو کر یہ قصیدہ لکھا ہے، جو اس نے محمد تغلق کی مدح میں لکھے ہیں اور مدت گذری کو مطبع نولکشور سے وہ شائع ہوئے تھے اس ہیچمدان نے بھی ان کا مطالعہ کیا ہے، لیکن نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں ان مصطلحات کا بیان کرنا کمال ہے جبکہ عام مدح میں ہیں ان کو سلیقے سے استعمال کرنا مشکل ہے یہ

یہ تمام اشعار محاسن شعری سے آراستہ پیراستہ ہیں، اس مختصر مضمون میں ان محاسن شعری کو بیان نہیں کروں گا۔ اب آپ اس قصیدے کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

طرفہ کے لئے چار باغ ایک نمونے کے تین　　تینوں میں چار آخشیج، چاروں کی تازہ پھبن

تختۂ نسرین میں ہے گنبدی کا صرف ایک پھول　　ایک گل نیلوفر، چار گل ——— ناردن

ناردنِ نار دش نا لجم بالا حصار　　سرور اقلیم ترک افسر لشکر، شکن

ثور سے عذرا میں جب شمس نے تحویل کی　　دلو سے نکلے نجوم، چاند کا چھوٹا گہن

یہ قصیدۂ نعتیہ در مصطلحات علم ہیئت و نجوم" ۱۵۰ اشعار پر مشتمل ہے، اس قصیدے کی تشبیب ان مصطلحات کے باعث بہت عسیر الفہم ہے۔ نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں ان مصطلحات کو پیش کرنا ایک بہت ہی مشکل مرحلہ ہے لیکن نابغۂ دوران نے یہ التزام ختم قصیدہ تک باقی رکھا ہے لیکن تشبیب اور العزیز کے اشعار میں یہ مصطلحات زیادہ ہیں اور اپنے تبحر علمی سے اس میدان میں بھی وہ گوئے سبقت لے گئے ہیں۔

معارف رضا ۱۴۰۵ھ کی تالیف و ترتیب کا کام میرے مخلص و محب سید ریاست علی صاحب قادری پورے انہماک سے سرانجام دے رہے ہیں، مجھ سے بھی ان کا اصرار تھا کہ حسب سابق کسی اچھوتے موضوع پر امام احمد رضا کی کاوش فکر کو پیش کروں، میں نے بھی مناسب سمجھا کہ اس قصیدے کی تشبیب کے اشعار کی تصریح و تشریح آپ کے سامنے پیش کروں تاکہ اس مخصوص فن میں احمد رضا نے جو کمال دکھایا ہے اس کا اندازہ آپ کو ہو سکے اور ایک ایسے موضوع سے آپ کو روشناس کرادوں جو آپ کی شاعری کے تحت ابتک نظروں سے اوجھل تھا، خود میں نے جب "کلام رضا کا تحقیقی جائزہ" پیش کیا تو اس موضوع پر قلم نہیں اٹھایا تھا۔ کہ حدائق بخشش حصہ اول و دوم میں اس قبیل کے اشعار بہت کم تھے دوسرے یہ امر بھی مانع ہوا کہ "جائزہ" کی ضخامت بہت بڑھ چکی تھی اور میں اس موضوع پر کچھ نہ لکھ سکا اگرچہ اس قصیدے کی تشبیب کی تشریح اس موضوع پر کافی و وافی نہیں ہوگی لیکن معارف رضا کے صفحات بھی محدود ہیں دوسرے میں کئی ماہ سے علیل ہوں اس لئے ان چند اشعار کی شرح ہی پر اکتفا کرتا ہوں، ممکن ہے کہ اب ایسا موقع میسر آجائے کہ حصۂ سوم کے تمام مشکل اشعار کو اپنے ذہن کی رسائی کی حد تک حل کرسکوں اور آپ کے ذوق مطالعہ کے لئے کچھ سامان بہم ہو جائے۔

جیسا کہ میں اس سے قبل عرض کرچکا ہوں یونانیوں نے علم ہیئت پر خاص توجہ دی بلکہ انکہ مذہب

پر بھی اس علم کے اثرات مرتب ہوئے، یونان علم الاصنام میں یہ علم بڑا دخیل رہا ہے جب اس موضوع پر یونانی افکار عربی میں ترجموں کی شکل میں مسلمانوں کے سامنے آئے تو انھوں نے ان خیالات اور افکار کو بس اسی حد تک قبول کر لیا کہ اسلامی نظریات پر اس سے کوئی ضرب پڑنے کا اندیشہ نہ ہوں یہ میں قرون اولی کی بات کر رہا ہوں۔ آجکل توتے کے لفافوں سے فال اور قسمت کا حال معلوم کرنے کی بابت نہیں کہہ رہا ہوں۔

قرآن حکیم کی سورۃ البروج کی اس آیت وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ اور قسم اس آسمان کی جس میں برج ہیں، کنزالایمان کے حضرت محشی اور تعلیقات نگار، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی مرحوم و مغفور اس آیت کے حاشیہ میں رقمطراز ہیں کہ جن کی تعداد بارہ ہے اور اس میں عجائب حکمت نمودار ہیں۔ آفتاب اور مہتاب اور کواکب کی سیران میں متعین انداز پر ہے جس میں اختلاف نہیں ہوتا۔

شمس و قمر، ان کی سیر اور ان کی منازل سے متعلقہ آیات یہ ہیں۔

ان کی منازل اور سیر کے احوال کے بعد واضح طور پر یہ بتادیا کہ یہ اللہ تعالی کے حکم کے پابند ہیں، قدرت الٰہی نے اُن کو مسخر کر لیا ہے، پس اِن کی سیر، موسم اور ان کے تغیرات سب کچھ اسی کے حکم سے ہیں۔

ذیل میں منطقۃ البروج، بروج کے نام، فلک الافلاک اور دیگر افلاک کے ان دوائر کو پیش کرتا جاؤں تاکہ امام احمد رضا کے اشعار کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

سیارہ فلک زہرہ کے لئے نضا میں چھوڑا
گیا ہے جو ابتک کروڑں میل کا فاصلہ
طے کر چکا ہے اور اپنے اس
سفر میں اس کو کئی ادر
سال صرف کرنا ہوں گے
سیارہ زہرہ فلک زہرہ
سے زمین کے اعتبار سے
سب سے بعید ترین سیارہ ہے۔
فلک نیم کو اگر پہلا فلک قرار دیکر شمار
کریں ↓
۹ ۱ فلک الافلاک
۸ ۲ فلک ثوابت
۷ ۳ فلک زہرہ
۶ ۴ فلکِ مشتری
۵ ۵ فلک مریخ
۴ ۶ فلک شمس
۳ ۷ فلک زحل
۲ ۸ فلک عطارد
۱ ۹ فلک قمر
↑ زمین سے اگر شمار کریں۔
مغرب
کرۂ آب
شمال
جنوب
ربع مسکون
مشرق
حمل
ثور
جوزا
سرطان
اسد
سنبلہ
میزان
عقرب
قوس
جدی
دلو
حوت
منطقۃ البروج
حمل سے حوت تلک جابجا ہیں تصویریں
بنا ہے عالم بالا ہی عالم تصویر
شکل دائرہ معدل النہار
معدل النہار
شمال
جنوب
حمل
ثور
جوزا
سرطان
اسد
سنبلہ
میزان
عقرب
قوس
جدی
دلو
حوت
مقام اقصر النہار
مقام اطول النہار
دائرہ منطقۃ البروج
منطقۃ البروج
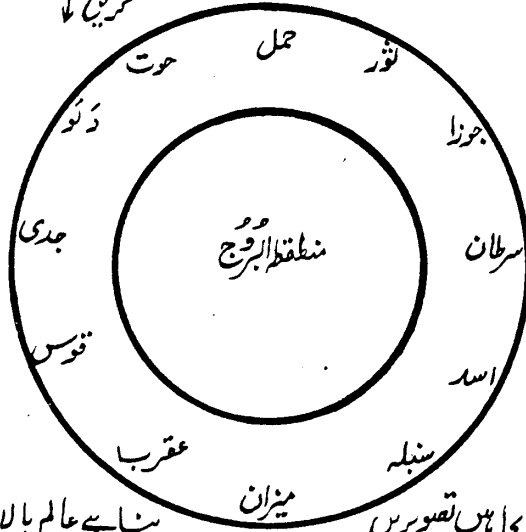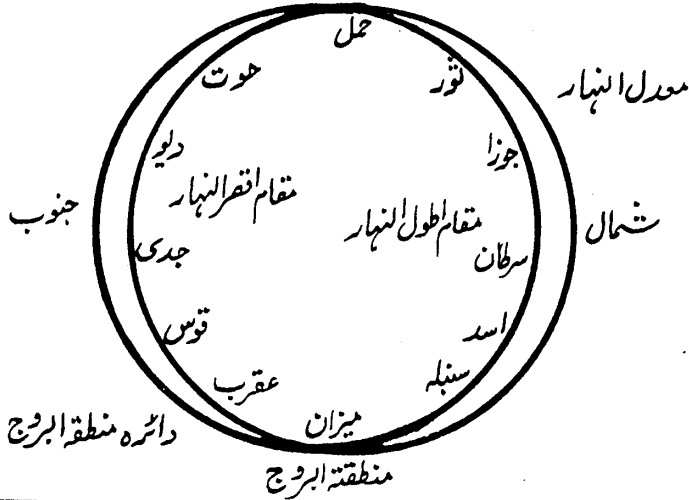
ان بروج کے ناموں کی مناسبت سے علمائے ہیئت و نجوم محض خیال کی بناء پر ایک برج کی ایک شکل قیاس کرلی ہے مثلاً برج ثور کے نام کی مناسبت سے اس کی شکل ایک نرگاؤ کی بنائی ہے۔ میزان کے معنی ترازو کے ہیں لہذا برج میزان کو شکل ترازو، قوس کمان کو کہتے ہیں بس اس برج کی شکل ایک ایسے شخص کی ہے جو ہاتھ میں کمان لئے ہوئے ہے اسی قیاس کی بنا پر باقی بروج کی شکلیں ہیں۔ ان تمام بروج میں سے ہر ایک برج کسی سیارے کے لئے خانہ سعد ہے اور یہی کسی سیارے کے خانۂ وبائی یا محل نحوست (نحس) ہے، یہ دائرہ ایک منطقہ یعنی میان بند یا کمر کے پٹکے کی طرح اور ہفت افلاک کے احوال میں واقع ہے، منطقۃ البروج کا یہ دائرہ، دائرہ معدل النہار کو قطع کرتا ہے جیسا کہ دائرہ ۷ میں آپ دیکھ سکتے ہیں پس شمس جب دونوں نقطوں میں سے کسی نقطہ تقاطع پر پہنچتا ہے تو زمین پر رات دن برابر ہوتے ہیں۔

امام احمد رضاؒ کی نعتیہ شاعری میں بروج کا کئی جگہ ذکر آیا ہے، مثلاً فرماتے ہیں۔

بارھویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا　　بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

ہر میزاں میں چھپا ہو تو حمل میں جس کے　　ڈالے ایک بوند شب دے پہ باران عرب

علم ہیئت یا علم الافلاک میں آسمانوں کی تعداد ۹ ہے۔ (۹ افلاک) عام طور پر زبان زد عام ہفت افلاک ہیں جیسا کہ غالب کے پیش کردہ، شعر میں سات آسمان موجود ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ افلاک ۹ ہیں۔ مشہور فارسی شاعر ظہیر فاریابی اپنے ممدوح قزل ارسلان کی تعریف میں کہتا ہے۔

نہ کرسئ فلک نہد اندیشہ زیر پائے　　تا بوسہ بر رکاب قزل ارسلان دہد

ان کی ہیئت و توضیح کو سمجھنے کے لئے آپ پیاز کی ایک گانٹھ لے کر اس کی عرضی تراش کیجئے، پھر اس نصف حصے کو الٹا کرکے دیکھئے ہر پیاز کے پرت آپ کو تہ بہ تہ نظر آئیں گے، بالکل یہی صورت ان افلاک کی ہے کہ ایک کی سطح بالائی دوسرے فلک کی سطح اندرونی کی تہ کے نیچے واقع ہے فلک الافلاک سے مراد فلک نہم ہے جو تمام آسمانوں پر محیط ہے۔ بسان شرع میں اس کو عرش کہتے ہیں۔

فلک ہشتم	فلک ثوابت سے	فلک چہارم	فلک شمس سے
فلک ہفتم	فلک زحل سے	فلک سوم	فلک زہرہ سے
فلک ششم	فلک مشتری سے	فلک دوم	فلک عطارد سے
فلک پنجم	فلک مریخ سے	فلک اول	فلک قمر سے

پس یہ دائرۂ الافلاک فلک قمر پر ختم ہو جاتا ہے، فلک قمر تمام کرۂ زمین کو محیط ہے، فلک قمر کے جوف میں کرۂ نار ہے اور کرۂ نار کے جوف میں کرۂ باد ہے اور کرۂ باد کے جوف میں کرہ آب ہے اور اس کرہ آب میں کرہ خاک ہے، کرہ آب تمامی کرہ خاک کو محیط ہے۔

قدیم ماہرین افلاک نے اس کے دور کی مسافت کو بھی واضح کیا ہے لیکن موجودہ علم ارضیات میں اور قدیم متعین کردہ ساخت میں بہت فرق ہے، فلک ثوابت پر جب عظیم عدسوں والی دوربینوں سے رصدگاہوں میں معائنہ کیا گیا تو ان کے طبعی محل وقوع سے ایسا معلوم ہوا کہ وہ جانوروں، پرندوں اور بعض انسانوں کو جیسی تصویریں ہیں، بس بروج کے ناموں سے ملتی جلتی تصویروں کے مانند ان کواکب اور ان کے اجتماع کی تصویریں بھی خیالی اور ذہنی طور نسر طائر متعین کرلی گئیں مثلاً بنات النعش۔

تھیں بنات النعش گردوں دن کے پردے میں نہاں　　　شب کو ان کے جی میں کیا آئی کہ عریاں ہو گئیں

(غالب)

دب اکبر، دب اصغر، کتماک رامح، سماک اعزل، نسر طائر، جادۂ فلک (کہکشاں) بر منیان النجوم ہے اہل فارس اس کو غبار کو کبی کہتے ہیں، اسی طرح سبعہ سیاروں کے مخصوص نام ہیں، اہل فارس نے ان کے نام بطور علم بھی استعمال کئے ہیں اور صفات سے متصف کرکے ان کے صفاتی نام بھی رکھ لئے ہیں۔ ذیل میں اس کی صراحت ملاحظہ کیجئے۔

ان ذہنی تصویروں کو ان چند صفحات میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

سبعہ سیارگان

عربی نام	فارسی نام	فارسی میں صفاتی نام
شمس	مہر	رنگریز فلک، طباخِ فلک
قمر	ماہ	تمام فلک
مریخ	بہرام	جلاد فلک
زحل	کیوان	نحس فلک
عطارد	تیر	دبیر فلک
زہرہ	برجیس	رقاصۂ فلک

مشتری　　　　ناہید　　　　قاضئ فلک

بحیثیت مجموعی اِن سبعہ سیارگان کو آباے علوی، ہی کہا جاتا ہے جبکہ اربعہ عناصر (اخشیجان) امہات ہیں ان کی اثر آفرینی اور اُنبات کی اثر پذیری سے دنیا کی یہ رنگا رنگی ہے۔ لیکن ان کی رفتار، ان کی اثر آفرینی، عناصر اربعہ کی اثر پذیری میں سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ ۔ (سورہ اعراف آیت ۵۴)	اور سورج، چاند اور ستاروں کو بنایا، سب اس کے حکم سے دبے ہوئے ہیں۔
وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ (سورہ یٰسین ۲۸، ۲۹ اور ۴۰)	اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے یہ حکم ہے زبردست حکم والے کا، اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کی ہیں یہاں تک کہ پھر گیا، جیسے کھجور کی پرانی ڈالی، سورج کو نہیں پہنچتا کہ چاند کو پکڑلے اور نہ رات دن پر سبقت لے جائے۔

اس موضوع پر متعدد آیات موجود ہیں جن سے ثابت اور ظاہر ہے کہ یہ سب اجرام فلکی بھی اس کے حکم کے بندے ہیں، اس کے حکم بھی سے ان کی رفتار، ایک برج سے دوسرے برج میں تحویل ہوتی ہے، اگر میں فلکیات اور ہیئت کے بیان کو جاری رکھوں تو بہت سے صفحات پُر ہو جائیں گے اور پھر بھی کلام ختم نہیں ہوگا، یہ چند اُمور میں نے اس لئے بیان کر دیئے ہیں کہ قارئین کو ان اشعار کے سمجھنے میں آسانی ہو تو ان مصطلحات ہیئت و نجوم سے معمور قصیدے میں امام احمد رضا کی فکرِ رسا نے پیش کئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان کی صرف فہرست مکمل کر دینے سے وہ حق ادا نہیں ہوتا جو ہمارے ذمہ ہے اور نہ وہ ہمارے لئے موجب فخر بن سکتا ہے میں اس سلسلہ میں ہمیشہ اس امر کا کوشاں رہا ہوں کہ حضرت امام احمد رضاؒ کے فضل و کمال کو ان کی تحریروں سے اور فکر کے نتائج سے مبرہن کیا جائے محض گنتی گنا دینے سے کیا حاصل اس سلسلہ میں گذشتہ سال امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری پر ایک مبسوط مضمون لکھ چکا ہوں داد طلبیانہ بلے الحمد للہ کہ مجھے اس کی خواہش نہیں۔

آیئے اب آپ کے سامنے اس نعتیہ قصیدے کی تسبیب (تشبیب) کے کچھ اشعار پیش کرتا ہوں اور

اس کے بعد ہر ایک شعر کی شرح پیش کروں گا۔ فرماتے ہیں

۱ خالق افلاک نے طرفہ کھلائے چمن — اک گل سوسن میں ہیں لاکھوں گل یاسمین

۲ موتیئے بیلے کے پھول زیب گریبان شام — جوہی، چنبیلی کے پھول زینت زیب چمن

۳ دامن البرز کی کلیوں میں پھولے ہیں پھول — کوٹے کی جولی میں ہیں حاصل چند میں چمن

۴ طرفہ کے لئے چار باغ ایک نمونے کے تین — تینوں میں چار آخشیج، چاروں کی تازہ پھبن

۵ تختۂ نسرین میں ہے گنبدے کا صرف ایک پھول — ایک گل نیلوفر، چار گل نار ون

۶ نارون نار وش، ناظم بالا حصار — سرور اقلیم ترک، افسر لشکر شکن

۷ برصنم تند خو آگ نہ ہو تو کیوں — پانی کے ایک کیڑے سے نہ لیا بانکپن

۸ شیر کے دل میں جو ہو نار غضب کیا عجب — کردم بارد مزاج، کیوں ہے زبانہ فگن

۹ وسطِ گلستان نہر، نہر کے ہر سمت دوب — دوب میں بوٹے ہزار، بوٹوں میں در عدن

۱۰ سبزہ دگل دلنشیں، محو تماشہ حسین — بالو سے اقلیم چین، دلبر بابل وطن

۱۱ سیر کے قابل بہار کرتے ہیں چہلبل نگار — دختر کہ مہ عذار، دو پسر سیم و تن

۱۲ اف رے ستم اشیشہ بار قطرہ چھلکتا نہیں — سر پہ لئے شیشیاں، رقص میں قطرہ زن

تشریح اشعار

شعر ۱ خالقِ افلاک نے اپنی صناعی سے نہ افلاک کے یہ حسین اور نادر باغ ایسے کھلائے ہیں کہ ان کا جواب نہیں اور نہ کوئی ایسے طرفہ اور حسین باغ کھلا سکتا ہے کہ ایک گل سوسن یعنی فلک ثوابت میں اس نے صناعی سے لاکھوں ستارے پیدا کر دیئے ہیں جو اپنے حسن میں گل یاسمین کی طرح دلکش اور نظر نواز ہیں اور صرف نظر نواز ہی نہیں بلکہ تاریکی اور اندھیاریوں میں تمہارے رہنما ہیں۔ وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ لِتَھْتَدُوْا بِھَا فِی ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ :- تمہارا رب وہی ہے اور وہی تمہارا خالق ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے جن سے تم خشکی کے اندھیرے میں اور سمندر میں راستہ پا لیتے ہو (اور بھٹکتے نہیں)

شعر ۲ راس شمالی ہی کو دیکھئے موتیئے اور بیلے کے ہزاروں پھول (ستارے) اس کے گریبان کی زینت بنے ہوئے ہیں اور کچھ ہی حال حبیبہ چمن یعنی راس جنوبی کا ہے کہ وہاں بھی جوہی چنبیلی کے یہ پھول یعنی ستارے، اس کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہے ہیں اور راس کی جیب ان پھولوں سے بھری ہوئی ہے۔ راس

شمالی اور جنوبی دائرہ معدل النہار کی سمتیں ہیں افلاک کی سمتوں کے لئے راس کا لفظ اصطلاح مستعمل ہے۔

شعر ۳ البرز بظاہر تو عظیم الشان پہاڑ کا نام ہے جو کوہ البرز سے موسوم ہے اور ایران و ہند کے پاس واقع ہے کوہ ہمالیہ کا ایک حصہ ہے لیکن اصطلاح فلکیات میں فلک ثوابت ہے اور راس کی کلیاں اس کے بروج ہیں اور ہر برج ستاروں سے معمور ہے یعنی فلک ثوابت میں جو بروج ہیں جن کو منطقۃ البروج بتایا جاچکا ہے وہ ایسی کلیاں ہیں جن میں لاکھوں ستاروں کے پھول کھلے ہیں ذرا اس کوٹے کی چوٹی دیکھئے یعنی منطقۃ البروج پر نظر ڈالئے کہ بہت سے باغوں کو بہار اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔

شعر ۴ خالق ارض و سما نے اپنی صناعی سے کائنات میں عناصر (آب، آتش، باد، خاک) کے عجیب و غریب چار باغ کھلائے ہیں تمام کائنات میں ان ہی کی کارفرمائی ہے۔ اگر موجودات میں خالق حقیقی کے حکم سے یہ کارفرما نہ ہوتے تو یہ کائنات موجود ہی نہ ہوتی اور اس کائنات میں موالید ثلاثہ یعنی جمادات نباتات و حیوانات یکساں نمونے کے تین نشو و نما پانے والے اجسام ہیں فرق صرف یہ ہے کہ جمادات کی نمو بطئی السیر ہے، نباتات کی بطئی السیر نہیں بلکہ حیوانات کے مقابلہ میں نباتات کی نشو و نما جلد ہوتی ہے۔ یہ موالید ثلاثہ نشو و نما کے اعتبار سے یکساں ہیں یعنی ان میں نمو ہوتا ہے۔ کوئلہ ہیرا بن جاتا ہے۔ لعل مدتوں میں آب و تاب حاصل کرتا ہے۔ بلور کی نشو و نما بھی بہت بطئی ہے۔ لیکن موالید ثلاثہ کی یہ نمو اربعہ عناصر کی ترکیب کا نتیجہ ہے ان اربعہ عناصر جو چار اخشیج ہی کے امتزاج (آب آتش و باد و خاک کی ترکیب سے ان کی نمو ہوتی ہے اور ان ہی کی پھبن اور خوشنمائی موجودات میں اپنا اثر پیدا کرکے ان کو حسین اور دلکش بناتی ہے یہی اربعہ عناصر انسان میں اخلاط اربعہ پیدا کرتے ہیں یعنی سودا، بلغم، صفرا اور بادی، ان ہی کی پھبن اور خوبصورتی ان کا اعتدال، انسانی کا مدار بنی ہے۔

شعر ۵ تختۂ نسرین فلک ہے اور اس میں گیندے کا صرف ایک پھول ہے جس کو عطارد کہتے ہیں اصحاب علم نجوم عطارد کو اس برصغیر میں دبیر فلک کی طرح گیندے کے پھول سے بھی تشبیہ دیتے ہیں اسی باغ یعنی فلک ثوابت میں ایک گل نیلوفر یعنی زحل بھی ہے جبکہ فاروں (گلنار فارسی) کے چار پھول کھلے ہیں یعنی مریخ، قلب، اسد، قلب عقرب اور قلب ثور سے مریخ کے لئے اسد، عقرب اور ثور خانہ ہائے سعد ہیں۔

شعر ۶ آگ کی طرح گل انار یعنی مریخ ان دونوں ایک حصار بلند بالا (فلکیات ثوابت) کا حاکم اعلیٰ ہے اور

وہ مملکت ترکستان (فلک) کا ابدنوں سردار ہے (مریخ اپنے خانہ سعد میں ہے اور فوج ستارگان کا ایسا سر ہے جس نے مقابل کے لشکر کو مار بھگایا ہے۔

شعر ۷ صنم تندخو، اپنے خواص کے اعتبار سے مریخ ہے کہ اس کو جلاد فلک ہی کہتے ہیں۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ یہ تندخو صنم! میری بات سن کر اگر غصّہ سے آگ بگولا نہ ہو تو میں اس سے کیوں کہ جب تو خانہ برج سرطان میں پہنچا تو سودائے وبال کے تجھے کچھ اور حاصل نہ ہوا ایرا تو خیال تھا کہ برج سرطان میں تجھے شرف اور بانکپن حاصل ہوگا۔ لیکن تیرا خیال غلط تھا، بھلا پانی کا کیڑے یعنی کیکڑے سے جو برج سرطان کے نام سے ہے کیا شرف مل سکتا ہے (برج سرطان کی فرضی شکل ایک کیکڑے کی ہے جس کو سرطان کہتے ہیں) اس لئے کہ برج سرطان تیرے لئے خانہ شرف نہیں بلکہ وبال ہے۔

شعر ۸ شیر یعنی برج اسد کے دل میں جس کو قلب اسد کہتے ہیں، اگر غلط اور غضب سے آگ بھڑک اٹھے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے کہ کژدم بارد مزاج یعنی برج عقرب (جس کی شکل ایک بچھو کی ہے) ٹھنڈا اور بادہ مزاج رکھتے ہوئے کس طرح شعلہ رنگ بن گیا ہے برج اسد اور برج عقرب دونوں اہل نجوم اور فلکیات کے نقطۂ نظر سے مزاجی کیفیات کے اعتبار سے مختلف ہیں، برج اسد آتشیں مزاج ہے اور برج عقرب بادہ مزاج ہے ان پر دو کیفیات کو امام رضا نے حسن تعلیل کے ذریعہ ظاہر کیا ہے۔

شعر ۹ وسط گلستاں یعنی فلک میں ایک نہر جاری ہے جو منطقۃ البروج ہے اور ایک نہر مدور ہے اور اس نہر کے دونوں جانب جہاں تک نظر دوڑائے دوب کی سبزی گھاس پھیلی ہوئی ہے اور اس دوب میں ہزاروں بوٹے یعنی ستارے چمک رہے ہیں جن سے اس دوب کا حسن دوبالا ہوگیا ہے۔

شعر ۱۰ چمن فلک ان ثوابت وسیارگان سے سیر کے قابل بن گیا ہے جہاں سیر کو آئے ہیں نگاران فلک (ثوابت وسیارے) اٹکھیلیاں کرتے پھر رہے ہیں ان حسینان جن میں ایک چاند جیسا رخسار رکھنے والی حسینہ بھی ہے یہ برج سنبلہ ہے (جس کی تصویر خیال ایک جوان عورت کی ہے جو اپنے ہاتھ میں بالی لئے ہوئے اس مناسب سے اس کو برج سنبلہ کہتے ہیں) اور اس کے قریب دو حسین لڑکے موجود ہیں، یہ دو سیمتن برج جوزا ہے جو توام بچوں کی شکل میں فرض کیا گیا ہے

شعر ۱۱ اس چمن (فلک) میں سبزہ بہت ہی دلکش ہے جس حسین (نجم) کو دیکھو وہ اس سبزے کی سیر میں محو ہے، خواہ وہ مملکت چین کی شہزادی ہو جو مشتری ہے یا وہ بابل میں رہنے والی حسینہ ہو جس کا نام زہرہ ہے، اس شعر میں ایک تلمیح بھی ہے، شہر بابل کی سیر کے لئے دو فرشتے ہاروت وماروت بھیجے گئے تھے وہ یہاں

اگر زہرہ نامی حسینہ کے جادو سے مسحور ہو گئے اور فارسی شعرا نے اس روایت کو اپنے اشعار میں بیان کیا ہے۔ ناسخ یا جرأت کا شعر ہے۔

دیکھ اسکے پری خاتم یاقوت میں انگلی ہاروت نے کی دیدۂ ماروت میں انگلی

قرآن حکیم نے اس واقعہ کو اس طرح ذکر فرمایا ہے۔

وما کفر سلیمٰن ولکن الشیٰطین کفروا یعلمون الناس السحر ج وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت ط وما یعلمٰن من احد حتیٰ یقولا انما نحن فتنۃ فلا تکفر ط فیتعلمون منھما ما یفرقون بہ بین المرء وزوجہ وما ھم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ ط

اور سلیمانؑ نے کفر نہ کیا، ہاں شیطان کافر ہوئے لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں اور وہ جادو جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت ماروت پر اترا۔ اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک وہ یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو رب کی آزمائش ہیں تو اپنا ایمان رکھو۔ تو ان سے سیکھتے وہ جس سے جدائی ڈالیں مرد اور اس کی بیوی میں اور اس (جادو) سے ضرر نہیں پہنچا سکتے کسی کو مگر خدا کے حکم سے۔

قصص القرآن میں اس واقعہ کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے، اسرائیلیات میں ہے کہ یہ زہرہ نامی عورت پر فریفتہ ہو گئے تھے اور جب تک خدا نے چاہا ان کو ایک کنوئیں میں بطور سزا لٹکا دیا۔ جو شہر بابل میں واقع تھا، اسی کو شعرا نے دلبر بابل وطن کہا ہے۔

امام احمد رضا نے "مرف دلبر بابل وطن کہکر زہرہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

میں اپنے اس مضمون کو اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔ انشاء اللہ معارف رضا میں اس پورے قصیدے اور اس کی تشریح کو پیش کروں گا۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

سرتاج الفقہاء

امام احمد رضا خاں بریلوی (م ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) عہد جدید کے عظیم عبقری تھے، جس پر ان کی علمی تخلیقات و تحقیقات شاہد اور زمانہ خود گواہ ہے۔ زمانے نے ان کو جانچا، پرکھا اور پھر آفتاب ماہتاب بنادیا۔ ان کی روشنی دور دور پھیلی۔ ان کی آواز دور دور پہنچی۔ علمائے عرب نے ان کے فضل و کمال کی کھلے دل سے داد دی اور خوب خوب سراہا۔ چناں چہ شیخ عبدالرحمٰن دحلان مکی فرماتے ہیں۔

الذی شهد له علماء البلد الحرام جانه السید الفرد الامام [۱]

ترجمہ:۔ وہ جس کے متعلق مکہ معظمہ کے علمائے کرام گواہی دے رہے ہیں کہ وہ سرداروں میں یکتا و یگانہ ہے۔

اور شیخ عبداللہ نابلسی مدنی فرماتے ہیں۔

وهو لنا درة هذا الزمان وغرة هذا الدهر والاوان سيد الشيوخ والفضلا الكرام يتيمة الدهر بلا نوان [۲]

ترجمہ:۔ وہ نادر روزگار، اس وقت اور اس زمانے کا نور۔ معزز مشائخ اور فضلاء کا سردار بلاتامل وہ زمانے کا گوہر یکتا۔

شیخ محمد عارف بن محی الدین ابن احمد الشہیر با لمجلی ومشقہ فرماتے ہیں۔

فکلامه ۔۔۔۔ یدلّ علی کمال علمه [۳]

---

[۱] احمد رضا خاں: حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور، ص ۸۳ [۲] احمد رضا خاں: الدولۃ المکیۃ، مطبوعہ کراچی، ص ۹۴، ۴۶

[۳] محمد مسعود احمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء، ص ۱۳۷

ترجمہ :- ان کا کلام ان کے کمال علم پر دلالت کرتا ہے۔

اور دمشق ہی کے علامہ شیخ محمد القاسمی تحریر فرماتے ہیں۔

جامع للکمالات والفضائل من الحظ دون شرفہ کل متطاول فانہ جن الفضل والبوہ و المدعی لفضلہ اعداؤہ و محبوہ، مقدارہ فی العلم جلیل ومثلہ فی الانام قلیل[۱]

ترجمہ :- فضائل و کمالات کے ایسے جامع ہیں جن کے سامنے بڑے سے بڑا ہیچ ہے، وہ فضل کے باپ اور بیٹے ہیں۔ ان کی فضیلت کا یقین دشمن و دوست دونوں کو ہے، ان کا علمی مقام بہت بلند ہے، ان کی مثال لوگوں میں بہت کم ہے۔

پاک و ہند کے فضلاء و محققین میں ان کی دھوم ہے۔ چناں چہ پاکستان کے مشہور محقق و دانشور پروفیسر ڈاکٹر مصطفےٰ خاں صاحب (سابق صدر شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد، سندھ) فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ اپنے دور کے بے مثل علماء میں شمار ہوتے ہیں، ان کے فضل و کمال، ذہانت و فطانت، طباعی و درّاکی کے سامنے بڑے بڑے علماء فضلاء، یونیورسٹیوں کے اساتذہ، محققین اور مستشرقین نظروں میں نہیں جچتے۔[۲]

۱۹۲۱ء میں جب امام احمد رضا کا وصال ہوا تو لاہور کے پیسہ اخبار نے اپنے اداریہ میں ایک تعزیتی نوٹ لکھا جس کو پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پاک و ہند میں امام احمد رضا کا بڑا چرچا تھا اور ان کے فضل و کمال کے سب قائل تھے، اداریہ نگار لکھتا ہے۔

> آپ ہندوستان میں علوم اسلامیہ دینیہ کے آفتاب تھے، بڑے فاضل اور متبحر و جید عالم ...... آپ کی وفات سے ہندوستان کی ایک ایسی برگزیدہ ہستی اٹھ گئی جس کی خالی جگہ پر کرنا ناممکن نظر آتا ہے[۳]

امام احمد رضا کے فضل و کمال کے ساتھ ساتھ ان کی وسعت علم کے بھی فضلاء و دانشور قائل نظر آتے ہیں۔ چناں چہ پروفیسر جی۔ ڈی قریشی (ربنو کامل یونیورسٹی۔ انگلستان) لکھتے ہیں۔

انھوں نے اپنے وسیع اور عمیق علم کے طفیل اپنی ذات میں ایک اسلامی یونیورسٹی کی بلندیاں جمع

۱۔ محمد مسعود احمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء، ص ۱۳۹

۲۔ محمد مرید احمد: جہانِ رضا، مطبوعہ لاہور، ص ۱۸۸۔ [۳]

کرلی ہیں صد۱ (ترجمہ انگریزی)

اور پروفیسر ایس۔ٹی۔علی نقوی (صدر شعبہ کیمیا۔گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھ) لکھتے ہیں۔

وہ اپنے عہد کے عظیم فقیہہ اور مصنف تھے، ان کا علم وسیع اور بوقلموں تھا۔وہ ۵۰ علوم وفنون پر مہارت تامہ رکھتے تھے۔ صد۲ (ترجمہ انگریزی)

عہد جدید کے مشہور و معروف مصنف مولانا ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور ان کی اس فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں صد۳

پاکستان کے ایک سن رسیدہ، صحافی وقلمکار میاں عبد الرشید اپنی انگریزی کتاب "پاک و ہند میں اسلام" (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء) میں لکھتے ہیں۔

حضرت احمد رضا خاں بریلوی، برصغیر کی چند غیر معمولی شخصیات میں سے ایک تھے وہ ہمہ گیر عبقری، نہایت زہین اور متقی اور فقہ اسلامی کے ماہر۔۔۔ ان کا علم ہمہ گیر تھا۔ صد۴ (ترجمہ انگریزی)

بلاشبہ امام احمد رضا اپنے عہد کے ایک عظیم فقیہہ تھے۔طبقات فقیہا میں امام احمد رضا کو جو مقام حاصل ہے وہ ان کے معاصرین میں کسی کو حاصل نہ تھا۔فقیہ کا ایک امتیاز خاص یہ ہے کہ اس کو آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ پر کامل عبور ہو۔امام احمد رضا کی قوت حافظہ قرن اوّل کی یاد دلاتی ہے، وہ خود حافظ قرآن تھے اور معانی و مفاہیم سے آشنا۔۔۔۔ان کے سامنے نہ صرف قرآن کے الفاظ تھے بلکہ اس کے معانی اور روح معانی بھی۔۔۔۔ان کا فکر و خیال آیات واحادیث سے آباد تھا۔حدیث میں ان کے مقام کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خود علمائے عرب ان کی شان میں یہ اظہار فرما رہے ہیں۔

کیف لا وھو امام المحدثین صد۵

ترجمہ:۔ کیوں نہیں، وہ تو محدثین کے امام ہیں۔

صد۱ پیغام برائے مجلس رضا، مانچسٹر، انگلستان محررہ ۹ اکتوبر ۱۹۸۱ء صد۲ الہاشم (ٹھٹھ سندھ) شمارہ ۱۹۸۳ء۔ص ۱۵

صد۳ عبد النبی کوکب: مقالات یوم رضا، ج ۲، ص ۶۰، مکتوب محررہ ۲۸ مئی ۱۹۶۸ء

صد۵ شیخ محمد یٰسین احمد الخیاری مدنی بحوالہ رسائل رضویہ، مطبوعہ لاہور، ج ۲، ص ۱۴۸

اور ڈاکٹر سیّد محمد عبدالرشید (چیئرمین شعبۂ دائرۃ المعارف الاسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور) نے امام احمد رضا کو "عبقری فقیہہ" "صاحب نظر مفسر قرآن" اور عظیم محدث قرار دیا ہے[1]

سجادہ نشین مارہرہ شریف (بھارت)، حضرت حسن میاں مدظلہ العالی ۲۸ جولائی ۱۹۸۴ء کو راقم کے غریب خانے پر تشریف لائے اور دیر تک علمی گفتگو فرماتے رہے، اثنائے گفتگو میں فرمایا۔

حضرت شاہ اولاد رسول مارہروی، اعلیٰ حضرت کے لئے فرماتے تھے کہ وہ "فقیہہ النفس" تھے، ان کے الفاظ اپنی جگہ ایسے تھے جیسے میخ۔

حضرت شاہ اولاد رسول، امام احمد رضا کے معاصر تھے، صاحب علم و فضل اور ۳۰ کتابوں کے مصنف، ۱۳۷۲ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی، امام احمد رضا کے ہم خیال نہ ہوتے ہوئے بھی یہ اظہار خیال فرماتے ہیں

جزئیات فقہ پر جو اُن کو عبور حاصل تھا، اُن کے زمانے میں اس کی نظیر نہیں ملتی[2]

اور جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب (جج سپریم کورٹ آف پاکستان شریعت بنچ) فرماتے ہیں۔

علوم دینیہ، فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ میں آپ کو جو عدیم النظیر مہارت حاصل تھی اس میں تو کسی کو کلام نہیں[3]

اس میں شک نہیں کہ بحیثیت فقیہہ امام احمد رضا جامع فضائل و کمالات تھے ——— وہ حق پسند بھی تھے، عدل گستر بھی اور حق گو بھی ——— وہ امین بھی تھے، مخلص بھی، زاہد و عابد بھی اور متقی بھی ——— وہ معقولیت پسند بھی تھے اور بلند خیال بھی ——— وہ بے ریا اور بے نفس تھے ——— ایسے صداقت شعار کہ قول و فعل میں اصلاً تضاد نہیں ——— وہ باعزت تھے، باوقار تھے، ضدی اور ہٹ دھرم نہ تھے ——— جو کہتے اس پر عمل کرکے دکھاتے ——— بیباک و گستاخ اور خودسر و مغرور نہ تھے ——— زمانے کے نبض شناس تھے اور علوم و فنون کے ماہر ——— دوست کی دوستی اور دشمن کی دشمنی سے بے نیاز ——— وہ ہشیار تھے ——— بے خبر نہ تھے ——— ان کی نظر ہمہ گیر تھی، اور ان کا قلم دلگیر ——— وہ صاحب بصیرت تھے، ان کی نظر

۱۔ محمد مقبول احمد قادری، پیغامات یوم رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء ص ۳۵
۲۔ ابوالحسن علی ندوی: نزہۃ الخواطر، مطبوعہ حیدرآباد دکن، ج ۸، ص ۴۱
۳۔ عبدالنبی کوکب، مقالات یوم رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء، ج ۲، ص ۲۹

پس منظر اور پیش منظر پر بھی رہتی تھی ــــ بندگان خدا کو مشکل میں نہیں ڈالتے تھے، ان کے
خدا و رسول نے جو سہولتیں ان کو دیں ان کا خیال رکھتے تھے ــــ وہ زمانے کی حرکی قوت سے آگاہ
تھے ــــ تہذیبوں اور تمدنوں کے اتار چڑھاؤ اور رسم و رواج کے نشیب و فراز سے واقف تھے ــــ
ان کا دماغ روشن ان کا دل منور تھا ــــ کتب احادیث و فقہ پر گہری نظر تھی ــ
ــ تمام مسائل شرعیہ مع دلائل شرعیہ مستحضر تھے ــــ وہ تصنیف کے ساتھ ساتھ، مصنف کے
مقام و مرتبے سے بھی آگاہ تھے ــــ ان کو زبان و بیان پر حیرت انگیز قدرت تھی ــــ عربی
فارسی اور اردو میں بے تکان لکھتے چلے جاتے ــــ ان کی فقہی نگارشات میں بکثرت ادب
پارے ملتے ہیں ــــ انھوں نے تحقیق، تدقیق کا وہ اعلیٰ معیار قائم کیا کہ دور جدید میں جس کی
نظیر نہیں ملتی ــــ ان کی طنزیات میں بھی ابتذال نہیں ــــ وہ اپنے قاری کو پہچانتے ہیں اور اس کو
مطمئن کر کے چھوڑتے ہیں ــــ وہ اپنے قاری کو کسی الجھن میں مبتلا نہیں کرتے ــــ مطالب و معانی
خود ان کے ذہن میں صاف ہوتے ہیں، وہ بڑی صفائی سے اپنی باتیں صاف صاف بتاتے چلے جاتے ہیں
جو دل میں اترتی چلی جاتی ہیں ــــ وہ دلائل و شواہد کے اتنے انبار لگا دیتے ہیں کہ قاری کا فکر و خیال پیاسا
نہیں رہتا بلکہ ایسا سیر ہو جاتا ہے کہ پھر کبھی پیاس ہی نہیں لگتی ــــ ان کی تحقیقات مبالغہ آرائی اور
حشو و زوائد سے پاک ہیں ــــ ان کے اسلوب بیان میں قطعیت ہے ــــ ان کو اپنے حافظہ پر
پورا بھروسہ ہے ــــ وہ متن کی صحت کا خاص اہتمام رکھتے ہیں ــــ معاصر شہادتوں کو چھان پھٹک
کر قبول کرتے ہیں ــــ علوم و فنون کی مصطلحات سے پوری طرح باخبر ہیں انھوں نے علوم و فنون کو تفصیل
و تشریح عطا فرمائی اور نظم و ضبط دیا ــــ وہ دلائل و براہین کو ترتیب و تدریج کے ساتھ بیان کرتے
ہیں ــــ وہ بڑی خوبی سے مضمون پھیلاتے ہیں۔ پھر سمیٹتے چلے جاتے ہیں اور کمال مہارت سے دریا
کو کوزے میں بند کر دیتے ہیں ــــ ان کے ہاں جامعیت، صحت اور دیانت پوری آب و تاب کے
ساتھ جلوہ گر ہے ــــ ان کی فقہی تنقیدات بھی اعلیٰ درجہ کی تحقیقات ہیں ــــ وہ جب فیصلہ
کر لیتے ہیں تو پیچھے نہیں ہٹتے ــــ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم امام احمد رضا علمیت و فقاہت اور قوت
فیصلہ پر اظہار خیال فرماتے ہوئے کہتے ہیں :-

ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا ــــ میں نے انکے

فتاویٰ سے یہ رائے قائم کی ہے اور ان کے فتاویٰ ان کی ذہانت، فطانت اور جودتِ طبع، کمال فقاہت اور علوم دینیّہ میں تبحّر علمی کے شاہد عادل ہیں ـــــ مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے تھے اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے، یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے تھے۔[1]

۳

فن فتویٰ نویسی میں امام احمد رضا کا جواب نہ تھا، ان کا سلسلۂ حدیث حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شیخ عبدالحق دہلوی سے منسلک ہے ـــــ انھوں نے فقہ میں سند شیخ عبدالرحمٰن حنفی مکی سے حاصل کی۔ جن کا سلسلہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود تک پہنچتا ہے ـــــ امام احمد رضا نے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء کو فتویٰ نویسی کا آغاز کیا اور ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء کو فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت مل گئی پھر جب ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء میں اُن کے والد ماجد علامہ مولانا محمد نقی علی خان کا وصال ہوا تو امام احمد رضا مستقل طور پر مسند افتاء پر فائز ہو گئے ـــــ مجموعی طور پر ۵۴ سال امام احمد رضا نے فتوے لکھے، اُن کی سرعت تحریر کا عالم یہ تھا کہ مسوّدات کو چار نقل کرنے والے بیک وقت نقل کرتے جاتے، یہ فارغ بھی نہ ہوتے کہ پانچواں صفحہ تیار ہو جاتا ـــــ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امام احمد رضا نے اپنی زندگی میں کتنا کچھ لکھا ہوگا ـــــ امام احمد رضا کے ہاں ساری دنیا سے استفتاء اس قدر آتے کہ کسی مفتی کے پاس اتنی تعداد میں فتوے آتے نہ سنے ـــ ایک وقت میں پانچ پانچ سو استفتاء جمع ہو جایا کرتے

خود امام احمد رضا تحریر فرماتے ہیں :-

فقیر کے یہاں علاوہ ـــــ دیگر مشاغل کثیرہ دینیّہ کے کار فتویٰ اس درجے وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے۔ شہر و دیگر بلاد و امصار جملہ اقطار ہندوستان، بنگال و پنجاب و ملیبار، برما و ارکان و چین و غزنی و امریکہ و افریقہ حتیٰ کہ سرکار حرمین محترمین سے استفتاء آتے ہیں اور ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہو جاتے ہیں۔[2]

امام احمد رضا کے مجموعہ فتاویٰ کی بارہ جلدیں یادگار ہیں بقول مولانا افتخار احمد قادری (رکن المجمع الاسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ، بھارت) فتاویٰ رضویہ کی پانچ جلدیں مبارک پور سے شائع ہو چکی ہیں

---

[1] ڈاکٹر عابد احمد علی مرحوم، تحریر محررہ یکم اگست ۱۹۶۸ء (شریک مجلس اقبال)

[2] احمد رضا خاں: العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ۔ ج ۴، ص ۱۴۹

چھٹی جلد کتابت ہو رہی ہے، ساتویں اور آٹھویں دار الاشاعت، مبارک پور میں محفوظ ہیں، اس کے بعد کی مزید چار جلدیں بریلی میں محفوظ ہیں۔[1] امام احمد رضا کے مجموعہ فتاویٰ کی فقہی اور دینی اہمیت تو مسلّم ہے۔ لیکن دوسری کئی حیثیات سے اہم ہے ــــــ تاریخی، سیاسی، علمی، لسانی، ادبی، عمرانیاتی، اقتصادی، معاشرتی، سلوکی وغیرہ وغیرہ ــــــ فتاویٰ الرضویہ اپنے دامن میں بہت سے علوم فنون کو سمیٹے ہوئے ہے ــــــ امام احمد رضا کے فتاویٰ عربی، فارسی، اردو میں ہیں اور ہر زبان میں ایسی بے ساختہ تحریر گویا یہ اُن کی مادری زبانیں ہیں ــــ بعض فتوے انگریزی زبان میں ترجمہ کئے گئے ہیں۔ کیونکہ مستفتی جس زبان میں سوال کرتا تھا۔ اس کو اسی زبان میں جواب بھیجا جاتا تھا ــــــ انگریزی زبان میں ایک استفتاء ۱۹۰۸ء کو محمد قادر غنی نے رنگون (برما) نے بھیجا تھا، جس کا جواب ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء کو ارسال کیا گیا۔ اس کا عکس معارف رضا (کراچی، ۱۹۸۲ء) میں شامل ہے ــــــ امام احمد رضا اس کا لحاظ تو رکھتے ہی تھے کہ جس زبان میں استفتا رآتے اسی زبان میں جواب لکھا جائے لیکن اس کا بھی اہتمام رکھتے کہ استفتا منثور آتا تو جواب منثور دیا جاتا اور منظوم استفتا آتا تو جواب منظوم دیا جاتا ــــــ فتاویٰ رضویہ میں منظوم فتوے بھی ہیں۔ امام احمد رضا کی فقہی تحقیقات اور فاضلانہ فتوے نے بہت سے علماء کو مفتی بنا دیا۔ مخالف و موافق سب اُن کے فتووں سے استفادہ کرتے ہیں بعض ان کا حوالہ دیتے ہیں اور بعض یہ تکلیف گوارہ نہیں کرتے اور امام احمد رضا کی تحقیقات کو اپنے حساب میں لگا لیتے ہیں۔ بہر کیف امام احمد رضا اجر و ثواب سے محروم نہیں۔

امام احمد رضا کے مجموعۂ فتاویٰ الفتاویٰ الرضویہ فی العطایا النبویہ کو قانون کے ماہرین نے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ چنانچہ ہندوستان کے مشہور قانون داں اور بمبئی ہائی کورٹ کے جج، پروفیسر ڈی ایف ملّا نے امام احمد رضا کے فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ عالمگیریہ کو فقہ اسلامی کا شاہکار قرار دیا ہے[2] ــــــ اور پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد (استاد شعبۂ علوم اسلامیہ، کراچی یونیورسٹی، کراچی لکھتے ہیں۔

> فقہ کے میدان میں آپ کے فتاویٰ فقہ اسلامی کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہیں جو آپ کو مجتہد کے درجے پر فائز کرنے کے لئے کافی ہیں۔[3]

---

[1] مکتوب محررہ ۲۵ اپریل ۱۹۷۹ء از مبارک پور بنام راقم الحروف۔
[2] مکتوب علامہ نور احمد قادری از سفارت خانہ انڈونیشیا، اسلام آباد۔ مورخہ ۲ جنوری ۱۹۸۱ء۔
[3] سید ریاست علی قادری: معارف رضا، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء۔ ص ۳۳

ہندوستان کا مشہور عالمی شہرت یافتہ علمی مجلّہ معارف (اعظم گڑھ) فتاوی رضویہ اور امام احمد رضا پر یہ تبصرہ کرتے ہوتے لکھتا ہے۔

دینی علوم خصوصاً فقہ و حدیث پر ان کی نظر وسیع اور گہری تھی مولانا جس وقت دقّتِ نظر اور تحقیق کے ساتھ علمأ کے استفسارات کے جواب تحریر فرماتے ہیں اس سے ان کی جامعیت، علمی بصیرت، فقہی جزئی استحضار، ذہانت، طبّاعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے ــــــــ ان کے کمالانہ اور محققانہ فتاوی مخالف و موافق ہر طبقے کے مطالعہ کے لائق ہیں۔[۱]

شیخ ابو الفتاح ابو غدہ (پروفیسر کلیۃ الشریعۃ محمد بن سعود یونیورسٹی۔ ریاض) نے فتاوی رضویہ کا صرف ایک عربی فتوی مطالعہ کیا تو وہ حیران رہ گئے، خود فرماتے ہیں۔

عبارت کی روانی اور کتب و سنت و اقوال سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران ہو گیا اور ششدر رہ گیا اور اس ایک فتوے کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے قائم کرلی کہ یہ شخص کوئی عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہہ ہے۔[۲] (ترجمہ عربی)

مشہور محقق و قلمکار اور امام احمد رضا کے معاصر، مولانا وحید احمد مسعود بدایونی نے بڑی دل لگتی بات فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

حضرت مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا علم نافع دان کی نفاست پر منتہی تھا ــــــ اسی سے انھیں مقبولیت حاصل ہوئی اور اسی سے ان کا نام زندہ ہے۔[۳]

یہ فضلا وہ ہیں۔ جو دل کی آواز پر لبیک کہتے ہیں ــــــ جو نفس کے اشاروں پر نہیں چلتے ــــــ جو روز روشن میں آنکھیں بند نہیں رکھتے ــــــ وہی کہتے ہیں۔ جو ان کا دل کہتا ہے۔

ــــــ عالم اسلام کے موافق و مخالف فضلا و دانشوروں نے جن جن القاب و آداب سے نوازا اور ان کے علم و فضل پر جو جو اظہار خیال کیا اس کو بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیئے ــــــ ان حضرات کے تاثرات پر مشتمل پاکستان اور ہندوستان سے اب تک چھ مجموعے شائع ہو چکے ہیں اور مزید شائع ہونے والے ہیں۔

۱۔ معارف (اعظم گڑھ، یوپی، بھارت) شمارہ ستمبر ۱۹۴۹ء ص ۴۳، ۴۴

۲۔ محمد یٰسین الاعظمی: امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، مطبوعہ الہ آباد ۱۹۷۷ء، ص ۱۹۴

۳۔ محمد مرید احمد: جہان رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۱۶۲

امام احمد رضا کے مستفتیوں میں علماء و فضلاء کے علاوہ پاک و ہند کی عدالت ہائے عالیہ کے جج بھی شامل ہیں اور کلیات، جامعات کے پروفیسر بھی ـــــ جسٹس محمد دین مرحوم (چیف کورٹ، بہاول پور) جب ایک مقدمہ کا فیصلہ نہ کر سکے، مفتیوں سے آٹھ فتوے لئے پھر بھی وہ مطمئن نہ ہو سکے تو انھوں نے ہدایت کی کہ پورا مقدمہ متعلقہ فتووں کی نقول کے ساتھ امام احمد رضا کی خدمت میں پیش کیا جائے اور ان سے درخواست کی جائے کہ :-

ان تمام فتاوی کو ملاحظہ فرما دیں اور ان سوالات حل طلب کے متعلق اپنی رائے کا مع استناد جواب تحریر فرما کر بہت جلد مرحمت فرما دیں ـــــ مقدمہ چوں کہ عرصے سے دائر ہے۔ اس لئے نتیجہ کے بھجوانے کے لئے استدعا کی جاتی ہے کہ بہت جلدی عدالت ھذا میں بھجوا دیں [1] (۱۹۱۳ء)

اسی طرح اسلامیہ کالج - لاہور کے پروفیسر ریاضی اور پرنسپل مولوی حاکم علی مرحوم - امام احمد رضا سے، سائنسی، علمی، اور سیاسی موضوعات پر گفتگو فرماتے اور فتوے لیتے ـــــ تحریک ترک سوالات (۱۹۲۱ء) کے زمانے میں انھوں نے امام احمد رضا سے جو فتویٰ لیا - (اور جو علامہ اقبال کی نظر سے بھی گزرا -) مشہور و معروف ہیں [2] اس فتویٰ نے تحریک ترک موالات کے حامیوں کی اصلاح کی اور ان کو مسلمانوں کو تباہی سے بچایا -

امام احمد رضا نے فن فتویٰ نویسی میں جن کی تربیت فرمائی وہ بھی اپنے عروج کو پہنچے ـــــ ان میں قابل ذکر یہ حضرات ہیں - مفتی اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا خان، مولانا امجد علی اعظمی، مولانا سید شاہ غلام بہاری، مولانا محمد ظفر الدین بہاری، حکیم سید عزیز غوث اور مولانا نواب مرزا وغیرہ -

مولانا مصطفےٰ رضا خان علیہ الرحمہ، امام احمد رضا کے چھوٹے صاحبزادے تھے، فن فتویٰ نویسی میں اپنی مثال آپ تھے - امام احمد رضا نے مولانا امجد علی اعظمی اور آپ کو منصب افتاء و قضا پر مامور فرماتے ہوئے یا ارشاد فرمایا -

ان دونوں کو نہ صرف مفتی بلکہ شرع کی جانب سے ان دونوں کو قاضی مقرر کرتا ہوں کہ ان کے

---

[1] احمد رضا خان : فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ بریلی ۱۴۰۲ھ، ج ۱۱، ص ۱۹۶

[2] پروفیسر محمد صدیق : پروفیسر مولوی حاکم علی، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء، ص ۱۱۴ - ۱۳۳

فیصلے کی وہی حیثیت ہوگی۔ جو ایک قاضیٔ اسلام کی ہوتی ہے۔[1]

علامہ مصطفیٰ رضا خاں کا مجموعہ فتاویٰ، فتاویٰ مصطفویہ کے نام سے ۱۹۸۴ء میں ادارہ تصنیفات امام رضا (کراچی) نے شائع کر دیا ہے۔ اس سے قبل ہندوستان سے بھی یہ شائع ہو چکا ہے۔

مولانا امجد علی اعظمی، امام احمد رضا کو دنیا بھر سے آنے والے استفتاء سنایا کرتے تھے اور امام احمد رضا جواب میں جو ارشاد فرماتے وہ املا کرتے جاتے، طبیعت اخّاذ تھی۔ طرز سے واقف ہو گئے اور فتویٰ لکھتے رہے، فقہ میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔ بہار شریعت ان کی مشہور تصنیف ہے ان کا مجموعہ فتاویٰ، فتاویٰ امجدیہ ہندوستان سے شائع ہو چکا ہے ــــــ مولانا ظفر الدین بہاری بھی فقہ و حدیث میں بہت بلند مقام کے مالک تھے۔

امام احمد رضا کے پر پوتے علامہ محمد اختر رضا خاں (ابن علامہ محمد ابراہیم رضا خاں ابن علامہ محمد حامد رضا خاں ابن امام احمد رضا خاں) آجکل بریلی میں منصب رفتاء پر فائز ہیں۔ وہ جامعہ ازہر (قاہرہ۔ مصر) کے فارغ ہیں۔ بے تکان عربی لکھتے ہیں۔ اور علم فقہ و حدیث میں مہارت رکھتے ہیں۔

۵

فتاویٰ کے علاوہ امام احمد رضا کی دیگر کتب و تصانیف خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ جن کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہیں۔ ان کتب و تصانیف میں شروح و حواشی اہل علم کی توجہ کے مستحق ہیں۔ امام احمد رضا کے ایک جلیل القدر معاصر مولانا ہدایت رسول لکھنوی (م ۱۹۱۵ء) امام احمد رضا کے حواشی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے حواشی خود ان کے افاضات و افادات ہوتے ہیں۔[2]

خانقاہ مجددیہ مظہریہ (دہلی) کے سجادہ نشین علامہ ابوالحسن زید فاروقی الازہری دسمبر ۱۹۸۳ء میں پاکستان تشریف لائے۔ کراچی میں ایک ملاقات میں اثنائے گفتگو راقم سے فرمایا کہ وہ حیدرآباد دکن تشریف لے گئے، وہاں امام احمد رضا کے ردالمحتار پر عربی حاشیہ جدّ الممتار[3] کے چند اوراق دیکھے تو حیران

---

[1] امجد علی اعظمی: فتاویٰ امجدیہ، مطبوعہ الٰہ آباد ۱۹۷۹ء، ص۔ ذرہ

[2] ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ج ۱، ص ۱۳۸

[3] جد الممتار (جلد اوّل) ۱۹۸۲ء میں حیدرآباد دکن سے چھپ کر المجمع الاسلوبی، مبارک پور سے شائع ہو گئی ہے۔ اس میں مولانا افتخار احمد قادری (رکن المجمع الاسلوبی) نے امام احمد رضا پر ایک دقیع مقالہ شامل کیا ہے۔ (ص ۲۴-۴۹)

رہ گئے ـــــــ جہاں صاحب ردالمحتار ایک دو کتابوں کا ذکر کرتے ہیں وہاں مولانا احمد رضا خان آٹھ دس کتابوں کے حوالے سے دے ڈالتے ہیں۔

شاہ اولاد رسول مارہروی (م ۱۳۷۲ھ) اسی حاشیے پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کو میں ابن عابد بن شامی پر فوقیت دیتا ہوں کیونکہ جو جامعیت اعلیٰ حضرت کے ہاں ہے وہ ابن عابد بن شامی کے ہاں نہیں ص۱

سراج الفقہا مولانا سراج احمد ـــــــ مفتی سراج العلوم، خانپور) امام احمد رضا خاں کے معاصرین میں تھے، ان کے اساتذہ نے ان کو باور کرایا تھا کہ امام احمد رضا کو علم و تحقیق سے کوئی علاقہ نہیں، ان کی کتابیں پڑھنا بے سود ہے لیکن جب سراج الفقہا منصب افتاء پر فائز ہوئے اور میراث کے ایک مسئلے میں ان کو الجھن پیش آئی تو مجبوراً انھوں نے امام احمد رضا سے رجوع کیا۔ امام احمد رضا نے ایسا تشفی بخش جواب عنایت فرمایا کہ سراج الفقہا حیران رہ گئے اور امام احمد رضا کی علمی عظمت کا نقش ان کے دل پر مرتسم ہو گیا ـــــــ انھیں ایام میں ان کی ملاقات ایک غیر مقلد عالم مولانا نظام الدین (احمد پور) سے ہو گئی جو ان کے مخلصین میں تھے، سراج الفقہا نے امام احمد رضا کا رسالہ الفضل الموہبی ان کو دکھایا، تو وہ حیران رہ گئے اور عالم حیرت میں فرمایا۔

یہ سب منازل فہم حدیث مولانا کو حاصل تھے؟ ـــــــ افسوس کہ میں ان کے زمانے میں رہ کر بے خبر و بے فیض رہا، ـــــــ علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں ـــــــ یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں ص۲

۲

امام احمد رضا کا تحقیقی معیار بہت بلند تھا، اپنی تصنیف جب الاسرار (مطبوعہ لاہور) میں انھوں نے ماخذ اور اس کے متن پر علمی بحث کی ہیں ص۳۔ اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کیسے بلند پایہ محقق تھے برکلے یونیورسٹی (امریکہ) کے شعبۂ تاریخ کی فاضلہ ڈاکٹر باربرا ڈی۔ مٹکاف اپنی کتاب میں لکھتی ہیں۔

ص۱ بروایت علامہ حسن میاں مارہروی سجادہ نشین خانقاہ مارہرہ شریف۔ مسعود
ص۲ المیزان (بمبئی)، شمارہ مارچ ۱۹۷۶ء۔ ص ۱۸۵۔ ۱۸۶
ص۳ راقم نے اپنے مقالہ حیات امام اہل سنت (مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ص ۳۸۔ ۱۴)، میں اس بحث کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ حیات امام اہل سنت کا ایک اڈیشن کراچی سے شائع ہوا ہے اور ایک ایڈیشن مبارک پور (بھارت) سے۔ مسعود

احمد رضا کی نگارشات کا انداز مدلل تھا جس میں بے شمار حوالوں کے ڈھیر ہوتے تھے جس سے ان کی علمی اور عقلی فضیلت کا اندازہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے مخالفین کی کوتاہیوں کا علم بھی ہوتا ہے۔[1]

(ترجمہ انگریزی)

ڈاکٹر محی الدین الوائی جو پہلے جامعہ ازہر (قاہرہ - مصر) میں تھے اور اب مدینہ یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں اور مسلکاً اہل حدیث ہیں لیکن حق پسند اور حق گو ہیں۔ وہ امام احمد رضا کی خدمات کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں۔

جن علمائے ہند نے مروجہ علوم عربیہ و دینیہ کی خدمت میں اعلیٰ قسم کا حصہ لیا ہے ان میں مولانا احمد رضا خان صاحب کا نام سرفہرست نظر آتا ہے ـــــــ علوم عربیہ اسلامیہ کو آراستہ کرنے میں آپ کا بہترین ریکارڈ ہے۔[2]

امام احمد رضا کی فقہی اور روایتی خدمات پر کام ہو رہا ہے، چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر محمد حنیف اختر فاطمی (صدر شعبہ سائنٹکس، لندن یونیورسٹی، انگلستان) نے امام احمد رضا کی تین فقہی اور دینی تصانیف کو سامنے رکھ کر انگریزی میں تین مقالات تحریر فرمائے ہیں۔

۱۔ اسلام کا تصوّر علم

۲۔ اسلام کا تصوّر جہل

۳۔ اسلام کا تصوّر دولت

پہلا مقالہ لاہور سے چھپ کر مجلس رضا، مانچسٹر (انگلستان) کی جانب سے ۱۹۸۳ء میں شائع ہو گیا ہے۔ پروفیسر محمد حنیف اختر صاحب نے کئی سال ہوئے امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کو انگریزی میں منتقل کیا تھا۔ جو لاہور میں چھپ رہا ہے۔

کنز الایمان کو پروفیسر شاہ فرید الحق (کراچی) اور آل رسول حسنین صاحب (مارہرہ شریف) نے انگریزی میں منتقل کر رہے ہیں۔

پروفیسر جی ڈی قریشی (نیو کاسل یونیورسٹی، انگلستان) نے امام احمد رضا کی قابل مطالعہ تصنیف

---

[1] باربرا مٹکاف: مسلم ریلیجن لیڈرشپ ان انڈیا، برکلے، ۱۹۷۴ء

[2] صوت (شرق (قاہرہ)، شمارہ فروری ۱۹۷۰ء، ص ۱۶

تمہید ایمان کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جو عنقریب مجلس رضا۔ مانچسٹر کی طرف سے شائع ہو جائے گا ـــــ پروفیسر ڈاکٹر جے ایم۔ ایس بلیاں (شعبہ اسلامیات، لیڈن یونیورسٹی، ہالینڈ) بھی مجموعہ ہائے فتاوی کے تقابلی مطالعہ کے سلسلے میں امام احمد رضا کا فتاوی رضویہ مطالعہ کر رہے ہیں۔

امام احمد رضا کے فکر کا ہر گوشہ تحقیق و تدقیق کا متقضی اور ایک الگ مقالے کا محتاج ہے راقم کو امام احمد رضا پر تحقیق کرتے۔ چودہ[۱۴] ۔ سال گزر چکے ہیں۔ مگر ایسا محسوس ہوتا ہے ابھی ساحل سمندر تک بھی رسائی نہ ہو سکی۔ شناوری اور غواصی تو بہت دور کی بات ہے ـــــ امام احمد رضا کی شخصیت بزبان حال یہ کہتی معلوم ہوتی ہے ؎

دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر ہم اُس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

ہندوستان کے مشہور و محقق و فاضل علامہ شبیر احمد غوری (جن کے علمی مقالات سالہا سال سے علمی مجلات کی زینت بن رہے ہیں) فلسفہ جدید و قدیمہ۔۔ امام احمد رضا کی تصنیف الکلمۃ الملہمہ پر اپنے مقالے "عہد حاضر کا تہافت الفلاسفہ" میں تبصرہ کرتے ہوئے امام احمد رضا کو امام غزالی کا ہم پلہ قرار دیتے ہیں اور یہ دل لگتی بات فرماتے ہیں:-

مجد مائتہ حاضرہ جیسے نادرۂ روزگار کی عبقریت کی کماحقہ تصویر کشی کے لئے جن جامع منقول و معقول فضلاء کی کاوش و تحقیق درکار ہے۔ وہ نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں[۲]

بلاشبہ امام احمد رضا کا ایوان علم و دانش ایک ایسا حیرت کدہ ہے، جہاں زمانے کے بڑے بڑے دانشور گم ہوتے نظر آتے ہیں۔

۷

امام احمد رضا کی جلالت علمی کے بارے میں فضلاء و محققین کی آراء و تاثرات قاری کو یہ جاننے کے لئے بے چین کئے دیتے ہیں کہ آخر امام احمد رضا اتنے عظیم کیوں تھے؟ ـــــ اس کے جواب میں مولانا ڈاکٹر حسن رضا خاں صاحب کی یہ علمی کاوش اور تحقیقی مقالہ "فقیہ اسلام" پیش کی جا سکتی ہے ـــــ دراصل یہ مقالہ ۱۹۷۹ء میں پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) میں ڈاکٹریٹ کے لئے پیش کیا گیا تھا۔ جس پر ڈاکٹر صاحب کو پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری عطا کی گئی ـــــ

---

[۱] معارف رضا، مطبوعہ کراچی [۲] ایضاً، ص ۲۳۴

یہ مقالہ ۱۹۸۱ء میں اسلامک پبلی کیشن سنیٹر، پٹنہ نے ہندوستان سے شائع کیا ــــــ ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کے ہر باب میں تحقیق کا حق ادا کیا ہے ــــــ پہلے، دوسرے اور تیسرے ابواب محنت سے لکھے گئے ہیں اور اس میں بہت مفید معلومات جمع کی ہیں ــــــ چوتھا باب امام احمد رضا کے حالات سے شروع ہوتا ہے۔ اس میں آپ کے حالات و افکار کا جائزہ لیا گیا ہے ــــــ آخر میں ان سندات کی نقول بھی شامل کی ہیں جو امام احمد رضا کو حدیث و فقہ میں عطا کی گئیں ــــــ پانچویں باب میں امام احمد رضا کے احوال و آثار کا ذکر کیا گیا ہے، اس میں امام احمد رضا کے منظوم و منثور فتوے نیز عربی، فارسی اور اردو فتووں کے نمونے بھی پیش کئے گئے ہیں اور انگریزی میں ترجمہ شدہ ایک فتویٰ بھی نقل کیا ہے اور آخر میں پچاس علوم و فنون پر امام احمد رضا کی ۴۱۲۔ تصانیف کی تفصیل فہرست دی ہے ــــــ چھٹے باب میں معاصرین، تلامذہ اور خلفاء و متبعین کا ذکر کیا گیا ہے، یہ باب بھی محنت سے مرتب کیا گیا ہے ــــــ ساتویں باب میں فقہ اسلامی میں امام احمد رضا کی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے اور فتویٰ نویسی میں ان کی مہارت کا ذکر کیا ہے اور ان کی نگارشات کے نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ محدث وقت اور فقیہہ العصر تھے، اس باب میں فقہ سے متعلق امام احمد رضا کی مزید ۲۴ کتب احوا کشی ذکر کیا گیا ہے۔ اس طرح مجموعی طور پر امام احمد رضا کی ۶۶ کتب و حواشی کی تفصیلات اس تحقیقی مقالے میں آگئی ہیں، مجموعہ طور پر یہ مقالہ قابل مطالعہ اور لائق تحسین و آفرین ہے، فاضل مقالہ نگار اور وہ علماء و دانشور جنہوں نے ان سے تعاون کیا۔ سب قابل مبارک باد اور ہم سب کے شکریے کے مستحق ہیں۔

اس کتاب کی اہمیت اور افادیت اس امر کی متقاضی تھی کہ اس کو پاکستان میں بھی شائع کیا جائے۔ سب سے پہلے اس کی اشاعت کا خیال محترمی جناب سید ریاست علی قادری (ناظم اعلیٰ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے ذہن میں آیا۔ مگر وہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے شائع نہ کرسکے تو ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی کو اس اہم کام کے لئے تیار کیا اور ادارۂ تصنیفات امام احمد رضا، کراچی نے اس اہم کام کا بیڑا اٹھایا ــــــ اس ادارے کے اراکین بالخصوص عزیزان گرامی محمد ریاض صاحب اور محمد الطاف صاحب، حضرت شاہ تراب الحق مدظلہ العالی کی سرپرستی میں

قابل قدر خدمات انجام دے رہے ہیں، انھوں نے کئی اہم اور مفید کتابیں شائع کی ہیں اور پیش نظر کتاب کو علمی و تحقیقی نقطۂ نظر سے نہایت ہی اہم ہے اور اہل علم کے لئے قابل مطالعہ ہے اللہ تعالیٰ ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کے تمام اراکین اور معاونین کو دارین میں سرفراز فرمائے اور مزید ہمت و استقامت ارزانی فرمائے۔

آمین

بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

حضرت علامہ محمد فیض احمد صاحب اویسی رضوی

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رح

علمائے ریاست بہاول پور کی نظر میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

اعلیٰحضرت عظیم البرکت شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا ومرشدنا شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کو نہ صرف خطۂ ہند کے علماء و مشائخ نے مجدّد مانا بلکہ عرب و عجم کے تمام مشاہیر و اکابر نے آپ کی تجدید کا اعتراف فرمایا اور آپ کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔ اس وقت چونکہ ہمارا روئے سخن نبی کے علماء و مشائخ سے ہے۔ وہ بھی اختصار کے پیشِ نظر چند بزرگوں کی تصریحات عرض کرتا ہوں۔ سب سے پہلے فقیر اپنے استادِ مکرم حضرت سراج الفقہاء رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا آغاز کرتا ہے:۔

سراج الفقہاء

آپ اپنے دور میں فقاہت وفن میراث میں ثانی نہ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ سید میر شریف رحمۃ اللہ علیہ کی شریفی سراجی کے ذوی الارحام کی بحث پر تنقید فرمائی تو علمائے زمانہ نے آپ کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ ایسی شخصیت

امام احمد رضا قدس سرہٗ کے متعلق خود بیان فرماتے ہیں کہ دورِ طالب علمی میں یہ بات ہمارے ذہن میں بٹھا دی گئی تھی کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کی کتابیں پڑھنا ناجائز ہے۔ ان کی تصنیفات کو علم و تحقیق سے کوئی علاقہ نہیں ہوتا۔ وہ تو صرف چند مروجہ رسومات و بدعات کے مجوز ہیں۔ ان کی علمیت کا مدار یہی امور ہیں اور ان کی تصنیفات صرف میلاد، قیام میلاد، فاتحہ، عرس، گیارہویں، نذر و نیاز اور ندا وغیرہ "امورِ بدعیہ" سے متعلق ہیں۔ چنانچہ تمام طلبا کی طرح میں بھی ان کے نام تک سے متنفر تھا۔ میں نے بعض لوگوں سے ان کے تبحرِ علمی کی باتیں سن رکھی تھیں جنہیں ہمارے حلقے میں مریدین و معتقدین کی عقیدت اور غلو سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ اتفاق سے مجھے رسالہ میراث کی تصنیف کے دوران ایک مسئلے (ذوی الارحام) کی صنفِ رابع کے حل میں الجھن پیدا ہوئی۔ میں نے اس کے حل کے لیئے دیوبند، سہارنپور، دہلی اور دیگر علمی مراکز میں خطوط لکھے کہیں سے بھی تسلی بخش جواب نہ آیا۔ سب نے سراجی پر ہی اکتفا کیا۔ میں نے یہ سوچ کر کہ اس میں حرج ہی کیا ہے وہ سوال مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کے پاس بھیج دیا۔ ایک ہفتے کے اندر مولانا کی طرف سے جواب آ گیا۔ انہوں نے مسئلے کو اس طرح حل کیا کہ تمام کتب کے اختلافات اور شکوک و شبہات رفع ہو گئے۔

اب آپ حضرت سراج الفقہاء کا استفتاء اور فقیہہ اجل اعلیحضرت امام اہلسنّت حضرت مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ کا وہ انقلاب آفریں نادر و غیر مطبوع فتویٰ ملاحظہ فرمائیں جس نے وقت کے ایک بہت بڑے محقق کو نہ صرف ذہنی اطمینان بخشا بلکہ ایک نئی راہ پر ڈال دیا۔ یاد رہے کہ حضرت سراج الفقہاءؒ رحمۃ اللہ علیہ شہنشاہِ ولایت غواصِ معرفت و حقیقت حضرت خواجہ غلام فرید

چاچڑاں قدس سرہٗ کے مرید اور آپ کے والدِ گرامی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ کے خلیفۂ مجاز تھے۔ اور خواجہ صاحب قدس سرہٗ وہ ہیں جنہوں نے دیوبندیوں کے دو ستونوں خلیل احمد رنبیٹھوی و محمود الحسن دیوبندی کو بہاولپور کے مناظرہ میں خارجی بنا کر نکالا اور فرمایا کہ عقائد دیوبندی لوگ خوارج سے متعلق ہیں۔ پھر آپ کے عاشقِ صادق نواب بہاولپور مرحوم نے حکم نافذ فرمایا کہ ریاست بہاولپور کی حدود میں عقائد دیوبند رکھنے والوں کا داخلہ بند ہے۔

باوجود اینہمہ حضرت سراج الفقہا پر ہم نشینوں کی صحبت نے اس حد تک پہنچا دیا۔ سچ ہے۔ ع "یار بد بدتر از مار بد"

نوٹ:۔ وہ استفتاء اور جواب فتویٰ تفصیل کے ساتھ سوانح سراج الفقہاء طبع کردہ مرکزی مجلسِ رضا لاہور میں چھپا ہے۔

سراج الفقہا سُنّی بن گئے

اس جواب کو دیکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی کے متعلق میرا اندازِ فکر یکسر بدل گیا اور ان کے متعلق اور دیگر تصنیفات منگوا کر پڑھے تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرے سامنے سے غلط عقاید و نظریات کے سارے حجابات آہستہ آہستہ اٹھ گئے (یہ بیان سوانح سراج الفقہاء سے لیے گئے ہیں) اور خود فقیر نے اپنے کانوں سے بھی سُنا۔ بلکہ اُن کو تو فقیر نے اتنا محقق پایا کہ وہ اپنے دور میں کسی کو خاطر میں نہ لاتے۔ مفتیٔ بلوچستان وسندھ مولانا ہمایوں مرحوم کے فتاویٰ پر تنقید و تبصرہ کی باتیں اکثر بیان فرمایا کرتے۔

حالانکہ مولانا ہمایونی مرحوم فقہ میں ابوحنیفہ ثانی مشہور تھے۔

فقیہہ شہر مولوی نظام الدین احمد پوری

مولوی نظام الدین اپنے دور میں فقیہہ لاثانی مشہور تھے۔ علمائے دیوبند اس کی فقاہت کی تعریف کرتے نہیں تھکتے۔ وہ مولوی خلیل احمد پر شرح وقایہ کی عبارت لے کر اعتراض کرنے گئے۔ جب انبیٹھوی بہاولپور کے عربی مدرسہ میں مدرس تھا۔ بعد فراغ کسی نے مولوی مذکور سے انبیٹھوی کے متعلق پوچھا تو جواب دیا کہ علم تو بہت زیادہ نہیں کہ ابھی نوعمر ہیں مگر تیز اور سمجھ دار البتہ بہت ہیں۔

فقیہہ مذکور نے اعلیحضرت قدس سرہٗ کے متعلق کہا

جب میرے استاذ حضرت سراج الفقہاء رحمتہ اللہ علیہ پر اعلیحضرات قدس سرہٗ کے فیضان کا اثر ہوا تو فقیہہ مذکور سے آپ کی ملاقات ہوئی ان کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ خالی از دلچسپی نہیں۔

سراج الفقہا

اسی دور میں احمد پور کے ایک مشہور فقیہہ مولوی نظام الدین سے میری گفتگو ہوئی۔ یہ مولانا تفقہ میں اپنے ہم عصر علماء سے ممتاز تھے اور کسی کو اپنا ہم عصر تصور نہیں کرتے تھے۔ عقائد کے اعتبار سے غیر مقلد تھے۔ فتاوی رشیدیہ کے اس فتوے پر گفتگو ہوئی کہ حدیثِ صحیح کے مقابل قولِ فقہاء پر عمل کرنا چاہیئے۔ اعلیحضرت

کے رسالہ" الفضل المذہبی فی معنی اذا اصح الحدیث فھو مذہبی" کے ابتدائی اوراق منازلِ حدیث کے انہیں سُنائے تو کہنے لگے یہ سب منازل فہم حدیث مولانا کو حاصل تھے۔ افسوس کہ میں اُن کے زمانے میں رہ کر بے خبر و بے فیض رہا۔ پھر فقہ کے چند مسائل کے جوابات رسائلِ رضویہ سے سُنائے گئے تو کہنے لگے علامہ شامی اور صاحبِ فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں۔ یہ تو امامِ اعظم ثانی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت سراج الفقہاء فرماتے ہیں میں اس کے اس قول کی تصدیق کرتا ہوں کہ علامہ شامی کی بحث کو بیان فرما کر اپنی بحث کا اظہار کر کے فرمایا کہ الحمد للہ میرا فہم مطابق ظاہر الروایہ آیا۔ بقول اس وقت میرے پاس مبسوط نہیں تھی۔ اب اس کے مطالعہ نے واضح کر دیا کہ صرف اطلاق صریح نہیں بلکہ خاص نص صریح ہے۔ بحث علامہ شامی مصادم نص واقع ہوئی اور بحثِ فقیر بحمداللہ القدیر نص کے موافق آئی۔ وللہ الحمد۔

ناظرین اب حضرت سراج الفقہاء کے دو مکتوبِ گرامی ملاحظہ فرمائیں جن سے ان کے خیالات کی واضح نشاندہی ہوتی ہے۔ یہ مکتوب مکرمی جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے نام ہیں۔

مکتوب ۱

مکرم و محترم مولانا صاحب! زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نوازش نامہ ملا۔ تشکریہ۔ اعلیحضرت مجدد مائۃ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمیت و فقاہت پر مجھ سے مضمون لکھوانا۔

ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

جب تک سارے علوم عقلیہ و نقلیہ میں باکمال نہ ہو فقہ میں ناقص ہے اور اعلیٰحضرت رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ کو ہر علم میں کمال تھا۔ مولوی نظام الدین فقیہہ احمد پوری وہابی جو تفقہ میں اپنے ہمعصر علمائے دیوبندی وغیرہ سے اپنے آپ جیسا فائق کسی کو نہ جانتا تھا۔ فتاویٰ رشیدیہ کے اس فتوے پر کہ حدیث صحیح کے مقابل قول رحمتہ اللہ علیہ کے ابتدائی اوراق منازلِ حدیث کے سُنائے تو کہنے لگے یہ سب منازلِ صحیح حدیث مولانا کو حاصل تھے۔ افسوس میں اُن کے زمانے میں رہ کر بے خبر و بے فیض رہا۔ پھر چند مسائلِ فقہ کے جوابات مسائلِ رضویہ سے سُنائے تو کہنے لگے کہ علامہ شامی اور صاحبِ فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں۔ یہ تو امامِ اعظم ثانی معلوم ہوتا ہے۔ میں اس کے اس قول کی تصدیق کرتا ہوں کہ شامی وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔ میں نے جب رسالہ زبدہ سراجیہ فی علم المیراث والمیقات و لوصیہ تصنیف کیا۔ صنف رابع ذوی الارحام میں رسائلِ میراث جو سراجی کے خوشہ چیں ہیں سب نے لکھا کہ اختلاف جہت کے وقت قوت قرابت اور ولایت عصبہ سے ترجیح نہیں ہے۔ مگر شامی نے فتویٰ دیا کہ عم عمہ کی جہت سے ولد العصبہ خال خالہ کی جہت والے غیر عصبہ کے ولد کو محروم کرتا ہے۔ علامہ شامی نے "العقود الدریہ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ" میں فرمایا جن کے نزدیک ولد عصبہ کو ترجیح ہے۔ انہیں قوتِ قرابت کو بھی مرجح ماننا پڑے گا۔ کیونکہ یہ زیادہ قوی ہے۔ اس کے متعلق اعلیٰحضرت رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ کی خدمت میں میں نے استفتاء بھیجا تو آپؒ نے فرمایا کہ تنقیح حامدیہ پر میں نے اس کے برخلاف تحقیق لکھی مگر اس وقت مبسوط سرخی میرے پاس نہ تھی۔ الحمدللہ نص صریح ظاہر الروایہ یہ میری تحقیق کے مطابق اسی میں آئی ہے۔ یہ ہے اعلیٰحضرت رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ کا فرمودہ جس پر ہر محقق اندازہ لگا سکتا ہے کہ فقاہت میں کتنے رفیع القدر تھے کہ حضرت

امام محمد رحمۃ اللہ تعالے علیہ کی ظاہر روایہ ان کی مؤید تھی۔ آپ نے جس فن میں قلم اٹھایا اس کے آئمہ کو مبہوت کر دیا۔ دیکھو رسالہ حاجز البحرین ردِّ نذیر حسین دہلوی امام اہلحدیث رسالہ فوزِ مبین رد حرکتِ زمین وغیرہ۔ فتاوی میراث میں سائل فاضل ہداہ اللہ تعالے کا خطاب دے کر دعا کی جو میری ہدایت کا باعث بنی کہ وہابیت جو وہابی استادوں کی تشاگردی سے ملی تھی اسی وقت جاتی رہی۔ الحمد للہ کل الحمد۔

مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۴۹ء

دستخط

محررہ سراج احمد مکھن بیلہ۔ مفتی سراج العلوم

خانپور

مکتوب نمبر ۲

میں نے تصنیف رسالہ کے وقت صنف رابع ذوی الارحام کا مسئلہ جو معرکۃ الآرا تھا ہر ادارہ دیوبند، سہارنپور، دہلی وغیرہ کی طرف ارسال کیا کسی سے جوابِ حل نہ آیا۔ آخر کار اعلیحضرت رحمۃ اللہ تعالے علیہ کا پتہ ان کے رسائل سے معلوم ہوا تو ان کی خدمت میں وہ مسئلہ پیش کیا۔ سبحان اللہ حضرت کی وسعتِ علم و فہم پر قربان جائیے کہ مسئلہ کا ایسا حل فرمایا کہ تمام اختلافاتِ کتب اور شکوک و شبہات رفع ہو گئے۔ اور دیگر علمیہ فوائد کثیرہ پر مشتمل پایا جس سے علماء متقدمین کی یاد تازہ ہوئی اور قلب کو سرور اور آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوئی۔ [1]

---

[1] وہ فتویٰ شریف سوانح سراج الفقہاء کے ساتھ شائع ہوا۔

حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑانی کے مرید اور حضرت خواجہ نازک کریم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ تھے اور اپنے زمانہ میں صاحبِ تصرف تھے۔ فقیر اویسی غفرلہٗ کو زمانۂ طالبعلمی میں ان کے کتب خانہ کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ آپ کی قلمی تصانیف بھی باصرہ نواز ہوئیں۔ فقیر نے سرسری طور پر چند ایک کی اوراق گردانی کی تو جابجا اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کو مجدد وقت اور بڑے بڑے اعلیٰ القابات سے یاد فرمایا اور اپنی ہر تحقیق کو اعلیٰحضرت قدس سرہٗ سے مستند کیا۔ بلکہ فتاوی رضویہ میں کئی فتاوی کا استفتاء آپ کے نام سے منسوب ہیں۔ یہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کا فیضانِ کرم ہے کہ جب مرزائیوں نے حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہٗ کے ملفوظات میں مرزا قادیانی کی تحریریں لکھوا دیں تو سب سے پہلے آپ تھے جنہوں نے تحریری رد لکھا کہ عوام کو متنبہ کیا کہ یہ تحریری ملفوظ فریدی ہیں جعلی اور من گھڑت ہیں ان پر خواجہ صاحب کے صاحبزادے حضرت خواجہ نازک کریم اور حضرت خواجہ فیض احمد صاحب چاچڑانی قدس سرہما کو شاہد عدل بنا کر خواجہ صاحب کے ملفوظات کو مرزائیت کے سیاہ دھبے سے بچایا۔ (دیکھو ان کا ماہنامہ "انوارِ احمدی" فریدآباد ضلع رحیم یار خان)

حضرت مولانا محمد یار گڑھی اختیار خاں رحمۃ اللہ علیہ

آپ اگرچہ حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہٗ کے مرید اور تصوف میں ان کے

پیروکار تھے لیکن اپنے مواعظ کا مرکز بریلی شریف کو بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ ریاست بہاولپور کے علماء میں خطۂ ہند و پنجاب میں جتنی پذیرائی مولانا کو نصیب ہوئی اتنی کسی اور کو نہیں آپ اکثر و بیشتر اعلیحضرت قدس سرہٗ کے آستانۂ عالیہ پر حاضری دے کر مسلک اہلسنت کی پاسبانی کی عین ہدایت پر تبلیغ اسلام کو سرانجام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ جب بھی انہیں مخالفین ستاتے تو مشکل کشائی کے لیئے بریلی شریف کی طرف رجوع فرماتے۔ تفصیل کے لیئے دیکھیئے فقیر کا رسالہ "اعلیحضرت علماء و مشائخ بہاولپور کی نظر میں" فقط۔ واللہ اعلم۔

مولانا عبدالرحیم واعظ مرحوم

آپ خیرپور ٹامیوالی میں رہتے تھے۔ فقیر ۱۹۴۶ء؁ بسلسلۂ حفظ القرآن حاضر ہوا تو ان سے تعارف ہوا۔ اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ سے ان کو والہانہ عقیدت تھی۔ غیور ایسے تھے کہ جب ان کا لڑکا ریاض رحمانی احرار میں شامل ہوا تو اس کو اپنے سے علیحدہ کر دیا۔ اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا مترجم قرآن مجید مطبوعہ بریلی شریف مجھے عنایت فرمایا۔

آسمانِ تحقیق و تدقیق کے نیرِ اعظم اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز

سے

استفتاء

قدوۃ الفضلا، سراج الفقہاء بیان فرماتے ہیں کہ دورِ طالب علمی میں یہ بات ہمارے ذہن میں بٹھادی گئی تھی کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی (قدس سرہ العزیز) کی کتابیں پڑھنا ناجائز ہے۔ ان کی تصنیفات کو علم و تحقیق سے کوئی علاقہ نہیں ہوتا۔ وہ تو صرف چند مروجہ رسومات و بدعات کے مجوز ہیں۔ ان کی علمیت کا مدار یہی امور ہیں اور ان کی تصنیفات صرف میلاد، قیامِ میلاد، فاتحہ، عرس، گیارہویں، نذرونیاز اور نذرِ غیر اللہ وغیرہ" امورِ بدعیہ" سے متعلق ہیں چنانچہ عام طلباء کی طرح میں بھی ان کے نام تک سے متنفر تھا۔ میں نے بعض لوگوں سے ان کے تبحرِ علمی کی باتیں سن رکھی تھیں جنہیں ہمارے حلقے میں مریدین و معتقدین کی عقیدت اور غلو سے تعبیر کیا جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظرِ عنایت شاملِ حال تھی کہ ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے حضرت سراج الفقہاء ایسی شخصیت کے ذہن میں عظیم انقلاب پیدا کردیا اس کی تفصیل خود ان کی زبانی سنیئے۔

> حسنِ اتفاق سے مجھے رسالہ میراث کی تصنیف کے دوران ایک مسئلے (ذوی الارحام کی صنفِ رابع کے حکم) میں الجھن پیدا ہوئی میں نے اس کے حل کے لئے دیوبند، سہارنپور، دہلی اور دیگر علمی مراکز میں خطوط لکھے کہیں سے بھی تسلی بخش جواب نہ آیا سب نے "سراجی" پر ہی اکتفا کیا۔ میں نے یہ سوچ کر کہ اس میں حرج ہی کیا ہے

وہ سوال مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے پاس بھی بھیج دیا۔ ایک ہفتے کے اندر مولانا کی طرف سے جواب آگیا۔ انہوں نے مسئلے کو اس طرح حل کیا کہ تمام کتب کے اختلافات اور شکوک و شبہات رفع ہو گئے۔

اب آپ حضرت سراج الفقہاء کا استفتاء اور فقیہ اجل اعلیٰ حضرت امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ کا وہ انقلاب آفریں نادر وغیر مطبوع فتویٰ ملاحظہ فرمائیں جس نے وقت کے ایک بہت بڑے محقق کو نہ صرف ذہنی اطمینان بخشا بلکہ ایک نئی راہ پر ڈال دیا۔

اعلیٰ حضرت کے دستِ اقدس کا لکھا ہوا فتویٰ دستیاب نہیں ہو سکا بلکہ سنا ہے کہ گم ہو چکا ہے یہ تو جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی علم دوستی کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے چند سال قبل جناب صاحبزادہ سید محمد فاروق القادری ایم۔ اے سجادہ نشین شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خاں کے ذریعے اس فتوے کی نقل حاصل کر لی تھی ورنہ شاید یہ مبارک فتویٰ کبھی بھی منظر عام پر نہ آسکتا۔ چونکہ یہ فتویٰ نقل سے نقل شدہ ہے اس لئے اس کی تصحیح میں بڑی جانفشانی سے کام لینا پڑا۔ حواشی راقم الحروف کے لکھے ہوئے ہیں جن میں عربی عبارات کے ترجمہ کے علاوہ بعض کتابوں کے صفحات کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔ نیز استفتاء کے اختصار کے پیش نظر اس کا مطلب تفصیلاً بیان کر دیا ہے۔

سوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت مجدد زمانہ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب۔ بعد ترجیح بقرب الدرجہ اولاً قوت قرابت ثم الولایت عند اتحاد الجہتہ سے ترجیح۔ مگر ردالمحتار میں عند اختلاف الجہتہ بھی ولایت سے ترجیح منقوص (مذکور) اور قوتِ قرابت سے بھی ترجیح عقود میں بحث فرمائی بصنف رابع میں قاعدہ مفتی بہ تحریر فرما دیں تاکہ رسالہ میں لکھوں بینوا توجروا۔

تفصیل سوال از مرتب

ذوی الفروض وہ رشتے دار ہیں جن کے حصے شریعت میں مقرر ہیں ان کی تعداد بارہ ہے

عصبات وہ رشتے دار ہیں جو ذوی الفروض سے باقی ماندہ مال لیں اور تنہا ہوں تو سب مال لے لیں۔

ذوی الارحام وہ قریبی ہیں جو نہ تو ذوی الفروض ہوں اور نہ عصبات۔

ذوی الارحام کی چار قسمیں ہیں چوتھی قسم وہ افراد ہیں جو میت کے دادا، دادی، نانا، نانی کی طرف منسوب ہوں مثلاً چچا، پھوپھی، ماموں خالہ اور جو افراد ان کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہوں۔ سوال مذکور اسی چوتھی قسم کی اولاد میں تقسیم میراث سے متعلق ہے۔

سراجی میں ہے (۱) جو شخص میت کے زیادہ قریب ہو خواہ اس کا تعلق باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے زیادہ حقدار ہے۔

(۲) کئی شخص قرب میں مساوی ہوں اور حیز قرابت بھی متحد ہو یعنی سب باپ کی طرف سے متعلق ہوں یا سب ماں کی طرف سے تو قوی قرابت والا مستحق ہوگا مثلاً میت کی تین پھوپھیوں کی اولاد تھی۔ ایک پھوپھی اس کے والد کی سگی بہن تھی دوسری پدری تیسری نادری اگرچہ یہ تمام اولاد درجے میں برابر ہے اور جہت بھی ایک ہے لیکن پہلی پھوپھی کی اولاد کی قرابت قوی ہے لئے صرف وہی وارث ہوگی۔

(۳) کئی شخص قرب درجہ اور قوت میں برابر ہوں جہت بھی ایک ہو تو عصبہ کی اولاد مستحق ہوگی مثلاً سگے چچا کی بیٹی اور سگی پھوپھی کا بیٹا باقی ہو تو کل مال چچا کی بیٹی کو ملے گا کہ وہ عصبہ کی اولاد ہے۔

(۴) چچا اور پھوپھی میں سے کسی ایک کا تعلق قوی ہو تو اس کی اولاد ظاہر الروایۃ میں وارث ہوگی۔ مثلاً پھوپھی باپ کی سگی بہن ہے اور چچا صرف باپ کی طرف سے بھائی ہے تو وراثت پھوپھی کی اولاد کو ملے گی۔ سوال مذکور کے الفاظ "بعد ترجیح بقرب الدرجہ اولاً قوت قرابت ثم الولدیۃ عند اتحاد الجہۃ سے ترجیح" اسی تفصیل کی طرف مشیر ہیں۔

(۵) متعدد اشخاص قرب درجہ میں مساوی ہوں لیکن ان کی جہت قرابت مختلف ہو یعنی بعض

باپ کی طرف سے رشتہ دار ہوں مثلاً چچا کی اولاد، اور بعض ماں کی طرف سے مثلاً ماموں یا خالہ کی اولاد تو "سراجی" کے مطابق "فلا اعتبار لقوۃ القرابۃ ولا لولد العصبۃ فی ظاھر الروایۃ" (ص ۴۰، مطبع سعیدی کراچی) یعنی اب نہ تو قوتِ قرابت کا اعتبار ہے اور نہ ولد عصبہ کا۔

لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ قول مذکور نقل کر کے فرماتے ہیں۔

لکن ذکر بعدہ فی معراج الدرایۃ عن شمس الائمۃ ان ظاھر الروایۃ ان ولد العصبۃ اولیٰ، اتحد الحیز او اختلف فبنت العم لابوین اولی من بنت الخال وانہ وافقہ التمرتاشی ثم قال وفی ضوء السراج الاخذ بروایۃ شمس الائمۃ اولیٰ اھ (رد المحتار جلد ۵ ص ۵۲۶ مطبع کبریٰ مصر ۱۳۲۶ھ)

معراج الدرایۃ میں شمس الائمہ سے مروی ہے کہ ظاہر الروایہ میں ولد عصبہ اولیٰ ہے۔ جہت متحد ہو یا مختلف لہٰذا سگے چچا کی لڑکی ماموں کی لڑکی سے اولیٰ ہے۔ تمرتاشی نے اس کی موافقت کی۔ ضوء السراج میں ہے کہ شمس الائمہ کی روایت کو اختیار کرنا اولیٰ ہے۔

اس کے علاوہ علامہ شامی نے اور بہت سی کتابوں کے حوالے ذکر کئے۔

سوال مذکور میں "مگر رد المحتار میں عند اختلاف الجہۃ بھی ولدیت عصبہ سے ترجیح منصوص" کے الفاظ سے تفصیل سابق کی طرف اشارہ ہے۔

علامہ شامی نے "العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ" میں فرمایا۔

فمن قال برجح ولد العصبۃ علی ولد ذی الرحم یلزمہ ان یرجح بقوۃ القرابۃ ایضا لانہا اقوی فتامل وراجع (ج ۲ ص ۳۴۱)

جس نے ولد عصبہ کو ولد ذی رحم پر ترجیح دی اسے لازم ہے کہ قوت قرابت سے بھی ترجیح دے۔ سوال مذکور کے الفاظ "اور قوتِ قرابت سے بھی ترجیح عقود میں بحث فرمائی" کا اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔

الجواب

یہاں دو مسئلے ہیں اوّل[1] بحالت اختلاف حیز بھی ولد وارث کو ترجیح ہے یا نہیں، دوم[2] اگر ہے تو قوتِ قرابت بھی مرجح ہے یا نہیں۔

مسئلہ اولیٰ کو علامہ خیرالدین رملی نے فتاویٰ خیریہ لنفع البریۃ پھر علامہ شامی نے عقود الدریۃ میں صاف فرمادیا ہے کہ دونوں[3] کو ظاہر الروایۃ فرمایا گیا اور ترجیح متون کی التزامی[4] ہے اور جانب[5] اثبات صریح تصحیحات تو معتمد یہی ہے کہ ولدِ وارث مرجح ہے اگرچہ حیز مختلف ہو۔ عقود الدریۃ سائل فاضل ہداہ اللہ تعالیٰ کے پیش نظر ہے اور فقیر نے خیریہ [illegible] کیا۔ اس کی عبارات تمامہا عقود میں منقول ہیں۔ ان دونوں عبارتوں سے مستفاد کہ قول اوّل یعنی علامِ ترجیح [illegible] مصنف نے ظاہر الروایۃ کہا اور سراجی و صاحب ہدایہ و متن کنز و ملتقی و اکثر شروح کنز و [illegible] نے اس پر [illegible] مشی کی اور اس بنا پر کہ وضع متون نقل مذہب کے لئے ہے، علامہ حامد آفندی عالم متاخر نے اس کو اختیار کیا۔

اقول اسی پر فاضل شجاع بن نور اللہ انقروی مدرس ادرنہ نے اپنی کتاب "حل المشکلات" تصنیف ۹۶۳ھ میں مشی کی۔ حیث قال بنت[4] عم لابوین وبنت خال لام یقسم اثلاثا لان قوۃ القرابۃ وولد العصبۃ غیر معتبرۃ بین فریق الاب وفریق الام اھ بالتلخیص بعد کے بہت متاخر رسائل مثل مختصر الفرائض مولوی نجات حسین بن عبدالواحد الصدیقی البریلوی تصنیف ۱۲۸۱ھ و زبدۃ الفرائض مولوی عبدالباسط بن رستم علی بن علی اصغر قنوجی اسی طرف ہی جاتا چاہیں کہ ان کا ماخذ سراجیہ ہے۔ اوّل کی عبارت یہ ہے وان[5] کان واسطۃ قرابتہم مختلفۃ فثلثا المال لقرابۃ الاب وثلثہ لقرابۃ الام ولا اعتبار لقوۃ القرابۃ وولدیۃ العصبۃ"

---

[1] ترجیح اور عدم ترجیح کے قول کو کتب مختلفہ میں ۱۲ [2] یعنی صریح نہیں ۱۲ [3] کہ ولد عصبہ کو ترجیح ہے ۱۲

[4] چچا کی بیٹی کو ⅔ اور ردالدہ کے مادرزاد بھائی، ماموں کی بیٹی کو ⅓ دیا جائے گا کیونکہ والد اور والدہ کے فریقین میں قرابت کی قوت اور ولد عصبہ ہونا معتبر نہیں۔ ۱۲ [5] اگر قرابت کا واسطہ مختلف ہو تو دو تہائی باپ کی قرابت کو اور ایک تہائی ماں کی قرابت کو دیا جائے گا۔ قوتِ قرابت اور ولد عصبہ کا اعتبار نہیں ۱۲

عبارت دوم کی یہ ہے ": و اگر ہم بدرجۂ قرابت برابر باشند و در حیز قرابت مختلف کہ بعض از جانبِ اَب بوند و بعض از جانب اُم دریں ہنگام در ظاہر الروایت مرقوتِ قرابت وہ ولد عصبہ را اعتبار نہ باشد۔ پس ولد عم اعیانی از ولد خال یا خالہ علّاتی اخیافی اولیٰ نبود کہ قوتِ قرابت ولد عم را اعتبار نیست و ہم چنیں بنت عم اعیانی از بنت خال یا خالہ اعیانی اولیٰ نباشد کہ ولد عصبہ را اعتبار نیست برقیاس آنکہ عمہ اعیانی از خالہ علّاتی یا اخیافی اولیٰ نبود باوجود آنکہ عمّہ اعیانی ذوقرابتین است۔ و ولد وارث از جہتین اَب و اُم زیرا کہ پدرِ او جدّ صحیح است، ام او جدہ صحیحہ است۔"

اسے ظاہر الروایۃ کہنا اور یہ دلیل کہ ان دونوں کتابوں میں ہے بعینہٖ سراجی سے ماخوذ ہے۔ اور علامہ سید شریف نے اسے مقرر رکھا۔ مدقق علائی نے درمختار میں اس کو مختار رکھا یوں کہ قول متن "واذا استووا فی درجة قدم ولد الوارث" میں واتحدت الجهة کی قید بڑھادی اور آگے فرمایا فلو اختلفت فلقرابة الاب الثلثان ولقرابة الام الثلث" علامہ سید محمد مصری طحطاوی نے اسے مقرر رکھا بلکہ تصریح کی کہ ان اختلفت حيز القرابة فلا عبرة للا قوى و لا لولد العصبة" علامہ شیخی زادہ نے مجمع الانہر میں نصِ ملتقیٰ پر تقریر کی۔

یہ عبارات ہیں جو اس قول پر نظر حاضر میں ہیں اور یہاں چند ضروری تنبیہات ہیں۔ فاقول ظاہر عبارت خیریہ سے متوہم ہوتا ہے کہ یہ قول ہدایہ وکنز میں ہے اور ان دونوں کے اکثر شراح نے اس پر مشی کی پھر ملتقیٰ و سراجیہ اس پر ہیں۔ فلہذا علامہ حامد آفندی نے اسے مسئلہ متون قرار دیا مگر اولاً وہ ہدایہ میں نہیں بلکہ امام برہان الدین صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب "فرائض عثمانی" میں کہ رسالہ فرائض شیخ عثمانی کا تکملہ ہے ذکر فرمایا۔ ہدایہ میں سرے سے کتاب الفرائض ہے ہی نہیں حالانکہ اس [illegible] مختصر القدوری میں

ؔ اگر درجہ قرابت میں برابر ہوں اور قرابت کی جہت میں مختلف یعنی بعض باپ کی طرف سے ہوں اور بعض ماں کی طرف سے اس وقت ظاہر الروایت میں قوتِ قرابت اور ولد عصبہ کا اعتبار نہ ہوگا (اسکے بعد چند مثالوں کا ذکر ہے) ۱۲

فرائض ہے۔ رد المحتار میں ہے۔ ہذا ظاہر الروایۃ کما فی السراجیۃ والفرائض العثمانیۃ لصاحب الہدایۃ۔

ثانیاً شروح ہدایہ سے کفایہ امام کرمانی و عنایہ امام اکمل و بنایہ امام عینی و غایۃ البیان اتقانی و نتائج الافکار قاضی زادہ تکملہ فتح القدیر پیش نظر ہے۔ ان میں مثل ہدایہ کے فرائض نہیں اور معراج الدرایہ میں قول دوم کی تصحیح نقل کی عنایہ بنایہ زیادت کتاب الفرائض میں ہو جس طرح نہایہ نے اسے تکمیلاً اضافہ کیا اور محقق بابرتی نے اس کی تلخیص میں کچھ خلاف فرما دیا تو ظاہراً غالب[1] شروح ہدایہ کا سبق قلم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

ثالثاً کنز کی عبارت یہ ہے[2] و ذو رحم وھو قریب لیس بذی سہم و عصبۃ (الی ان قال) و ترتیبھم کترتیب العصبات والترجیح بقرب الدرجۃ ثم بکون الاصل وارثا وعند اختلاف جھۃ القرابۃ فلقرابۃ الاب ضعف قرابۃ الام[3] حضرت شامی نے اس میں محل استدلال جملہ اخیرہ کا اطلاق اور اس بناء پر اسے متون و شروح کی طرف نسبت کیا جانا بتایا ہے۔ رد المحتار میں بعد عبارت مذکورہ آنفا ہے "وھو ظاھر اطلاق المتون والشروح حیث قالوا وعند اختلاف جھۃ القرابۃ فلقرابۃ الاب ضعف قرابۃ الام فلم یفرق بین قوابین ولذا العصبۃ وغیرہ"

اقول یہ جملہ ان دو قاعدہ ترجیح کے بعد مذکور ہے وہ قواعد عامہ تھے کہ جمیع اصناف واحوال ذوی الارحام کو شامل تھے تو یہ قطعاً ان سے مقید ہے۔ ورنہ اختلاف کے وقت قرب درجہ سے بھی ترجیح نہ ہو اور وہ بالاجماع باطل ہے۔ وعلی التنزل وہ دونوں قاعدے بھی مطلق ہیں وہاں بھی اختلاف و اتحاد جہت سے فرق نہ فرمایا تو یہ اطلاق اس اطلاق کے معارض ہے۔

---

[1] یہ عبارت اس طرح ہونی چاہیے۔ غالب شروح ہدایہ کہنا خیر یہ کا سبق قلم ہے ۱۲

[2] ذو رحم وہ قریبی ہے جو صاحب فرض اور عصبہ نہ ہو ان کی ترتیب عصبات کی طرح ہے اور ترجیح قرب درجہ سے ہوگی۔ پھر اصل کے وارث ہونے سے اور جہت قرابت مختلف ہوئی تو باپ کی قرابت کو ماں کی قرابت کی نسبت دوگنا حصہ ملے گا ۱۲۔

[3] یعنی پہلے قرب درجہ سے ترجیح ہوگی پھر اصل کے وارث ہونے سے ۱۲۔

رابعاً مختصر امام اجل قدوری میں صاف فرمایا "ذوی الارحام کے اقسام بیان کرکے حکم عام ارشاد فرماتے ہیں: واذا استوی وارثان . . . . . فی درجة واحدة فا ولٰهم من ادلیٰ بوارث واقربهم اولیٰ من ابعدهم"

خامساً اسی طرح متن تنویر الابصار میں تمام اقسام ذکر کرکے فرمایا واذا استووا فی درجة قدم ولد الوارث واذا اختلفت الفروع والاصول اعتبر محمد فی ذالک الاصول و قسم علیهم اثلاثا الخ اس نے بھی صاف کردیا کہ بعد استوا در درجہ تقدم ولد وارث کا حکم عام ہے۔ اس کے بعد مسئلہ اختلاف جہت نہ لائے جس سے اشتباہ ہو بلکہ مسئلہ اختلاف اصول ذکورة واناوثة یہی نکتہ ہے کہ ان تینوں متون اعنی قدوری، کنز و تنویر نے یہاں قوت قرابت کی ترجیح ذکر نہ فرمائی "منظور افادۂ قواعد عام ہے اور وہ عام نہ تھی بلکہ اتحاد جہت) سے خاص هکذا ینبغی ان یفهم کلام الکرام۔

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ "واذا استووا فی درجة" کے بعد در مختار کا "واتحدت الجہة" زائد کرنا قول اول کی طرف ان کا میل خلاف متن ہے۔

سادساً ہدایہ، وقایہ، نقایہ و اصلاح عزر ان متنوں میں مسئلہ کا ذکر ہی نہیں قدوری کنز، تنویر کا حال معلوم ہوا۔ سراجیہ ابتدائی کتاب ہے مگر اصطلاح فقہ پر متن نہیں اس کا مرتبہ فتوی غایت درجہ شروح کا ہے جیسے منیہ و اشباہ بھی ابتدائی کتب ہیں اور مرتبہ متون میں ہرگز نہیں بلکہ فتاویٰ ہیں کما بیّناه فی فتاوانا متون وہ مختصرات ہیں کہ ائمہ نے

لے جب دو قریبی ایک درجے میں برابر ہوں تو وارث کے ذریعے میت کی طرف منسوب ہونے والا اولیٰ ہوگا اور ذوی الارحام، میں سے اقرب کو ابعد پر ترجیح ہوگی۔

نوٹ:- قدوری کے عام نسخوں بلکہ مطبوعہ مجتبائی میں اس جگہ عبارت غلط ہے۔ ان میں عبارت اس طرح ہے واذا استوی ولد اب فی درجة الخ صحیح عبارت وہی ہے جو نقل کی گئی جوہرہ نیرہ شرح قدوری مطبوعہ مجتبائی میں اسی طرح ہے ۱۲۔

حفظ مذہب کے لئے لکھے جیسے مختصرات طحاوی و کرخی و قدوری۔ سراجیہ میں بکثرت روایات نادرہ بلکہ محض اقوال مشائخ کے ذکر تک تنزل ہے لاجرم علامہ سید شریف نے نقل فرمایا کہ سراجیہ درحقیقت فرائض امام احمد علاء الملت والدین سمرقندی کی شرح ہے[1] "ان المصنف لما خرج من فرغانۃ الی بخارا وجد فیہا الفرائض المنسوبۃ الی القاضی الامام علاء الدین السمرقندی فی ورقتین فاستحسنہا واخذ فی تصنیفہ ھذا الکتاب شرحا لہا" تو نہ رہی مگر ایک ملتقی اس میں بے شک یہ قول مصرح ہے حیث قال یرجحون بقرب الدرجۃ ثم بقوۃ القرابۃ ثم بکون الاصل وارثا عند اتحاد الجہۃ" تو اسے مسلم متون ٹھہرا کر قول ثانی پر ترجیح دینی صحیح نہیں بلکہ اکثر متون قول ثانی پر ہی ہیں۔

سابعاً۔ شروح ہدایہ کا حال معلوم ہوا۔ اور شروح کنز نے مسئلہ متن مقرر رکھا اور اس کا مفاد ظاہر ہو لیا وللہ الحمد۔

قول دوم کو مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی، فتاوی امام تمرتاشی و مجمع الفتاوی، فتاوی خلاصہ میں ظاہر الروایۃ و مذہب کہا۔ مواریث الملتقط للامام نصر و تاتارخانیہ میں اسی پر مشی کی۔ ضوء السراج میں ہے علیہ الفتوی، جامع المضمرات میں ہے ہو الصحیح، معراج الدرایۃ میں ہے ہو الاولی بالاخذ، علامہ محقق خیر الدین رملی نے اس پر فتوی دیا۔

اقول بلکہ مبسوط سرخسی جلد ثلاثین ص۳ میں ہے:

"اجمعنا انہ لو کان احدھما ولد عصبۃ او صاحب فرض کان اولی من الآخر انتھی (ای یقدم علی من لیس بعصبۃ ولا صاحب فرض)

اور پھر مبسوط امام سرخسی اس کافی امام حاکم شہید کی شرح حامل المتن ہے جس میں انہوں نے

---

[1] مصنف جب فرغانہ سے بخارا گئے وہاں دو ورق میں "فرائض" قاضی علاء الدین سمرقندی پائے مصنف نے انہیں پسند کیا اور ان کی شرح کے طور پر سراجی لکھنا شروع کی (رباب ذوی الارحام شریفیہ شرح سراجی ص۱۰۹ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۹۰۵ء)

تمام کتب ظاہر الروایۃ کو جمع فرمایا ہے۔ اس میں انہوں نے صرف ظاہر الروایۃ ہی نہ فرمایا بلکہ قول اول کے روایت نادرہ ہونے کی بھی تصریح فرمائی اسی طرح تکملۃ البحر للعلامۃ الطوری میں ہے ہندیہ میں اسے مقرر رکھا۔ مبسوط کی عبارت یہ ہے۔

"ان[1] کان احدھما ولد عصبۃ او ولد صاحب فرض فعند اتحاد الجھۃ یقدم ولد العصبۃ وصاحب الفرض وعند اختلاف الجھۃ لا یقع الترجیح بھذا بل تعتبر المساواۃ فی الاتصال بالمیت وبیانہ فیما اذا ترک ابنۃ عم لاب وام اولاب وابنۃ عمۃ فالمال کلہ لابنۃ العم لانھا ولد عصبۃ ولو ترک ابنۃ عم وابنۃ خال او خالۃ فلابنۃ العم الثلثان ولابنۃ الخال او للخالۃ الثلث لان الجھۃ مختلفۃ ھھنا ولا یترجح احدھما بکونہ ولد عصبۃ وھذا فی روایۃ ابی عمران عن ابی یوسف اما فی ظاھر المذھب ولد العصبۃ اولیٰ سواء اختلفت الجھۃ او اتحدت لان ولد العصبۃ

---

[1] اگر دونوں میں سے ایک عصبہ یا صاحب فرض کی اولاد ہے تو اتحاد جہت کی صورت میں عصبہ اور صاحب فرض کی اولاد کو تقدیم حاصل ہوگی۔ اختلاف جہت کی صورت میں اس سے ترجیح نہیں ہوگی بلکہ میت سے تعلق میں مساوی معتبر ہوں گے مثلاً ایک شخص سگے چچا یا علاتی چچا (باپ کے پدری بھائی) کی بیٹی اور پھوپھی کی بیٹی چھوڑ کر فوت ہوا تمام مال چچا کی بیٹی کو ملے گا کیونکہ وہ عصبہ کی بیٹی ہے اور اگر ایک چچا کی بیٹی اور ایک ماموں یا خالہ کی بیٹی چھوڑ گیا تو چچا کی بیٹی کو دو تہائی اور ماموں یا خالہ کی بیٹی کو ایک تہائی ملے گا کیونکہ یہاں جہت مختلف ہے۔ دونوں میں سے ایک کو ولد عصبہ ہونے کی وجہ سے ترجیح نہ ہوگی۔ یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ابو عمران کی روایت ہے لیکن ظاہر مذہب میں ولد عصبہ اولیٰ ہے خواہ جہت مختلف ہو یا متحد کیونکہ ولد عصبہ کا میت کے وارث سے زیادہ قریبی تعلق ہے گویا میت سے اقرب ہے۔

سوال اس بنا پر چاہیئے کہ پھوپھی خالہ کی نسبت تمام مال کی زیادہ حق دار ہو کیونکہ پھوپھی دادا ایسے عصبہ کی اولاد ہے جب کہ خالہ نہ عصبہ کی اولاد ہے نہ صاحب فرض کی کیونکہ وہ نانا کی اولاد ہے۔ جواب اس طرح نہیں کیونکہ خالہ نانی کی اولاد ہے اور وہ ذات فرض ہے۔ اس اعتبار سے پھوپھی اور خالہ میں میت کے وارث سے متصل ہونے میں مساوات پائی جائے گی مگر خالہ کا جس وارث کے ذریعے تعلق ہے وہ ماں (نانی) ہے لہٰذا ماں کے حصے کی مستحق ہوگی۔ اور پھوپھی کا تعلق اس وارث کے ذریعے ہے جو باپ (دادا) لہٰذا باپ کے حصے کی مستحق ہوگی۔ اسی لئے ان میں مال کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے (دو حصے پھوپھی کے لئے ایک حصہ خالہ کے لئے) ۱۲

اقرب اتصالا بوارث المیت فکانہ اقرب اتصالا بالمیت[1]

فان قیل فعلیٰ ھذا ینبغی ان العمۃ تکون احق بجمیع المال من الخالۃ لان العمۃ ولد العصبۃ وھو اب الاب والخالۃ لیست ولد عصبۃ ولا ولد صاحب فرض لانہا ولد اب الام قلنا لاکذالک فان الخالۃ ولد ام الام وھی صاحبۃ فرض فمن ھذہ الجھۃ یتحقق المساواۃ بینھما فی الاتصال بوارث المیت الا ان اتصال الخالۃ بوارث ھو ام فتستحق فریضۃ الام واتصال العمۃ بوارث ھو اب فتستحق نصیب الاب فلھذا کان المال بینھما اثلاثا۔

بعینہٖ یہی مضمون تمام تکملۂ بحر میں ہے اور ہندیہ میں لفظ اتصالا بالمیت تک ہے۔ نیز امام جمیل نے دلیل قول اول کے جواب کا بھی افادہ فرمایا:

اقول[2]۔ ولا یقدح مع تحقق [illegible] ت لاب وام کانت ولد الوارث

---

[1] یہاں تک عبارت فتاویٰ عالمگیری جلد رابع ص۴۵۸ المعروف بہ ہندیہ میں منقول ہے ۱۲

[2] اقول سلامت کے ہوتے ہوئے یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ سگی پھوپھی دو جہتوں سے وارث (دادا اور دادی) کی اولاد ہے یہ بات خالہ میں نہیں ہو سکتی (کیونکہ وہ صرف ایک وارث نانی کی اولاد ہے) اس لئے کہ یہ قوت قرابت ہے جس کا اختلاف جہت کی صورت میں اعتبار نہیں ہوتا جیسا کہ تمام ارباب فرائض نے تصریح کی۔ میں نے تکملۂ بحر کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ

اقول یہ جواب اس وقت نہیں بن سکتا جب خالہ ماں کے والد کی طرف سے بہن ہو کیونکہ وہ قطعاً وارث کی اولاد نہیں (لہٰذا پھوپھی کے مقابل یہ خالہ محروم ہونی چاہیے) سوال: یہ خالہ اس خالہ سے اقویٰ ہے جو ماں کی ماں کی طرف سے بہن ہو۔ چنانچہ اگر کوئی شخص ایسی دو خالائیں چھوڑ کر فوت ہو جائے تو تمام مال پہلی کو ملے گا اور دوسری محروم ہوگی۔ پھوپھی دوسری خالہ کو محروم نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اس کے ساتھ ولد وارث ہونے میں شریک ہے۔ پھوپھی اضعف کو محروم نہیں کر سکتی تو ضروری ہے کہ اقویٰ (پہلی خالہ) کو بھی محروم نہ کرے۔ جواب: پہلی خالہ کی قوت، قوتِ قرابت ہے کیونکہ باپ کے ذریعے سے منسوب ہونا ماں کے توسط سے منسوب ہونے سے زیادہ قوی ہے لیکن اختلاف جہت کے وقت اس قوت کا اعتبار نہیں۔ لہٰذا پھوپھی کے ولد وارث ہونے والی قوت معارض کے بغیر باقی رہے گی تو لازم آئے گا کہ پھوپھی خالہ کو محروم کر دے حالانکہ یہ علماء کو معلوم ہوا کہ جہات مختلفہ میں ولدیت وارث بھی معتبر نہیں ۱۲

میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ فقہائے کرام کے نزدیک خالہ کو پھوپھی کی موجودگی میں اس لئے تہائی حصہ (باقی حاشیہ ص۲۸ کے نیچے)

من كلا الجهتين ويستحيل هذا في الخالة لان هذا قوة القرابة ولا نظر اليها عند اختلاف الحيز كما صرحوا به قاطبةً نعم رأيتني كتبت على هامش تكملة البحر مانصه ۔

بقیہ حاشیہ صـ۲۷

مقلب ہے کہ پھوپھی کو چچا کے اور خالہ کو ماں کے قائم مقام رکھا جاتا ہے۔ شمس الائمہ نے فرمایا۔ پھوپھی چچا اور خالہ ماں کے مرتبہ میں ہے اور اہل تنزیل نے کہا چچا بمنزلہ باپ کے اور خالہ بمنزلہ ماں کے تھے۔ یہ بھی کہا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اکثریت کے نزدیک اجتماع کے وقت پھوپھی کے لئے دو تہائی اور خالہ کے لئے ایک تہائی۔ اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ پھوپھی کو باپ کی طرح قرار دیا جائے اس اعتبار سے کہ اس کی قرابت باپ سے ہے اور خالہ کو ماں کی طرح کہ اس کی قرابت ماں سے ہے۔ ہمارے علما کے قول (کہ خالہ ماں کی طرح ہے) کی وجہ یہ ہے کہ قاعدے کی رو سے عورت کو جب کسی مرد کے قائم مقام کیا جائے تو اپنے ہم مرتبہ مرد کے قائم مقام ہوگی۔ پھوپھی کا ہم مرتبہ مرد چچا وارث ہے لہذا اسے چچا کے قائم مقام کیا جائے گا اور خالہ کو اس کے ہم مرتبہ مرد ماموں کے قائم مقام کیا جائے تو پھوپھی کے ساتھ وارث نہیں بن سکے گی اس ضرورت کے پیش نظر ہم نے اسے ماں کے قائم مقام کیا۔ لہذا اس طریقے سے پھوپھی کو دو تہائی اور خالہ کو ایک تہائی مال ملے۔ جیسا کہ ماں اور چچا وارث ہوتے (مختصراً) جب معاملہ اس طرح ہے تو پھوپھی کو ولدیت عصبہ کی وجہ سے ترجیح نہیں ہوگی کیونکہ اسے ولدیت کی بجائے عصبہ کی جگہ قرار دیا گیا ہے۔ پھوپھی خالہ کو محروم نہیں کر سکے گی۔ کیونکہ خالہ کو ماں کی جگہ رکھا گیا ہے اور ماں چچا سے محروم نہیں ہوتی تو ان حالات میں تمام برابر ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اقامت کی وجہ سے قرب درجہ ایسا قوی سبب بھی محروم نہیں کر سکتا۔ مثلاً ایک شخص ایک لڑکی اور چند پوتیاں چھوڑ گیا۔ (نصف مال لڑکی کو) اور چھٹا حصہ پوتیوں کو ملے گا تاکہ دو ثلث پورے ہو جائیں کیونکہ انہیں لڑکی کے قائم مقام رکھا گیا ہے۔ لڑکی کے درجے سے دوری انہیں محروم نہیں کرے گی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص دو لڑکیاں ایک پوتی ایک پوتے کی لڑکی اور ایک پوتے کا لڑکا چھوڑ گیا۔ پوتی اور پوتے کی لڑکی کو مرد کے درجے میں رکھا جائے گا تاکہ اس کے ذریعے عصبہ بن جائیں۔ یہ وجہ ہے کہ خالہ (ماں کی سوتیلی بہن باپ کی طرف سے) پھوپھی کے ساتھ وارث بنتی ہے۔

ثم اقول۔ قائم مقام قرار دینا صرف ذوات تک محدود ہوگا۔ اولاد کا یہ حکم نہیں ہے چنانچہ خالہ کی اولاد ماں کی اولاد کی طرح نہیں ہوگی۔ دیکھئے خالہ کی اولاد میں مرد اور عورتیں برابر نہیں بلکہ مرد کو عورت کی نسبت دوگنا حصہ ملے گا (جب کہ اولاد ام میں مذکر و مؤنث برابر ہوتے ہیں) اس کی مثال ولدیت عصبہ ہے کہ اولاد سے اولاد کی اولاد کی طرف منتقل نہ ہوگی جیسے کہ ردالمحتار وغیرہ میں سکب الانہر وغیرہ سے ہے۔ بنا بریں چچا کی لڑکی کا لڑکا پھوپھی، ماموں یا خالہ کے بیٹے کی بیٹی سے مقدم نہ ہوگا۔ ۱۲

اقول لايتمشّى اذا كانت الخالة اخت الام لاب فانها لاحظ لها من ولدية وارث اصلا : لايقال انها اقوىٰ من الخالة لام فاذا مات عن خالة لاب واخرىٰ لام احرزت الاولىٰ جميع المال ولاشيء للاخرىٰ والخالة لام لايحجبها العمة لاستوائها معها في ولدية الوارث فاذا لم تحجب الاضعف وجب ان لاتحجب الاقوىٰ لاني اقول انما قوتها قوة قرابتها فان الانتماء بالاب اقوىٰ من الانتماء بالام وهذه قوة لانظر اليها عند اختلاف الجهة فتبقى ولدية العمة للوارث قوةً بلا معارض فيلزم ان تحجب الخالة لاب وهو باطل فعلم ان ولدية الوارث ايضا لاتلاحظ في الجهات المختلفة .

اقول وبالله التوفيق توريث الخالة مع العمة ثلاثاً عند الفقهاء رحمهم الله تعالىٰ لاقامة العمة مقام العم والخالة مكان الام قال شمس الائمة اعلم بان العمة بمنزلة العم والخالة بمنزلة الام وقال اهل التنزيل العم بمنزلة الاب والخالة بمنزلة الام ووجه قولهم ان الصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم اجتمعوا على ان للعمة الثلثين وللخالة الثلث اذا اجتمعتا ولا وجه لذالك الابان يجعل العمة كالاب باعتبار ان قرابتها قرابة الاب والخالة كالام باعتبار ان قرابتها قرابة الام وجه قول علمائنا ان الاصل ان الانثى متىٰ اقيمت مقام ذكر فانها تقوم مقام ذكر في درجتها . والذكر الذي في درجتها هو العم وهو الوارث فتجعل العمة بمنزلة العم وللخالة لو اقيمت مقام ذكر في درجتها وهو الخال لم ترث مع العمة فلهذه الضرورة اقمناها مقام الام فالعمة ترث الثلثين والخالة الثلث بهذا الطريق بمنزلة مالو ترك اُماً وعماً (مختصراً) فاذا كان الامر على هذا سقط تقدم العمة لولدية العصبة فانها قد اقيمت مقام العصبة فضلاً على الولدية ولم تحجب الخالة لاقامتها مقام الام والام لاتحجب بالعم وفى

هذه الحالات كلهن سواء۔ قد رأينا ان مثل الاقامة تمنع الحجب بما هو اقوى اسبابه وهو قرب درجة الاترى ان من خلف بنتاً وبنات ابن فلهن السدس تكملة للثلثين لاقامتهن مقام البنت لايحجبهن بعد درجتهن عن درجة البنت وكذالك اذا مات عن بنتين وبنت ابن وبنت ابن ابن وابن ابن ابن لانهما اقيمتا فى درجة الذكورى تتعصب به فهذا هو السر فى وراثة الخالة لاب مع العمات والله تعالى اعلم ثم اقول لايذهبن عنك ان هذه الاقامة تقتصر على الذوات ولاتتعدى الى الاولاد فاولاد الخالة لايجعلون كاولاد الام الاترى ان ذكورهم لايسا ودن اناثهم بل للذكر مثل حظ الانثيين وهذا كولدية العصبة لاتسرى من الولد الى ولد الولد كما فى رد المحتار وغيره عن سكب الانهر وغيره فابن بنت العم لايقدم على بنت ابن العمة او الخال اوالخالة فاحفظ۔

بالجملہ قول دوم پر بہت اکثر متون ہیں اور اسی کو اکثر نے ظاہر روایت اور مذہب فرمایا اور تصریحات صریحہ صرف اس کے لئے ہیں خصوصاً اکثر تصحیحات علیہ الفتویٰ تو اسی پر اعتماد واجب ہے اور اس سے عدول ساقط وذاہب۔ درمختار و تصحیح علامہ قاسم میں ہے" اما نحن فعلینا اتباع مارجحوہ وصححوہ کما لوافتونا فی حیاتھم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ثانیہ: جب کہ یہاں اختلاف جہت کے وقت مذہب صحیح ومفتیٰ بہ میں ولدیت وارث معتبر ہے۔ آیا قوتِ قرابت معتبر ہوگی یا نہیں؛ علامہ شامی نے نفی کو مفاد اطلاق روایت بنایا اور خود اثبات کا استظہار کیا کہ قوتِ قرابت ولدیتِ وارث سے اقویٰ ہے جب یہ معتبر ہے تو اس کا اعتبار بدرجۂ اولیٰ ہے۔ عبارتِ عقود سائل فاضل کے پیش نظر ہے۔ فقیر نے اپنے نسخۂ عقود پر یہاں یہ حاشیہ لکھا تھا۔

قولہ یلزم ان یرجح بقوۃ القرابۃ ایضا لانہا اقوی اقول قد اجمعوا فی الروایات الظاہرۃ ان لانظر بقوۃ القرابۃ عند اختلاف الحیز فلا تقدم العمۃ الشقیقۃ

لہ ص۳۹ پر ملاحظہ ہو۔

على الخالة لام ولا الخالة العينية على العمة لام - وكون قوة القرابة اقوى من ولدية الوارث فى حيز واحد لا يوجب اعتبارها عند اختلاف الحيز وهى ساقطة الاعتبار فيه لجريان الاضعف فى محل لكونه محل جريانه لا يستلزم جريان الاقوى فيه مع انعدام المحلية له -

والحق ان لا معنى لقوة القرابة فى حيز الاكون قريب ذا جهتين كالعينى او ذا جهة اقوى كالعلاتى مع الاخيافى وظاهر ان اجتماع الجهتين فى حيز لا يلغى الحيز الآخر واذا كان نفس احد الحيزين اعنى الابوى اقوى من الآخر اعنى الام ثم لم تورث توهم الغاء الحيز الآخر فكيف تورث توهم جهته الغاء الآخر وتعليل قوة القرابة انما هو فى الحيز الواحد لا تقديم ذى حيز على ذى حيز آخر لقوة قرابته فى حيزه والا لقدم الحيز الابوى مطلقا على الامى مطلقا - وايضا لو نظر الى قوة القرابة لعاد نقضا على المقصود فان الاقوى غير معتبر عند اختلاف الحيز باجماع الروايات الظاهرة فكيف تعتبرون فيه الاضعف ويؤول الامر الى الغاء كلا الترجيحين وهو خلاف ما قدم انه صحيح مفتى به وانما الجواب ما قدمت ان الاقوى لم يعتبر لعدم المحل فلا يلغى الآخر مع حصول المحلية وذالك لان ولدية العصبة تستقى من العصوبة تقضى على غيرها مطلقا وان كان من غير حيزها كالعم يحجب الخال فكذا ولدية العصبة وبهذا تنحل الشبهتان معا اعنى وجوب اعتبار الاقوى كما ذهب اليه العلامة الشامى ووجوب اسقاط الاضعف بسقوط الاقوى كما قررنا فى الالزام والله تعالى اعلم

اس حاشیہ نے بحمدہ تعالی الکشف شبہ کردیا۔ اس وقت مبسوط شمس الائمہ سرخسی فقیر کے پاس نہ تھی۔ اب اس کے مطالعہ نے واضح کردیا کہ وہ صرف اطلاق روایت سرخسی نہیں بلکہ خاص نص صریح ہے۔ بحث علامہ شامی مصادم نص واقع ہوئی اور بحث فقیر بحمد اللہ تعالی بتقدیر نص کے موافق آئی ولله الحمد۔

مبسوط کا نص ملخص یہ ہے:۔

"فی ظاہر المذہب ولد العصبة اولیٰ سواء اختلفت الجہة او اتحدت[1] (الی ان قال) فان کان قوم من ھؤلاء من قبل الام من بنات الاخوال او الخالات وقوم من قبل الاب من بنات الاعمام او العمات لام ...... فالمال مقسوم بین الفریقین اثلاثا سواء کان من کل جانب ذو قرابتین او من احد الجانبین ذو قرابة واحدة . ثم ما اصاب کل فریق فیما بینھم یرجح جہة ذی القرابتین علی ذی قرابة واحدة"[2]

یہ نص صریح ہے وللہ الحمد کہ اختلاف جہت کے وقت ولدیت وارث سے ترجیح ہے اور قوت قرابت سے نہیں تو اولاد مصنف رابع کا قانون صحیح و معتمد یہ ہے۔

یقدم[3] الاقرب مطلقا ثم ان اختلف الحیز فولد الوارث وان اتفق فالاقوی قرابة ثم ولد الوارث و بعد ھذہ الشرائط ان استحق الفریقان فلفریق الاب الثلثان ولفریق الام الثلث ۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم

کتبہ بحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عبدہ المذنب احمد رضا القادری عفی عنہ

---

[1] ظاہر مذہب میں ولد عصبہ اولیٰ ہے خواہ جہت مختلف ہو یا متحد، اگر ماں کی جانب سے ایک جماعت ہو مثلاً ماموں یا خالاؤں کی لڑکیاں، اور ایک جماعت باپ کی طرف سے مثلاً پھوپھیوں یا سوتیلے چچا (باپ کے مادری بھائی) کی لڑکیاں تو مال فریقین میں تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا (ایک حصہ پہلے فریق کو اور دو حصے دوسرے فریق کو دیئے جائیں گے) خواہ ہر جانب دو دو قرابتیں ہوں یا ایک جانب صرف ایک قرابت ہو۔ پھر ہر فریق کا حصہ ان میں تقسیم کیا جائے گا ذو قرابتین کو ایک قرابت والے پر ترجیح ہوگی۔ ۱۲

[2] ملاحظہ ہو فتاویٰ عالمگیری جلد رابع ص ۴۶۸ مبسوط جلد ۳۰ ص ۲۱

[3] اقرب بہر حال مقدم ہے پھر اگر جہت مختلف ہو تو ولد وارث کو اور اگر متحد ہو تو اقویٰ پھر ولد وارث کو ترجیح ہوگی۔ ان شرائط کے بعد اگر دونوں فریق مستحق ہوں تو باپ کے فریق کو دو تہائی اور ماں کے فریق کو ایک تہائی ملے گا۔ ۱۲

پروفیسر سید محمد فاروق القادری

امام احمد رضا کے ساتھ ایک تاریخی ناانصافی

شخصیات کے بارے میں ہماری محبت و عقیدت یا نفرت و عداوت عام طور پر حقائق پر نہیں بلکہ بچپن میں ذہن میں ڈالی گئی اور سنی سنائی باتوں پر مبنی ہوتی ہے، مسلمان بالخصوص برصغیر کے مسلمان من حیث القوم (الاماشاء اللہ) حقیقت پسندی، علمی و تاریخی، منصف مزاجی اور دوست دشمن کی خوبیوں، خرابیوں کو ایک ہی عینک سے دیکھنے کی بنیادی خوبی عرصے سے کھو چکے ہیں، ہمارے ہاں معیار یہ رہ گیا ہے کہ اگر کسی من پسند شخصیت نے کوئی بات کردی ہے تو اس کو صحیح، درست اور مبنی بر صداقت قرار دینے کے لئے ہم کتاب و سنت کے مفہوم و مطلب کو بھی بگاڑ دینے سے نہیں چوکتے۔ اس کے برعکس جسے ہم پسند نہیں کرتے (خیال رہے کہ ہماری پسند و ناپسند کا بھی کوئی ایک معیار نہیں ہے) اس کی خوبی بھی ہمیں عیب نظر آتی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اس مرض کا شکار زیادہ تر علماء کا طبقہ ہے جس طبقے کو اس معاملے میں سب سے زیادہ معقولیت کا مظاہرہ کرنا چاہیئے تھا وہ خود اس کا اسیر ہو کر رہ گیا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ جو رات دن دوسروں کو شخصیت پرستی کا الزام دیتے ہیں وہ خود اس کے سب سے زیادہ گرفتار ہیں۔

راقم السطور نے دینی تعلیم زیادہ تر دیوبندی مکتب فکر کے مدارس میں حاصل کی ہے، دوران تعلیم رات دن جو کچھ ہمیں بتایا جاتا تھا اس کا خلاصہ یہ تھا کہ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب ایک میلاد خواں قسم کے نیم خواندہ مولوی تھے۔ جنھوں نے دنیا بھر کی بدعات کو جائز قرار دے دیا۔ اور مشرکانہ عقائد کا دروازہ کھول دیا۔ گویا برصغیر کے مسلمانوں میں اعتقادی و عملی لحاظ سے جو گمراہی اور خامی پائی جاتی ہے اس کے ذمہ دار فاضل بریلوی ہی ہیں، لطف یہ کہ طفل مکتب سے لیکر ذمہ دار اور نامور علماء کی زبان تک سے ایک ہی بات سننے میں آتی تھی، بچپن میں ذہن ہر چیز کا گہرا تاثر لیتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ راقم کو کئی برس تک فاضل بریلوی کی کتابیں

پڑھنے یا ان کے بارے میں کچھ جاننے کا خیال نہ آیا بلکہ طبیعت میں ان کے نام سے ایک قسم کی اجنبیت اور اور بیگانگی رہی۔ یہاں تک کہ مدارس میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں اعلیٰ تعلیم کی خاطر پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے کی کلاس میں باقاعدہ طالبِ علم کی حیثیت سے شامل ہوا۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ ہمارے قدیم مدارس میں صرف و نحو یا منطق و معانی کی جو تعلیم دی جاتی ہے۔ یونیورسٹی یا جدید کالجز اس سے محروم ہیں مگر میں اس حقیقت کا برملا اظہار بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ یونیورسٹی یا کالجز میں ایک ذہین طالبِ علم کو آزادئ فکر، معقولیت، بلندئ خیال اور جدید دنیا کی فکر و سوچ کے زاویوں سے جو آگاہی نصیب ہوتی ہے ہمارے قدیم مدارس کے طلبا کو ان کی ہوا بھی نہیں لگتی، یہی وجہ ہے کہ عمر کا خاصا حصہ صرف کرنے اور سینکڑوں کتابیں ازبر کرنے کے باوجود عام طور پر ہمارے قدیم مدارس کے طلباء میں حکیمانہ ژرف نگاہی اور مجتہدانہ غور و فکر کا فقدان ہوتا ہے ان کا علم اور فکر وقت کی رفتار سے بہت پیچھے ہے ان میں مطابقت پیدا کرنا ان حالات میں ناممکن ہے۔

گزشتہ تیس سالوں میں ان مدارس کی کارکردگی مایوس کن حد تک گر گئی ہے۔ ہمیں صرف مساجد کے لئے ائمہ اور خطبا کی ہی ضرورت نہیں بلکہ ہمیں تو ایسے جید اور بالغ نظر علماء کی ضرورت ہے جو وقت کے تقاضوں اور مسائل سے گھری ہوئی دنیا کو اسلام کی حقیقی انقلابی روح کی روشنی عطا کرے۔ یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران راقم کو جدید دنیا کے علماء اور اسکالرز سے ملنے اور وسیع کتب خانے دیکھنے کی سہولتیں میسر آگئیں علماء اور مفکرین کی صحبت میں بیٹھنے اور مطالعے کے شوق و لگن کا جذبہ خاندانی طور پر وراثت میں ملا تھا حسن اتفاق سے اس دوران حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ایسی جامع الصفات شخصیت کی رفاقت بھی میسر آگئی۔ حکیم صاحب ایسے لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ قدرت نے ان کے پیکر میں علم و فضل، خلوص و محبت، معارف پروری، دوست نوازی، چھوٹوں کی حوصلہ افزائی اور انہیں بڑا بنانے کی جو خوبیاں ودیعت فرمائی ہیں وہ بہت کم ایک شخصیت میں جمع ہوتی ہیں اس کے ساتھ ساتھ سادگی درویش منشی اور شریعت و سنت کی پابندی نے ان کی زندگی میں حسن پیدا کر دیا ہے۔ لاہور میں آپ کا مطب مختلف الخیال علماء، فضلاء، شعراء اور اسکالرز کا بڑا مرکز ہے۔

آپ نے مجھے مشورہ دیا کہ میں ایم اے میں اپنا مقالہ مکاتب دیوبند و بریلوی کے اختلافات کے موضوع پر لکھوں چنانچہ میں نے اسی عنوان پر اپنا تحقیقی مقالہ لکھا جو ایم اے کے ایک پرچے کے طور پر پیش ہوا اور اسلامک بورڈ آف اسٹڈیز نے اسے پسند کیا۔ اس تحقیقاتی مقالے کے دوران مجھے فاضل بریلوی اور ان کے مخالفین کو تفصیل سے پڑھنے

کا موقع ملا برِصغیر کی اس مظلوم اور کشتۂ تاریخ عبقری شخصیت کو جونہی میں نے خود ان کی تصانیف کی روشنی میں پڑھنا شروع کیا مجھے یہ موضوع انتہائی دلچسپ معلوم ہوا جہاں فاضل بریلوی کے خلاف شرک و بدعت کے الزامات بے سروپا افسانے معلوم ہوئے۔ وہاں یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آگئی کہ فاضل بریلوی اپنے علمی قدو قامت میں اپنے تمام معاصرین اور مخالفین سے کہیں بلند و بالا ہیں۔ وہ علم کا ایک ایسا سمندر ہیں جس کا کوئی کنارہ نہیں۔ مسائل کی جو تحقیق و تدقیق اور باریک بینی اور لطافت ہمیں ان کے ہاں ملتی ہے وہ دُور دُور تک نظر نہیں آتی، مختلف اور متنوع علوم و فنون میں حیرت انگیز ماہرانہ صلاحیت جس طرح ان کی ذات میں جمع ہوگئی تھی وہ محض فضل ایزدی ہے، تفسیر و حدیث، فقہ، منطق، معانی اور کلام وغیرہ میں مہارت ہمارے قدیم علماء کا طرۂ امتیاز رہی ہے مگر جفر، نجوم، ریاضی ہیئت، تاریخ، شعر و شاعری ایسے علوم سے انھیں زیادہ دلچسپی نہیں رہی لیکن فاضل بریلوی ہر علم میں تجدیدی مقام و مرتبہ رکھتے ہیں۔ اس کے باوصف انھیں جس طرح متعارف کرایا جا رہا ہے وہ ان کی شخصیت کے ساتھ تاریخی ناانصافی کے مترادف ہے۔ قارئین کو حیرت ہوگی کہ ان کے اس تعارف میں بیگانوں کے ساتھ ساتھ اپنے بھی برابر کے شریک ہیں وہ نئی نسل کو ان کی شخصیت، علم و فضل اور خدمات کا کماحقہٗ تعارف کرانے میں ناکام رہے ہیں۔ دوسری طرف علم و فضل میں بھی وہ پورے طور پر ان کی جانشینی کا حق ادا نہیں کرسکے!

یہ درست ہے کہ فاضل بریلوی آج بھی برِصغیر کی غالب مسلم اکثریت کے پیشوا ہیں مگر اس میں ان کے عقیدت مندوں سے زیادہ خود ان کی ذات کی کشش اور خدمات کا دخل ہے۔ مخالفین نے ان کے خلاف بدنامی کی مہم اس لئے چلائی کہ وہ اصل مسئلے سے عوام کی توجہ ہٹانا چاہتے تھے۔ فاضل بریلوی نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے متعلق جن عبارات پر گرفت کی تھی وہ اس قدر صحیح جائز اور درست تھی کہ اس کا جواب آج تک ہوسکا اور نہ ہوسکتا ہے۔ فاضل بریلوی کو نظرانداز کرکے برصغیر میں مسلم اتحاد کا خواب کبھی پورا نہیں ہوسکتا۔ ضرورت ہے کہ ان کے مؤقف پر ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کیا جائے۔ ہم نے اس مضمون میں ان کا وکیل صفائی بننے کے بجائے صرف حقیقت حال کی طرف ملک کے پڑھے لکھے طبقے کی توجہ دلانے کی کوشش کی ہے۔ فاضل بریلوی نہ کسی بدعت کے مجوز و موید ہیں اور نہ کسی غیر شرعی امر کے قائل۔ ہم نے ان کی سینکڑوں کتابوں سے ایسے تمام امور کی نشاندہی کی ہے جن کے بارے میں بدعت کا شائبہ ہوسکتا ہے اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ ہم مسلکِ اہلِ سنت سے گریز یا فرار کی پالیسی پر

عمل پیرا ہیں، ہمارا مقصد یہ ہے کہ فاضل بریلوی کا مسلک کتاب و سنت پر مبنی اور دلائل شرعیہ کی روشنی میں بالکل بے غبار ہے۔ وہ ایک سچے عاشقِ رسول، متبع سنت، بالغ نظر عالم دین اور نامور فقیہ تھے۔

اس کے ساتھ میں ملک کے پڑھے لکھے طبقے سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مولانا کی تحریروں کو پڑھیں اور ملک کی اکثریت کے اس مقتدا کے بارے میں اپنے نظریات کا جائزہ لیں اور عنداللہ یہ فیصلہ کریں کہ اگر ان خیالات کا حامل بھی بدعتی ہے تو پھر صحیح مسلمان کی تعریف کیا ہے؟ اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ اُمتِ مسلمہ اسلام اور ہادیٔ اسلام کو نقطۂ اتحاد قرار دے کر اتفاق و اتحاد کی طرف قدم بڑھائے۔

ہمارے ہاں ایک عرصے سے ہر شعبۂ حیات میں کچھ درجہ بندیاں قائم ہیں۔ کس نے قائم کی ہیں اور کس لئے قائم کی ہیں؟ اس تحقیق میں پڑنے کی روایت ہی موجود نہیں۔ نہ صرف عوام بلکہ اچھے اچھے پڑھے لکھے حضرات بھی اپنے طور پر کچھ تعینات دل و دماغ میں پہلے سے اتار لیتے ہیں۔ پھر ان کی حفاظت کے لئے ہر وقت وہ عقلی و نقلی استدلالات کی ٹوہ میں رہتے ہیں۔ یہ جاننے کی قطعاً کوئی کوشش نہیں کی جاتی کہ پہلے اپنے ذہن میں خیال یا نظریے کی صحت و عدم صحت کو اچھی طرح پرکھ لیا جائے۔ ہماری اس تمہید کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس مسئلے پر غور کیجئے جو ایک نزاعِ مسلسل کی صورت اختیار کر چکا ہے اور وہ ہے دین سے متعلق پائے جانے والے اختلافات کی خلیج، ہماری کوشش ہے کہ ہر شخص، شخصیت پرستی یا دھڑے بندی کے دام ہمرنگ زمین سے اپنے آپ کو آزاد کر کے عقل و خرد اور حقائق کی روشنی میں حق و صداقت کی تلاش کرے اور کسی چیز کے لہ و ما علیہ کو جانے بغیر اس کے بارے میں کوئی سا فتوے صادر نہ کرے۔

برِصغیر میں دیوبندیت و بریلویت کے نام پر باہمی اختلافات کو ہوا دے کر جس بہت بڑی قدآور علمی شخصیت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کو اُن کی راست دینی و علمی خدمات کے باوصف موجد و مؤید بدعات قرار دے کر اڑانے کی کوشش جاری ہے۔ یہ صریح علمی و تاریخی ناانصافی ہے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ فاضل بریلوی کے معتقدات و نظریات کو ان کی سینکڑوں تصانیف پر پھیلی ہوئی تحریروں میں سے نکال کر ابنائے ملت کے سامنے رکھ دیں اور انہیں دعوت دیں کہ وہ آگے بڑھ کر ان نظریات و معتقدات کو شریعت مطہرہ کے کھرے اصولوں کی کسوٹی پر پرکھیں۔

جن لوگوں نے اختلافات کی خلیج کو صرف اس لئے وسیع کیا کہ ان کے کسی بزرگ یا اُستاد نے اس کی

بسم اللہ کی بھی ان کے پیش نظر کبھی بھی اسلام کی صداقتیں اور اصول و فروع نہیں رہے۔ اسلام کا منبع بریلی ہے نہ دیوبند ہمیں دیکھنا تو یہ ہے کہ کس نے کہاں تک اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ دین کو پھیلانے اور اس پر عمل کرنے میں جدوجہد کی۔ ہم نے فاضل بریلوی کے معتقدات و نظریات سے معمور عرصہ قرطاس پیش کر دیا ہے۔ قارئین اپنی صوابدید سے اس کے ایک ایک لفظ کو شریعت کے پیمانے سے ناپتے چلے جائیں اگر کہیں بھی انھیں کتاب و سنت کے حدود سے باہر ان کی کوئی تحریر دکھائی دے تو برملا کہہ دیں کہ انھوں نے بدعت پھیلائی اور اگر ایسی بات نہیں ہے تو پھر علمی دیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دھڑے بندیوں کے طلسم سے نکل کر یہ اعلان کریں کہ انھیں جو کچھ بتایا جاتا رہا وہ تحقیق و مطالعہ کے بغیر فقط تعصب کی رو میں بہہ کر ایک شخصیت کے سحر انگیز اثر کو ختم کرنے کے لئے کہا جاتا رہا جہاں تک دین اسلام کا تعلق ہے اس کے اصول و فروع واضح ہیں؛

آج کی دنیا پر ایک نگاہ ڈالئے! طرح طرح کے نظام رائج ہیں بظاہر ہر نظام انسانیت کے روحانی و جسمانی دکھوں کا مداوا کرنے کا داعی ہے اور یہ تمام نظام ایک عرصہ دراز سے رائج ہیں۔ نتائج پر نظر ڈالئے تو تمام کا بھرم کھلتا دکھائی دیتا ہے ان کے زیر اثر افراد بحیثیت مجموعی ان سے غیر مطمئن دکھائی دیتے ہیں۔ استحصال کو ختم کرتے کرتے سب استحصالی ہو گئے اور انسانیت کی آنکھ میں پھر کسی واضح، مکمل اور جسم و روح کے تمام تقاضے پورے کرنے والے نظام زندگی کے انتظار کا رنگ جھلک رہا ہے کوئی اور قوم مانے نہ مانے مگر ہم مسلمانوں کا پختہ عقیدہ ہے کہ وہ نظام کامل جس کا انتظار ہے اسلام ہے اور یہ ہماری کوتاہی ہے کہ چودہ سو برس میں ہم نے ایک آدھ بار کے بعد پھر سے صدق دل سے متحد ہو کر اس آفاقی و عالمگیر نظام انسانیت کو نافذ کر کے چشم انسانیت کا انتظار ختم نہیں کیا، یہ تو نہیں ہوا البتہ ہم نے یہ ضرور کیا کہ اگر اپنے ہی بھائی بندوں میں کسی کا قامت نکلتا ہوا دکھائی دیا تو اس پر آری رکھ دی تاکہ تفرقہ پھیلے اور اسلام اپنے نفاذ کے لئے متبحر اور باعمل عظیم علماء کے وجود سے محروم ہو جائے، ہم نے رجال کو حق پر پرکھنے کی بجائے حق کو رجال پر پرکھنے کا غیر معقول طریقہ اختیار کر رکھا ہے، تقلید جامد، اندھی عقیدت اور تعصب کی فضا نے حقائق سے ہماری آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ ہمارا معیار حق صرف اپنے کسی استاد یا شیخ کا فرمودہ بن کر رہ گیا ہے دوسری طرف یہ المیہ ہے کہ عرصہ دراز سے ہمیں دین کے کچھ لفظوں اور اصطلاحوں سے بیزار کر دیا گیا ہے اور ہم ہیں کہ آنکھیں بند کر کے اس پر عمل پیرا ہیں مثلاً فتویٰ، مولوی، ملا، پیر اور کئی دوسرے دینی الفاظ، زیادہ نام نہاد جدت پسند تو لفظ اللہ، رسول، مسجد اور قرآن سے بیزاری کو بھی فیشن کا حصہ سمجھتے ہیں اگر کوئی بدکردار شخص کسی

دینی لقب، لفظ یا اصطلاح کا غلاف اوڑھ لے تو کیا ہمارے پاس قرآن و سنت کا معیار موجود نہیں ہے کہ ہم اس کو بے نقاب کر کے اصل و نقل میں تمیز کر سکیں اس طرح سے ہم اپنے لئے اور اپنے دین کے لئے تو کچھ نہیں کر رہے بلکہ خود ان لوگوں و طرز ہائے زندگی کے لئے راستہ ہموار کر رہے ہیں جن کے آتے ہی نہ ہم رہیں گے اور نہ دین کی کوئی بات"۔

اس کے ساتھ ساتھ کچھ علماء کا اپنا رویہ بعض حالات میں سراسر غیر علمی اور غیر منصفانہ نظر آتا ہے مثلاً وہ اپنے علاوہ کسی اور انسان کے فکر اور نظریے کو سننے کے روادار نہیں ہوتے اور ہر انسانی سوچ کو ضائع کر دینے میں مستعدی دکھاتے ہیں دوسروں کی اچھی بات کو بھی اچھا نہ کہنا آخر کہاں کی دانشمندی ہے، اسلام تو اچھائی کی تلاشِ مسلسل کا دین ہے۔ ہر دانشمندی اور بہتری ہماری ہی متاعِ گم گشتہ ہے"۔

اتحاد اور اختلاف دو متضاد چیزیں ہیں اگر اختلاف رہے تو اتحاد ناممکن اور اتحاد رہے تو اختلاف کا وجود معدوم لیکن خیال رہے کہ مذہب کے ہر معاملے میں اتحاد، اتحاد کی تبلیغ صرف اسی صورت میں روا رکھی جا سکتی ہے جب کہ مذہب کو ہندو مت یا ویدانت کی طرح ہر قسم کے خیالات و نظریات کا مجموعہ اور ملغوبہ تسلیم کر لیا جائے اس کے برعکس اگر اس کے کچھ اٹل اور غیر متبدل اصول ہیں تو ان کے بارے میں نرمی یا رعایت اتحاد و اتفاق نہیں بلکہ مداہنت اور اپنے نظریات و عقائد سے عدم اخلاص کا نتیجہ ہے، مذہبی معاملات میں اختلافات کا نام سن کر چیں بچیں ہونے والے حضرات مہذب دنیا کے سیاسی، عمرانی، اقتصادی اور فنی باہم دگر مخالف و متضاد نظریات باہم دگر دست و گریباں اقوام سے کیوں آنکھیں بند کر لیتے ہیں آخر یہ برائی انھیں صرف مذہبی دنیا ہی میں کیوں کھٹکتی ہے؟ ہمیں اس بات کا احساس ہے کہ دین میں نفرت، تعصب و درشتی کا کوئی دخل نہیں لیکن اختلافات کا پیدا نہ ہونا یہ ایک ایسا غیر فطری مطالبہ ہے جسے عملی دنیا میں کروڑوں انسانوں کے لئے ایک لمحے کے لئے بھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں! ان اختلافات کو اپنی حدود میں رکھتے ہوئے وسیع بنیادوں پر اتحاد و اتفاق کا پلیٹ فارم مہیا کیا جائے"۔

فاضل بریلوی کے احوال و واقعاتِ زندگی اور آپ کی تصانیف پر تحقیقی نظر کے بعد جب ہم ان کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے والی تحریروں سے گزرے ہیں تو خدا شاہد ہے کہ بحیثیت طالبِ علم کے ہمارے دل و دماغ کو شدید صدمہ پہنچا، برِ صغیر کا ایک ایسا عالمِ دین جس نے علوم دینیہ پر سینکڑوں مبسوط اور محققانہ تصانیف کا ذخیرہ ملتِ اسلامیہ کو عطا فرمایا جس کی زندگی عشقِ رسول، توحیدِ حق اور اتباعِ سنت کا پیکر تھی کیونکر اس بدنامی کا مستحق ٹھہر

قارئین حقیقت پسندی سے اس کا مطالعہ کریں اور سمجھنے کی کوشش کریں کہ غلطی کیا ہے؟ اور وہ کہاں ہے؟ ہم دور نہیں جاتے اپنے ہی اردگرد رہتے ہوئے اس بات کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ اکثر لوگ جب بھی کسی کو اپنے مسلک کی کسی شخصیت یا مکتبِ فکر کا مخالف دیکھتے ہیں تو فوراً لٹھ لیکر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ یہ معلوم کرنے کی قطعاً کوشش نہیں کرتے کہ اس مخالفت کے اسباب کیا ہیں اور کیا واقعی ان کی گنجائش تو موجود نہیں ہے؟ اس سے بھی عجیب تربات یہ کہ ایک عمل جسے بُرا سمجھتے ہوئے دوسروں پر الزام تراشی اور انھیں مطعون کرنے کا سلسلہ جاری ہو اگر اتفاق سے اپنے ہاں نکل آئے تو اس کے لئے سینکڑوں تاویلات اور محل نکلنے شروع ہو جاتے ہیں؛

برصغیر میں اختلافات کا آغاز ان عبارات سے ہوا جن کا تعلق براہِ راست آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ عبارات انتہائی گستاخانہ اور کسی اعتبار سے بھی بارگاہِ نبوی کے شایانِ شان نہیں یہ انتہائی نازک، سنگین اور خطرناک مسئلہ تھا، مسلمانوں کی ملی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ وہ چاہے اور سب کچھ گوارا کر لیں مگر اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں بے ادبی اور گستاخی برداشت کرنا ان کے بس سے باہر ہے؛

اعتقادیات و اعمال کے بارے میں معمولی نوعیت کے اختلافات پہلے موجود تھے مگر وہ نہ تو اصولی تھے اور نہ ہی ملتِ اسلامیہ میں ان سے فرقہ بندی پیدا ہوئی تھی۔ البتہ عبارات کا مسئلہ اصولی تھا۔ ممتاز عالم دین سید احمد سعید کاظمی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"دیوبندی حضرات اور اہلسنت کے درمیان بنیادی اختلافات کا موجب علمائے دیوبند کی صرف وہ عبارات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں کھلی توہین کی گئی ہے"، (۱۔ الحق المبین سید احمد سعید کاظمی ۲۔ مطبوعہ ملتان)

اسی مؤقف کی تائید میں مولانا منظور نعمانی مدیر الفرقان فیصلہ کن مناظرہ میں لکھتے ہیں:۔

"شاید بہت سے لوگ ناواقفی سے یہ سمجھتے ہیں کہ میلاد، قیام، عرس، قوالی، فاتحہ، تیجہ دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ رسوم کے جائز و ناجائز اور بدعت و غیر بدعت ہونے کے بارے میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جو نظریاتی اختلاف ہے یہی دراصل دیوبندی اور بریلوی اختلاف ہے مگر یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کے درمیان

ان مسائل میں یہ اختلاف تو اس وقت سے ہے جب کہ دیوبند کا مدرسہ قائم نہ ہوا تھا اور نہ مولوی احمد رضا خاں صاحب پیدا ہوئے تھے اس لئے ان مسائل کو دیوبندی بریلوی اختلاف نہیں کہا جاسکتا علاوہ ازیں ان مسائل کی حیثیت کسی فریق کے نزدیک بھی ایسی نہیں کہ ان کے ماننے نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو کافر یا اہل سنت سے خارج کیا جاسکے" (لے فیصلہ کن مناظرہ مولانا منظور نعمانی دارالاشاعت فیصل آباد ص)

عجیب اتفاق ہے کہ ان عبارات کا دور تقریباً ایک ہی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و منصب کے بارے میں باقاعدہ ایک تحریک چلائی گئی۔ ہوسکتا ہے کہ اس سے ان حضرات کے پیش نظر مسئلہ توحید کا نکھار ہو، مگر یہ کیسی توحید ہے جس کا نکھار توہین و تنقیص رسالت سے ہوتا ہے؟ تقویۃ الایمان کی گستاخانہ عبارات اور اثر ابن عباس کا مسئلہ وہ نقطۂ آغاز ہے جس سے جمہور مسلمانوں کے دل بھڑک اٹھے۔ تقویۃ الایمان کی اس عبارت :-

"اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی جن و فرشتہ جبرئیل و محمدؐ پیدا کر ڈالے"۔ (لے تقویۃ الایمان مطبوعہ علمی کتب خانہ لاہور ص۲۱)

سے امکان یا امتناع النظیر کا مشہور مسئلہ پیدا ہوا اور امام معقولات علامہ فضل حق خیر آبادی کو اس کے رد میں معروف کتاب "امتناع النظیر" لکھنی پڑی۔

اقوامِ عالم میں مسلمانوں کو یہ شرف حاصل ہے کہ انھوں نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کی نسبت ان کی ایک ایک ادا پر مر مٹنے کے جذبے اور انھیں فطری محبوب کا درجہ دینے کی جو یادگار تاریخ چھوڑی ہے اس کی نظیر اور کہیں نہیں ملتی۔ بلاشبہ اس کی بنیادیں قرآن مجید نے فراہم کی ہیں، ارشاد ہوتا ہے :-

یا یہا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا له بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا

اے ایمان والو! بلند نہ کرو اپنی آوازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اور نہ اُن سے بہت زور کے ساتھ بات کرو جیسے تم ایک دوسرے سے آپس میں بولا کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب

تشعرون ۔ قرآن مجید، الحجرات؛ کچھ اکارت جائے اور تمھیں خبر بھی نہ ہو؛

دوسری آیت میں ارشاد ہے :۔

ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللّٰہ اولٰئک الذین امتحن اللّٰہ قلوبھم للتقویٰ لھم مغفرۃ واجر کریم؛ (الحجرات)	بے شک جو لوگ اپنی آوازیں پست کرتے ہیں۔ رسول اللہ کے نزدیک وہ ایسے لوگ ہیں جن کے دل کو اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے!

اور ایک اور آیت میں فرمایا :۔

ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللّٰہ غفور رحیم؛ (سورۃ الحجرات)	اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے شک جو لوگ آپ کے رہنے کے حجروں سے باہر پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بےعقل ہیں، اگر یہ لوگ اتنا صبر کرتے کہ آپ خود حجروں سے نکل کر ان کی طرف آتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے؛

مزید ارشاد فرمایا :۔

یاایھا الذین اٰمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللکٰفرین عذاب الیم ۰ (البقرہ)	اے ایمان والو! تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راعنا کہہ کر خطاب نہ کیا کرو بلکہ انظرنا کہا کرو اور دھیان لگا کر سنتے رہا کرو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے:

ان آیات میں بارگاہِ رسالت کے آداب، طرزِ تخاطب اور الفاظ کے استعمال کے بارے میں جو ہدایات دی گئی ہیں وہ محتاجِ بیان نہیں، علمائے اُمّت، صلحائے ملّت اور عاشقانِ جمالِ نبوی اس مقام پر پہنچ کر ہمیشہ اپنے آپ کو بےبس درماندہ، مفلس اور تہی دامن محسوس کر کے مقامِ محمدی کی آفاقیت کا اعتراف کرتے رہے، حضرتِ سعدی فرماتے ہیں :۔

ندانم کدامین سخن گویمت — کہ بالاتری زانچہ من گویمت
چہ وصف کند سعدی ناتمام — علیک الصلوٰۃ اے نبی والسلام

عزت بخاری کس خوبصورت انداز میں اس مقام کی رفعت کا احساس دلاتے ہیں :۔

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر — نفس گم کردہ مے آید جنید و بایزید ایں جا

غالب نے یہی بات ذرا مختلف پیرائے میں کہی ہے

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم — کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

اس بات پر تمام علمائے امت متفق ہیں کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی اور توہین کفر ہے ٹھیک اسی طرح اس بات پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ توہین یا گستاخی کے صریح الفاظ میں کسی طرح کی تاویل جائز نہیں۔ جناب سید انور شاہ کاشمیری کا بیان ہے کہ:۔

وقد ذکر العلماء ان التھور فی عرض الانبیاء وان لم یقصد السب کفر (الحق المبین)

"علماء نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں جرأت و دلیری کفر ہے اگرچہ توہین مقصود نہ ہو"

رہی یہ بات کہ کیا چیز توہین ہے اور کیا نہیں ہے؟ سو یہ اتنا اہم مسئلہ نہیں ہے ہر زبان کے روزمرے اور محاورے کی روشنی اور سیاقِ کلام سے الفاظ کا مفہوم آسانی سے متعین کیا جا سکتا ہے اگر دُور از کار تاویلات کا سہارا نہ لیا جائے تو اس کا فیصلہ متعلقہ زبان کا معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی آسانی سے کر سکتا ہے

عام طور پر سادہ لوح حضرات کا ذہن اس طرف منتقل ہو جاتا ہے کہ گو عبارات میں توہین پائی جاتی ہے مگر اس کے قائل کی نیت یقیناً توہین کی نہیں ہو گی اس سلسلے میں گزارش ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے متعلق اس قاعدے کو ایک لمحے کے لئے بھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا، بارگاہِ نبوت کے بارے میں آدابِ گفتگو کی براہ راست تعلیم اور اس کی باریکیوں اور نزاکتوں کو ہر حال میں ملحوظ خاطر رکھنے کی تاکید کا منشاء یہی ہے کہ بارگاہِ قدس میں لب کھولنے سے پہلے الفاظ کی بے مائیگی حروف کی درماندگی اور نظم عبارت کی بے چارگی کا اچھی طرح جائزہ لے لیا جائے۔ صحابۂ کرام رَاعِنَا کا لفظ تعظیم کی نیت سے ادا کرتے تھے مگر جس وقت یہودیوں نے اسے معمولی تصرف سے توہین کی نیت سے استعمال کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام کو بھی یہ لفظ بولنے سے منع کر دیا، معلوم ہوا کہ لفظ بولنے میں نیت یا ارادے کا کوئی دخل نہیں اگر کوئی لفظ توہین آمیز معنی یا مفہوم کی طرف مشعر ہے تو وہ لفظ توہین ہی ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کے بارے میں توہین آمیز عبارات سے سارا مسئلہ پیدا ہوا علمائے اہل سنت نے ایسی عبارتیں واپس لینے یا مناسب الفاظ میں بدلنے پر زور دیا۔ تو دوسری طرف سے معقولیت کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا گیا اور ان عبارات کو اپنے اساتذہ کی عزت و وقار کا

مسئلہ بنا لیا گیا۔ ظاہر بات ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و منصب کے مقابلے میں کسی اور کی کیا حیثیت ہے مگر ملتِ اسلامیہ میں فرقہ بندی گوارا کرلی گئی اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے نقصانات جو ایک صدی پر پھیل گئے ہیں برداشت کرلیے گئے۔ مناظرہ بازی، گالی گلوچ اور فضول لٹریچر کی طباعت پر کروڑوں روپے کے قومی ضیاع پر کبھی اظہار افسوس تک کی ضرورت نہ سمجھی گئی اس صورتِ حال سے برصغیر میں اسلامی مفاد کو جو نقصان پہنچا اسے ہضم کرلیا گیا۔ مگر چند علماء کی قلمی لغزشوں کو قبول کرلینے کی ہمت نہ ہوسکی، دارالعلوم کے بڑے شیخ الحدیث سے طفلِ مکتب تک آج بھی ہر شخص کی زبان سے آسانی سے سُنا جاسکتا ہے کہ نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال العوذ باللہ! نعوذ باللہ! اپنے خیال سے زیادہ بُرا ہے کے بارے میں ہمارے اکابرین درست اور صحیح تھے، جہاں تقلید جامد اور شخصیت پرستی اتنی مضبوط جڑیں پکڑ چکی ہوں وہاں کسی خوشگوار اسلامی نقاب کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے؛

آج اندھی عقیدت اور رسم پرستی کے بارے میں خانقاہوں سے وابستہ جاہل افراد کو طعنے دینے والے روشن خیال حضرات کو گھر کی اس پیر پرستی، استاذ پرستی جو صنم پرستی کی حد تک پہنچ چکی ہے کا شہتیر نظر کیوں نہیں آتا؟ مسئلہ تکفیر کے بارے میں فاضل بریلوی کو جس طرح بدنام کیا گیا ہے وہ اصل مسئلے سے توجہ ہٹانے کا کامیاب حربہ ہے، اگر آج یہ مطالبہ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا حسین احمد مدنی کے بارے میں علامہ اقبال کے اشعار ارمغانِ حجاز سے نکال دیئے جائیں تو ملک کی بہت بڑی اکثریت کا یہ مطالبہ کیوں نہیں مانا جاسکتا کہ تقویۃ الایمان، صراطِ مستقیم، براہینِ قاطعہ، حفظ الایمان، تحذیر الناس، بلغۃ الحیران وغیرہ کی دلخراش عبارتیں حذف کردی جائیں یا انھیں مناسب الفاظ میں تبدیل کردیا جائے۔ جب فاضل بریلوی کے ہم خیال جید علماء باربار اس بات کی وضاحت کرچکے ہیں کہ دیوبند و بریلی کا اصل تنازعہ یہی عبارات ہیں انھیں حل کردینے سے مسائل کافی حد تک سدھر جائیں گے میرے علم کے مطابق غالباً ۱۹۶۳ء میں نامور عالم دین علامہ سید احمد سعید کاظمی نے اس سلسلے میں خاصی پیش رفت کی تھی انھوں نے مسلک کے مقتدر اور جید علمائے کرام کے پاس فوٹو اسٹیٹ خط لکھ کر اس مسئلے کا قابلِ عمل حل پیش کیا تھا اور انھیں دعوت دی تھی کہ وہ آگے بڑھیں اور معیار و مدار صرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو قرار دیتے ہوئے شخصیات کے دائروں سے نکل آئیں مگر افسوس کہ چند ایک کے سوا کسی نے ان کی بات نہ سنی؛ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ برصغیر کی غالب اکثریت نے ان عبارات کو توہین آمیز اور گستاخانہ سمجھا ہے اور اس سلسلے میں انھوں نے فاضل بریلوی کی گرفت اور تنقید کو اپنے دل

کی آواز سمجھا ہے یہی وجہ ہے کہ برصغیر کی غالب اکثریت آج بھی فاضل بریلوی کو اپنا مقتدا اور دینی رہبر سمجھتی ہے، جوش سے زیادہ ہوش کی ضرورت ہے اگرچہ فاضل بریلوی کا تدریسی اور عقیدت کا حلقہ بھی خاصا وسیع ہے مگر انھیں جس چیز نے لازوال شہرت، دائمی عزت اور اور قبولیتِ عامہ کا درجہ عطا کیا ہے وہ ہے ان کا وہ مضبوط موقف جو انھوں نے رسالت، اس کی عظمتوں اور مسلمان کے اپنے آقا و مولیٰ سے نازک و لطیف رشتے کی حفاظت کے لئے اختیار کیا، ضرورت ہے کہ ان کے مؤقف کو ٹھنڈے دل سے سمجھا جائے ان کی مجبوری اور ذمہ داری کا احساس کیا جائے تکفیر کے معاملے میں وہ حد درجہ محتاط تھے مسئلہ تکفیر کے بارے میں علامہ سید احمد سعید کاظمی قمطراز ہیں :-

"مسلکِ تکفیر میں ہمارا مسلک ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ جو شخص بھی کلمۂ کفر بول کر اپنے قول و فعل سے التزام کفر کرے گا تو ہم اس کی تکفیر میں تامل نہیں کریں گے خواہ وہ دیوبندی ہو یا بریلوی، لیگی ہو یا کانگریسی، نیچری ہو یا ندوی، اس بارے میں اپنے پرائے کا امتیاز کرنا اہل حق کا شیوہ نہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک لیگی نے کلمۂ کفر بولا تو ساری لیگ کافر ہو گئی یا ایک ندوی نے التزام کفر کیا تو معاذ اللہ سارے ندوی مرتد ہو گئے، ہم تو بعض دیوبندیوں کی عباراتِ کفریہ کی بنا پر ہر ساکن دیوبند کو بھی کافر نہیں کہتے چہ جائیکہ تمام لیگی اور سارے ندوی کافر ہوں۔ ہم اور ہمارے اکابر نے بارہا اعلان کیا کہ ہم کسی دیوبند اور لکھنو والے کو کافر نہیں کہتے، ہمارے نزدیک صرف وہی لوگ کافر ہیں جنھوں نے معاذ اللہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم و محبوبانِ ایزدی کی شان میں صریح گستاخیاں کیں اور باوجود تنبیہہ شدید کے انھوں نے اپنی گستاخیوں سے توبہ نہیں کی، نیز وہ لوگ جو ان گستاخیوں پر مطلع ہو کر اور ان کے صریح مفہوم کو جان کر ان گستاخیوں کو حق سمجھتے ہیں اور گستاخیاں کرنے والوں کو مومن اہلِ حق اپنا مقتدا اور پیشوا مانتے ہیں اور بس ان کے علاوہ ہم نے کسی مدعی اسلام کی تکفیر نہیں کی، ایسے لوگ جن کی ہم نے تکفیر کی ہے اگر ان کو ٹٹولا جائے تو وہ بہت قلیل اور محدود افراد ہیں ان کے علاوہ نہ کوئی دیوبند کا رہنے والا کافر ہے اور نہ بریلی کا نہ لیگی نہ ندوی، ہم سب مسلمانوں کو مسلمان سمجھتے ہیں[۱]"

فاضل بریلوی کے تاریخی کردار کو سبوتاژ کرنے کے لئے ان کے خلاف منفی پروپیگنڈہ اس شدت سے کیا

---

[۱] الحق المبین ص ۲۴، ۲۵

گیا کہ اس پر سچ کا گمان ہونے لگا۔ بدنامی اور کردارکشی کی اس مہم میں سرِفہرست یہ الزام رکھا گیا کہ وہ بدعات کے مؤید و مجوز ہیں، افسوس! کہ فاضل بریلوی کے کھاتے میں الزام بھی ایسا ڈالا گیا جس میں ذرّہ برابر صداقت نہیں ؎ وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا ❊ وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری ہے

اس سلسلے میں ہم نے فاضل بریلوی کی سینکڑوں تصانیف میں سے امورِ بدعت سے متعلق ان کی آراء اور فتوے جمع کر دیئے ہیں، اس وقت عام طور پر صوفیاء کا خانقاہی نظام بدعت کے لئے بدنام ہے مگر بحمدللہ اس سچے عالمِ دین اور دیدہ ور متبعِ سنت مفکرؒ کا قلم کسی رو رعایت کے بغیر شریعت و سنت کی نگرانی اور چوکیداری کے فرائض پورے طنطنے سے ادا کرتا رہا ہے، ویسے یہ بدعت کا معاملہ بھی عجیب ہے مخالفین کے پاس یہ ایک ایسا لباس ہے جو مخالفین کے ہر عمل چاہے وہ کتنی نیک نیتی، خلوصِ دل اور شرعی بنیادوں پر ہو رہا ہو پر تو فٹ آجاتا ہے مگر اپنے معمولات، پیری مریدی، کشف و کرامات اور رسوم و رواج قطعاً اس کی ذیل میں نہیں آتے، آسمانِ دُنیا کے نیچے بدعت کی کوئی ایسی تعریف کی ہی نہیں جا سکتی جس سے مدارس کی بلند و بالا عمارتیں، ان پر کروڑوں روپلے کے اخراجات، سالانہ جلسے ان کی تزئین و آرائش ان کے لئے چھ چھ ماہ پہلے وقت مقرر کرنا، خوبصورت لٹریچر چھاپنا وغیرہ تو عین سنت اور مقتضائے توحید قرار پائے مگر میلادِ مصطفےٰ، جلسہ سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ذکرِ شہادتِ حسینؓ ایسی محافل بدعت قرار پائیں۔

لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں اور اصطلاحِ شرع میں دین میں ایسی چیز پیدا کرنا جس کی اصل دین میں نہ پائی جائے بدعت ہے یعنی ہر وہ چیز جو کسی دلیلِ شرعی کے معارض ہو بدعتِ شرعیہ ہے، بدعت کی یہ ایک ایسی جامع تعریف ہے جس کے ذریعے ہم تمام اعتراضات سے بچ سکتے ہیں، مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنے رسالے "سنت و بدعت" میں الطریقۃ المحمدیۃ اور الاعتصام سے بدعت کی یہ تعریف نقل کی ہے:۔

> "ہر ایسے نو ایجاد طریقۂ عبادت کو بدعت کہتے ہیں جو زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے عہدِ مبارک میں اس کا داعیہ اور سبب موجود ہونے کے باوجود نہ قولاً ثابت ہو نہ فعلاً نہ صراحۃً نہ اشارۃً[1]"

مگر یہ تعریف بھی جامع نہیں ہے زمانہ کی برق رفتاری نے دینِ متین کے لئے کام کرنے کے داعیے اور تقاضے بالکل مختلف انداز میں پیدا کر دیئے ہیں، اگر بدعت کی مذکورہ بالا تعریف درست مان لی جائے تو رواں

---

[1] سنت و بدعت مفتی محمد شفیع صاحب، ص۱، ادارہ المعارف کراچی۔

رواں انسانی گاڑی قدم قدم پر بدعت کے بریکوں کا شکار ہوگی۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ رواں انسانی زندگی اور مذہب کے درمیان فاصلہ تیزی سے بڑھنا شروع ہو جائے گا۔ جن ممالک میں مذہب کی رجعت پسندانہ تشریح پر زور دیا جارہا ہے یا جہاں صرف الفاظ کے گورکھ دھندے پر بحثیں گرم ہیں۔ وہاں مذہب کی گرفت خود بخود ڈھیلی ہوتی جارہی ہے۔ ہمارے جن علمائے بدعت کی یہ تعریف کی ہے کہ ہر وہ کام جو زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ہوا۔ انھوں نے غیر شعوری طور پر انسانی زندگی کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ مسلمان کی پوری زندگی رضائے الٰہی کے تابع اور عبادتِ خداوندی کی تصویر ہے اس کا کوئی فعل وعمل اس کے عالمگیر نظریۂ حیات سے باہر نہیں بدعت کی اس تشریح کی روشنی میں وہ کس طرح اپنے آپ کو جدید معاشرے میں ضم کر سکے گا شریعت ہمارے بعض علمائے کے ہاں موم کی ایک ایسی بتی ہے جسے وہ اپنی مرضی سے جہاں چاہیں موڑ لیں۔ جناب مفتی محمد شفیع صاحب رقم طراز ہیں کہ:-

> ''جس کام کی ضرورت عہد رسالت میں موجود نہ تھی بعد میں کسی دینی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے پیدا ہوگئی وہ بھی بدعت میں داخل نہیں جیسے مروجہ مدارس اسلامیہ وغیرہ''

دیکھا آپ نے ایک بدعت کیونکر عین سنت بن گئی صرف اس لئے کہ علمائے نے اسے جائز قرار دے دیا کیا خیال ہے جناب مفتی صاحب کا ان بزرگانِ اسلاف اور نیک نیت متقی حضرات کے بارے میں جن کا علم وفضل یقیناً ہم لوگوں سے بہتر تھا کہ اگر انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے محبت اور نسبت کاملہ کے حصول کے لئے میلاد کی محفلیں قائم کیں یا کسی ولی اللہ کے عقیدت مندوں کے لئے احتسابِ نفس تجدید بیعت اور تعلیم وتعلم کی خاطر عرس کی مجالس قائم کر دیں یا تزکیۂ نفس اور رذائل باطنی سے چھٹکارا حاصل کرنے کی خاطر خانقاہی نظام کے کچھ اصول مرتب کر دیئے تو یہ سب کچھ بدعت کیسے ہوگیا فرق صرف اپنے پرائے کا ہے ورنہ بات تو ایک ہی ہے اگر یہ سب کچھ شرک وبدعت ہے تو پھر اس حمام میں سب ننگے ہیں۔ ایک عجب بات اس سلسلے میں یہ کہی جاتی ہے کہ تاریخ مقرر نہ کی جائے اور اس پر یوں زور دیا جاتا ہے گویا قرآن مجید کی اصل تعلیم یہی ہے اس مصروف زندگی میں جہاں انسان کا ایک ایک سیکنڈ اور قیمتی طے شدہ پروگرام کے مطابق ہے انسان مشین بن کر رہ گیا ہے اس کی زندگی کا کوئی کام وقت مقرر کے بغیر ایک لمحے کے لئے نہیں ہوسکتا۔ دوسری طرف اپنے جلسے جلوس میٹنگیں اور شادی بیاہ کے لئے دھڑا دھڑ اخبارات پوسٹروں، ریڈیو اور ٹیلیویژن پر تاریخ کا اعلان کیا جارہا ہے آخر یہ سب کچھ کیا ہے؟ رہی بات یہ کہ کسی

مرقاۃ۔ جلد اول: ۱۷۹

کا خیال ہے کہ یہ عرس یا محفل صرف اسی تاریخ کو ہی ہو سکتی ہے دوسری تاریخوں میں نہیں ہو سکتی سوا ایسا خیال کسی کا بھی نہیں، یہ ایجاد بندہ گرچہ گندہ والی بات ہے، درود وسلام کھڑے ہونے کی پابندی ایصال ثواب کے لئے مختلف اور مخصوص سورتیں پڑھنے کی پابندی، نماز باجماعت کے بعد کئی کئی بار دُعا مانگنے کی پابندی، تیجہ چہلم وغیرہ کی پابندی یہ ساری باتیں مفروضے ہیں کوئی شخص بھی ان پابندیوں کا قائل نہیں ہے اور نہ کسی کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر انھیں اسی طرح سے نہ کیا گیا تو ادا نہ ہوں گی۔ بدعت سے متعلق اسی غلط اور جاہلانہ تصور کی تردید کے لئے ہمارے نامور فقہاء کو یہ بات تسلیم کرنا پڑی، فقہ کی معروف کتاب ردالمحتار (شامی) کا بیان ہے :۔

(ای صاحب بدعة) ای محرمة والا فقد تکون واجبة کنصب الادلة للرد علی اهل الفرق الضالة وتعلم النحو المفهم الکتاب والسنة ومندوبة کاحداث نحو رباط ومدرسة وکل احسان لم یکن فی الصدر الاول ومکروهة کزخرفة المساجد ومباحة کالتوسع بلذیذ المآکل والمشارب

"بدعت ناجائز ہوگی اور کبھی وہ واجب ہوتی ہے جیسے گمراہ فرقوں پر رد کے لئے دلائل قائم کرنا اور قرآن وحدیث سمجھنے کے لئے علم نحو کا سیکھنا اور کبھی بدعت مستحب ہوتی ہے جیسے مدرسوں اور مسافرخانوں کی تعمیر اور ہر وہ نیک کام جو ابتدائی دور اسلام میں نہ تھا اور بدعت کبھی مکروہ ہوتی ہے جیسے مساجد کو مزین و منقش کرنا اور بدعت کبھی مباح ہوتی ہے جیسے لذیذ کھانے پینے وغیرہ"

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بدعت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

بعض بدعتہا است کہ واجب است چنانچہ تعلیم و تعلم نحو وصرف کہ بداں معرفت آیات و احادیث حاصل گردد و حفظ غرائب کتاب و سنت و دیگر چیزہا یکہ حفظ دین و ملت براں موقوف بود و بعض مستحسن و مستحب مثل بنائے رباطہا و درسہا و بعض مکروہ مانند نقش و نگار کردن مساجد و مصاحف بقول بعض و بعض مباح

مثل فراخی در طعامہائے لذیذ و لباسہائے فاخرہ بشرطیکہ حلال باشند و باعث طغیان و تکبر و مفاخرت نشوند و مباحات دیگر کہ در زمان آنحضرت نبودند چنانکہ بیری و غربال و مانند آں و بعض حرام چنانکہ مذاہبِ اہل بدع و ہوا برخلاف سنت و جماعت و آنچہ خلفائے راشدین کردہ باشند اگرچہ بآں معنی کہ در زمانِ آنحضرت نبودہ بدعت است و لیکن از قسم بدعت حسنہ خواہد بود بلکہ، در حقیقت سنت است زیراکہ آنحضرت فرمودہ است برشما باد کہ لازم گیرید سنت مرا و سنتِ خلفائے راشدین[1]۔" (1) اشعۃ اللمعات جلد ۱ صفحہ ۱۲۵ شیخ عبدالحق محدث دہلوی مطبوعہ نولکشور)

ترجمہ: "بعض بدعتیں واجب ہیں جیسے کہ نحو و صرف کا سیکھنا تاکہ اس سے آیات و احادیث کے مفہوم و مطالب کی معرفت حاصل ہو اور قرآن و سنّت کے علوم محفوظ ہوں اور دوسری وہ چیزیں بھی محفوظ ہوں جن پر دین و ملت کی حفاظت کا دار و مدار ہے اور بعض بدعتیں مستحب و مستحسن ہیں جیسے سرائے اور مدارس کی تعمیر اور بعض بدعتیں مکروہ ہیں جیسے بعض کے نزدیک مساجد اور قرآن مجید میں نقش و نگار اور بعض بدعتیں مباح ہیں جیسے اچھے اچھے کھانوں کا شوق بشرطیکہ حلال ہوں اور غرور و نخوت کا باعث نہ ہوں اور دوسری مباح چیزیں جو آنحضور کے زمانے میں نہ تھیں جیسے چھلنی وغیرہ اور بعض بدعتیں حرام ہیں جیسے اہل سنت و جماعت کے خلاف نئے عقیدوں اور نفسانی خواہشات والوں کے مذاہب اور جو چیزیں خلفائے راشدین نے کی ہیں، اگرچہ وہ اس معنی میں بدعت ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ تھیں لیکن بدعتِ حسنہ کے اقسام میں سے ہیں بلکہ درحقیقت سنت ہیں کیونکہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔"

بدعت کے بارے میں امام ربانی مجددِ الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلکِ حقہ کو عموماً غلط رنگ دینے کی کوشش کی جاتی ہے اس کی وضاحت کے لئے ہم آپ کے خانوادۂ عالیہ کے ایک جلیل القدر عالم دین اور نامور بزرگ شیخ الشیوخ حضرت محمد حسن جان مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر سے اقتباس نقل کرتے ہیں جس سے

بدعت کے بارے میں حضرت مجدد الفِ ثانی علیہ الرحمہ کے مسلک کی پوری وضاحت ہوجاتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں

جاننا چاہیئے کہ بدعت لغت میں ہر اس نو پیدا چیز کو کہتے ہیں جس کی کوئی نظیر پہلے نہ ہو اسی کو باری تعالٰی نے یوں فرمایا ہے بَدِیعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور شرع میں بدعت اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو امورِ دین میں نو پیدا کردہ ہو یعنی جس کا وجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں نہ ہو اور وہ سنّت کی مخالف اور معارض ہو، سنت کے مخالف یا معارض ہونے کی قید ہم نے اس لیے لگائی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد اتنے نئے امور پیدا ہوئے ہیں اور وہ اس زمانے میں بھی اور اس سے پہلے بھی اس قدر عام اور شائع ہو گئے ہیں کہ ان سے نہ مقلد بچ سکتا ہے اور نہ غیر مقلد یہاں تک کہ خیرالقرون کا آخری حصّہ بھی ان امور کی زد سے نہ بچ سکا جس پر تاریخ کی کتابیں شاہد ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ مُراد بدعت سے حدیث میں وہ بدعت ہے جس کو سیئہ (بری) کہا جاتا ہے اور جو سنّت کے مخالف اور مقابل ہے لیکن وہ نو پیدا امور جو سنت کے معارض اور مقابل نہیں وہ مباحات شرعیہ میں داخل ہیں اس لئے کہ ہمارے مذہب میں سب اشیاء در اصل مُباح ہیں (حرمت بعد نص شارع سے ثابت ہوتی ہے)

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث میں کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ کا لفظ آیا ہے یعنی ہر بدعت گمراہی ہے مگر ہم نے بعض بدعات کو مباحات قرار دیا، اس کا جواب یہ ہے کہ شارع علیہ السّلام کی مُراد لفظِ کل فرمانے سے یہ نہیں کہ یہ سب اقسام بدعت کے مطلقاً حسنہ ہو یا سیئہ، سب ضلالت اور گمراہی ہیں بلکہ لفظِ کل سے مراد ہے کہ بدعتِ سیئہ کے سارے اقسام جو سنت سے ٹکرا کھائیں اور مخالف ہوں گمراہی ہیں، اس بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا وہ قول دلیل ہے جو صحاح میں وارد ہو چکا ہے کہ "میری سنّت کو اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو جو میرے بعد ہیں اپنے اوپر لازم پکڑو"

خلفائے راشدین کی سنت عین سنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو ہو ہی نہیں

سکتی اس لئے کہ عطف مغائرت چاہتا ہے تو اگر کل کا لفظ علی الاطلاق لیا جائے تو سنتِ خلفائے راشدین کے اتباع کا کوئی موقع نہیں رہتا اور حضرت سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ، کے اس قول کا کہ بیس تراویح بڑی اچھی بدعت ہے کوئی محل نہیں نکلتا، علمائے کرام کہتے ہیں کہ بدعت کی بہت سی قسمیں ہیں بعض ان میں سے تو اس زمانے میں واجب ہیں مثلاً علوم کی اشاعت کرنا، مدرسے اور مسافرخانے بنانا وغیرہ اور بعض سنتِ حسنہ ہیں جیسے بیس رکعت تراویح پڑھنا اور حکومت کے لئے دفتر اور کچہریاں بنانا اور مساجد کو منقش پتھروں اور ساگوان کی لکڑی سے تعمیر کرنا اور قرآن مجید کو مصحف میں جمع کرنا اور باغیوں سے جنگ کرنا وغیرہ اور بعض بدعتیں مستحب یا مباح ہیں جیسے آج کل کے زمانے کے اکثر اوضاع اور رسوم، پس مشائخ کے اطوار و اذکارِ مرتبہ اور مراقبات موقتہ اس بدعت حسنہ میں داخل ہیں۔ جن کو نامور اور جید علمائے کرام نے قبول کیا ہے اور ان کو اچھا سمجھا ہے اور لوگوں کو ان باتوں کی طرف ترغیب دی ہے اور ان کاموں میں خود مصروف رہے ہیں۔ اور نہ صرف یہ کہ وہ ان امور کو بدعت نہیں سمجھتے بلکہ اس پر رضامند ہی نہیں کہ ان امور پر بدعت کا لفظ استعمال کیا جائے جیسا کہ ہمارے مرشدِ اعظم امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مشرب ہے۔"[1]

اس ساری تمہید سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ بدعت کی جو بھی کڑی سے کڑی تعریف مقرر کی جائے فاضل بریلوی کا دامن اس سے ہر طرح صاف ہے وہ اس کے مؤید ہیں نہ مجوز، رہی یہ بات کہ زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کا یکسر لحاظ کئے بغیر ہر چیز کو بدعت کہہ کر رد کر دینے سے جو نقصان خود دینی مفاد کو پہنچے گا اس کے مضرات کا اچھی طرح اندازہ لگا لینا چاہیئے، ہاں! یہ الگ بات ہے کہ ہم بدعت و شرک کے پیمانے ہی الگ مقرر کریں فاضل بریلوی اور ان کے ہم خیال علماء و فقرا بدعت کی مخالفت کریں، بدعات کے خلاف کتابیں لکھیں، اعلانیہ بدعتوں سے بیزاری کا اظہار کریں۔ تب بھی وہ بدعتی ٹھہریں اور ہم اپنے اساتذہ اور بزرگوں کی ہر بدعت کو مشرف بہ سنت کرتے جائیں یعنی اپنے اندر بدعتوں کے جہاں آباد کرنے کے باوجود بھی رہیں پکے موحد! تو اس کا کوئی علاج نہیں۔

---

[1] طریق النجات حضرت شیخ حسن جان فاروقی ص ۸۵، ۸۶، ۸۷ مطبوعہ مکتبہ الیشیق استنبول ترکی۔

فاضل بریلوی کوئی معمولی پڑھے لکھے انسان نہیں تھے، ان کا شمار ملتِ اسلامیہ کے ان چند اعظیم رجال میں ہے جنھوں نے غیر معمولی ذہانت، عبقریت، بے شمار علوم میں مہارت اور گراں قدر اسلامی خدمات کی بدولت اپنی الگ تاریخ بنائی ان کے فکر و فلسفے کا محور انتا رفیع پاکیزہ اور عظیم ہے جس کی مثال نہیں ملتی اور وہ ہے شاہکار قوت و حیات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی لافانی عظمتوں کی تقدیس اور مسلمانانِ عالم کو ان کی محبت اور عشق کی نسبت کی لڑی میں منسلک کرنے کی تحریک کیا کوئی دانشور اس بات سے انکار کرسکتا ہے کہ دنیا میں پھیلی ہوئی مختلف رنگوں، نسلوں اور زبانوں پر مشتمل مسلمان قوم کے لئے اس ذاتِ گرامی کے سوا اور کوئی مرکزِ تعلق یا کعبۂ انجذاب ہوسکتا ہے؟ اگر نہیں ہوسکتا تو پھر یقیناً وہ تحریک بہت ہی عظیم ہے اور اس کو برپا کرنے والے ملتِ اسلامیہ کے محسن ہیں جو مسلمانانِ عالم کو اس ابدی، لطیف اور نازک رشتے کے آداب اور حفظ و رعائت کا درس دینے کے لئے اٹھے ہیں۔

برصغیر میں انگریزی سامراج کے تسلط کے بعد خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں مکار انگریز دینی دنیاوی تعلیم میں تفریق کے ذریعے اس نازک رشتے اور والہانہ تعلق کو کمزور کرنے میں کامیاب ہو جائے جو درحقیقت مسلم قوم کی متاعِ حیات ہے کہ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے فاضل بریلوی ایسی جامع الصفات شخصیت کو اس جذبے اور متاع کی حفاظت کے لئے مامور فرمایا، ان کے خلاف قسم قسم کی بہتان طرازیاں کی گئیں غلط باتیں منسوب کی گئیں مگر وہ اللہ کا بندہ بلا خوف لومۃ لائم اپنی راہ پر چلتا رہا تاآنکہ اس نے برصغیر کی غالب مسلم اکثریت کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلا دیا۔

یوں تو اتحاد و اتفاق کی افادیت سے کسی دور میں بھی انکار نہیں کیا جاسکتا مگر دنیائے اسلام کو اس دور میں جس قدر اتحاد و اتفاق کی ضرورت ہے شاید اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ بحمد للہ! دنیائے اسلام میں اسلامی اقدار کے احیاء کی جو تحریک اٹھی ہے وہ انتہائی خوش آئند اور نتیجہ خیز ہے اس سے مسلمان قوم اور ممالک میں اتحاد و اتفاق کا راستہ خود بخود ہموار ہو رہا ہے ہر مسلمان کی دلی خواہش اور دعا ہے کہ دنیا کے ۸۰ کروڑ مسلمان واعتصموا بحبل اللہ جمیعا کا مظاہرہ کرتے ہوتے ہوئے اپنی شیرازہ بندی کریں اور معاشی و معاشرتی گمبھیر مسائل میں سسکتی ہوئی دنیا کو اسلامی عدل و انصاف، اخوت و مساوات اور خدمت و محنت کے زریں اصولوں کے ذریعے نئی قیادت فراہم کریں مگر سب سے پہلے یہ بات طے ہونی چاہیئے کہ ہماری اس عمارت کا بنیادی پتھر کیا ہے اور اگر اس کی حیثیت خود متنازعہ فیہ ہے تو عمارت کی پائیداری کا سوال ہی

پیدا نہیں ہوتا۔ ہمارے نزدیک اسلامی تحریک کی بنیاد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ قرآن مجید کا نمبر بھی بعد میں آتا ہے یہی وہ مرکز و منبع ہے جس پر ہم مسلمانانِ عالم کو متحد کر کے اسلامی تحریک برپا کر سکتے ہیں، برصغیر میں تقویۃ الایمان کی تحریک پر اللہ کے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر، بڑا بھائی، عاجز، وغیرہم من الخرافات (نعوذ باللہ) قرار دینے اور سمجھنے کی جو لہر اٹھی اس نے ملت اسلامیہ کے اعصاب کو مضمحل کر کے رکھ دیا ان کی فکری یکجہتی اور مدارِ عمل کو پریشان کر دیا؛

اگر رسولِ خدا کے مقام اور حیثیت و منصب کو اس بھونڈے انداز سے چیلنج نہ کیا جاتا تو ہمیں برصغیر میں منکرینِ سنت اور قادیانیت ایسی دشمن رسول تحریکوں کا منہ نہ دیکھنا پڑتا۔ تقویۃ الایمان، صراطِ مستقیم، براہین قاطعہ، بلغۃ الحیران اور تحذیر الناس ایسی کتابوں نے جو پلیٹ فارم تیار کیا اور آنحضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو جس طرح صوفیا کے آفاقی نظریے مقام محمدی کی وسعتوں اور عظمتوں سے اتار کر معمولی اور عام بشر کے مقام پر لا کھڑا کیا اس کے نتیجے میں قادیانیت یا انکار سنت کے فتنوں کا ظہور بالکل طبعی اور فطری بات تھی اب اس پر چیخنا چلانا بے سود ہے البتہ اگر ہم صدق دل سے چاہتے ہیں کہ مسلمانان عالم بالخصوص ایشیا کے مسلمان اپنے اندرونی اختلافات چھوڑ کر اتفاق و اتحاد اختیار کریں تو ہمیں اس کے لئے لازماً نقطۂ ماسکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو بنانا پڑے گا۔ ہم دوبارہ ملتِ اسلامیہ کو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبے سے سرشار کئے بغیر ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکتے۔ ہمارے پاس یہی وہ مضبوط اور ناقابلِ تسخیر ہتھیار ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی قوم نہیں کر سکتی؛

اس سلسلے میں ہمیں بعض جرارت مندانہ اقدام اٹھانے پڑیں گے مثلاً مذکورہ بالا کتابوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا تبار سے متعلق موجود عبارات کے بارے میں اختلافاتِ فروعی نہیں ہیں اصولی ہیں لہٰذا ایسی تمام عبارات کو ان کتابوں سے نکال دیا جائے یا انھیں مناسب الفاظ میں بدل دیا جائے، اگر علمائے دیوبند اپنے طور پر ان عبارتوں کو گستاخانہ نہیں سمجھتے جس کا ان کے پاس کوئی جواز نہیں تو بھی وہ مسلمانوں کی اکثریت کے فیصلے کا احترام کرتے ہوتے ان تمام عبارتوں کو متعلقہ کتابوں سے حذف کر دیں۔ ایک طرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا مسئلہ ہے جسے مسلمانوں کی واضح اکثریت مسئلہ بنائے بیٹھی ہے دوسری طرف چند ایسے علماً کی زبان و قلم کی ساکھ کا مسئلہ ہے جو مکتبِ دیوبند کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں اس موقع پر مکتبِ دیوبند کے جیّد علماً آگے بڑھیں اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے ساتھ اپنے اساتذہ، شیوخ

اور والدین سے زیادہ محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ جرأت مندانہ قدم اٹھائیں۔ اس سے مفید اور نتائج نکلیں گے اور اُمتِ مسلمہ اس ہولناک کشیدگی سے بچ جائے گی جو اسے درپیش ہے۔

۱۹۷۶ء میں جناب میاں عبدالرشید صاحب کالم نگار "بصیرت" روزنامہ نوائے وقت جو ایک دل رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے باہمی انتشار پر ہمیشہ کڑھتے رہتے ہیں، نے نوائے وقت میں ایک مضمون کے عنوان سے لکھا تھا جس میں اسی مسئلے پر اظہارِ خیال کیا گیا تھا۔ ہم مضمون کی اہمیت اور بیان ملتِ اسلامیہ کے بہی خواہ کے دل کی آواز کی حیثیت سے اسے یہاں نقل کرتے ہیں۔ آپ رقم طراز

"نوائے وقت کی ملی اشاعتوں میں "وقت کی پکار" کے عنوان سے پیرزادہ مولانا بہاؤالحق قاسمی صاحب کا ایک مضمون تین قسطوں میں شائع ہوا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کے تینوں مکاتب فکر بریلوی۔ دیوبندی اور اہل حدیث کا باہمی اتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے خیال تھا کہ صاحب مضمون اس سلسلے میں کوئی ٹھوس تجاویز پیش کرینگے مگر انھوں نے صرف عدم تکفیر پر زور دیا ہے اور مختلف بزرگوں کی طرف سے رواداری کی تلقین کی مثلاً اتحاد کرنے پر زور دیا ہے اور بعض مثالیں ایسی بھی دی ہیں جو الٹا دل آزاری کا موجب بنی ہیں، مثلاً قسطِ اول میں اشرف السوانح کے اقتباس نمبر۲ کے یہ الفاظ "مولوی احمد رضا خاں صاحب (بریلوی) کی بھی (جن کی سخت ترین مخالفت اہل حق سے عموماً اور حضرت والا سے خصوصاً شہرہ آفاق ہے)" حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کو اہل حق کا سخت ترین مخالف بتانا کیا یہ ان کے احترام کی مثال ہے؟ اسی طرح تاریخ عجیبہ سے رواداری کے جس واقعہ کا حوالہ دیا گیا ہے کہ "موحدوں نے جمع ہو کر مولوی اسمٰعیل شہید سے عرض کیا کہ امام عیدگاہ بدعتی ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا اچھا نہیں" تب مولانا شہید نے فرمایا "ظاہر ہے کہ امام مذکور دوسرے مکتبِ فکر سے تعلق رکھتا تھا نماز تو اس کے پیچھے پڑھ لی مگر پہلے اسے بدعتی اور نفسانیت کا پجاری کہہ کر یہ باہمی رواداری کی کوئی اچھی مثال نہیں۔ راقم کو تینوں مکاتبِ فکر کے علماء کے قریب دس دس، پندرہ پندرہ، برس گذارنے کا موقع ملا ہے، میں نے اس مسئلے پر بہت غور کیا ہے میری ناچیز رائے میں مندرجہ ذیل ٹھوس تجاویز تینوں مکاتبِ

فکر کے عوام کو قریب تر لانے میں ممد و معاون ہو سکتی ہیں:

۱۔ بریلوی حضرات کے لئے مشرک اور بدعتی کے الفاظ کا استعمال یکسر ترک کر دیا جائے صرف ان سے ملاقات کے ہی وقت نہیں بلکہ اپنی نجی محفلوں میں بھی کسی مسلمان کو مشرک کہنا بہت بڑی زیادتی ہے۔ شرک تو ظلم عظیم ہے جس کی معافی ہی نہیں اور بدعت وہ چیز ہے جس کی پہلے کوئی مثال یا نظیر نہ ہو ورنہ بقولِ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نہ صرف فقہاء پر بلکہ تمام عالم پر عافیت تنگ ہو جائے گی، بقول مولانا عبیداللہ سندھی بدعت وہ چیز ہے جس کے نہ کرنے کو گناہ سمجھ لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی شان میں بدیع السمٰوٰت والارض فرمایا ہے آسمانوں اور زمین کو نیست سے وجود میں لانے والا، اس لئے بدعت وہ ہے جس کا پہلے سرے سے وجود ہی نہ تھا مثلاً درود شریف کا حکم قرآنِ پاک میں ہے، حضور نے اس کے فضائل ارشاد فرمائے ہیں بعد میں آنے والے مختلف اصحاب نے مختلف درود شریف لکھ کر اپنی عقیدت کا ثبوت پیش کیا ہے جیسے درود تاج، اب اگر کوئی یہ کہے کہ درودِ تاج پڑھنا بدعت ہے تو یہ درست نہ ہوگا۔ اسی طرح آنجناب کے دورِ مبارک میں قرآنِ پاک کی آیات کی روشنی میں مواعظ کا سلسلہ جاری رہتا تھا مگر قرآن پاک کا اردو ترجمہ نہ ہوتا تھا قرآن پاک کا باقاعدہ درس دیا جاتا تھا اگر اس بنا پر کوئی یہ کہے کہ نماز کے بعد قرآنِ پاک کا درس جیسے آجکل بالعموم دیا جاتا ہے یہ بدعت ہے تو کوئی اسے تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوگا۔

۲۔ جس کتاب میں بھی حضورؐ کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے فقرے ہیں انھیں وہاں سے حذف کر دیا جائے اور اس بات کی پرواہ نہ کی جائے کہ اس کا لکھنے والا کون ہے۔ لکھنے والا خواہ کوئی ہو آخر حضورؐ کے مقابلے میں اس کی حیثیت کیا ہے؟ اگر یہ مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ علامہ اقبال نے مولانا حسین احمد مدنی کے متعلق جو تین اشعار لکھے ہیں انھیں ان کے کلام سے نکال دیا جائے تو یہ کیوں نہیں ہو سکتا شاہ اسمٰعیل دہلوی اور مولانا اشرف علی تھانوی کی کتابوں سے بھی وہ فقرے نکال دیئے جائیں جس سے حضورؐ کی

شان میں گستاخی اور بے ادبی کا پہلو نکلتا ہے"۔

۳۔ حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر مکیؒ تمام دیوبند اکابرین کی محترم شخصیت ہیں انھوں نے ایک رسالہ ہفت مسئلہ لکھا ہے اسے بآسانی باہمی اتحاد کی بنیاد بنایا جاسکتا ہے۔

۴۔ درود شریف پڑھنا تو فرض ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کا حکم دیا ہے دیوبندی اور اہلِ حدیث فرض نمازوں کے بعد تین بار بلند آواز سے درود شریف پڑھنا شروع کردیں، یا رسول اللہ والا نہ سہی، اللہم صلِّ علیٰ، والا ہی پڑھ لیں، تین ماہ کے اندر اندر تینوں مکاتب فکر کے عوام بالکل قریب آجائیں گے۔ علماء کا میں نہیں کہہ سکتا، درود شریف میں ویسے بھی برکت ہے کہ اس سے دلوں میں محبت پیدا ہوتی اگر یہ کہا جائے کہ نماز فرض کے بعد باآوازِ بلند درود شریف پڑھنے سے بعد میں نماز کے لئے آنے والوں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے تو حج کے ایام میں فرض نمازوں کے بعد باآوازِ بلند تکبیریں پڑھنے کی نظیر موجود ہے ویسے بھی اکثر مسجدوں میں فجر کی نماز کے بعد بالعموم لاؤڈ اسپیکر پر تقریریں ہوتی ہیں۔ آخر میں میں یہ عرض کرونگا کہ جو اصحاب خود حضور کی شان میں گستاخی کے مرتکب نہیں ہوئے ان کے بارے میں حسنِ ظن سے کام لینا چاہیے اور ان کے پیچھے نماز پڑھ لینی چاہیئے۔

راقم الحروف کی اپیل علماء سے زیادہ عوام سے ہے، علماء کے ذہن سالہا سال تک مکتب فکر کے سانچوں میں پڑے رہنے کے بعد متحجر ہوچکے ہیں ان کے لئے دوسروں کا نقطۂ نگاہ سمجھنا بہت مشکل ہے البتہ عوام میں سے دینی سوجھ بوجھ رکھنے والا پڑھا لکھا طبقہ چاہے تو ان ٹھوس تجاویز کی روشنی میں تینوں مکاتب فکر کو قریب لاسکتا ہے"۔[1]

فاضل بریلوی برصغیر کے نامور فقیہ عبقری عالمِ دین اور جذبۂ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاسبان تھے اُن کے ساتھ ساتھ وہ برصغیر کی واضح مسلم اکثریت کے مسلمہ پیشوا اور قائد تھے اس لئے ان کے بارے میں عامیانہ زبان اور سوقیانہ طرزِ کلام ترک کردیا جائے اختلافات کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ان کی عظیم علمی شخصیت کا احترام بھی چھوڑ دیں۔ ان کے متعلق رائے زنی کرنے والے بیشتر علماء کے پاس اتنا علم بھی نہیں جسے وہ پیمانہ بنا کر فاضل

---

[1] مضمون بعنوان چند تجاویز، از میاں عبدالرشید: روزنامہ نوائے وقت: ۷ ارجنوری ۱۹۷۶ء

بریلوی کا علم و فضل ناپ سکیں اس کے علاوہ تبلیغ دین کا منفی انداز چھوڑ کر مثبت طریقہ اختیار کیا جائے، شدّت پسندی، بدمزاجی اور کفر و شرک کے فتووں کو تبلیغ کی اساس بنانے کی بجائے محبت، نرمی ایک دوسرے کے احترام اور آشتی کو مدار تبلیغ بنا کر ہم زیادہ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر انفرادی یا اجتماعی طور پر کچھ لوگ وراداے بعض غیر شرعی امور میں مبتلا ہیں تو ان کی ذمہ داری یا الزام فاضل بریلوی کے کھاتے میں ڈالنے کی بجائے انہی لوگوں پر ڈالا جائے جو ایسی باتوں کا ارتکاب کر رہے ہیں؛ ذمہ دار اور جید سنّی علما کا فرض ہے کہ وہ بھی ایسے لوگوں سے اعلانیہ برأت کا اظہار کریں۔ ہر مولوی اور خانقاہ نشین علم و فضل میں نہ احمد رضا ہے اور نہ اسے یہ اجازت دی جا سکتی ہے کہ وہ نئے نئے مسائل پیدا کر کے مسلکِ اہلِ سنت کی بدنامی و سبکی کا باعث بنے، ہر معاملے میں مدار و معیار صرف اور صرف کتاب و سنت کو بنایا جائے ہر چھوٹی بڑی شخصیت کو اسی واحد کسوٹی پر پرکھا جائے، ہماری گذارش صرف اس قدر ہے کہ فاضل بریلوی اپنے علم و فضل اور عمل و عقیدے کے اعتبار سے کتاب و سنّت کے بہت بڑے عاشق، شیدائی اور عامل تھے ہم نہ شخصیت پرست ہیں اور نہ حق کو شخصیات میں منحصر ماننے کے غیر شرعی اصول کے قائل، ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ ہم صرف اس مظلوم اور کُشتہ اغیار شخصیت کے بارے میں اہلِ علم سے انصاف و دیانت کے طلبگار ہیں جس نے پوری زندگی کتاب و سنت کی حفاظت اور نشر و اشاعت میں گزاری — ضعیف الاعتقاد بے عمل متصوفین، جہلا اور عوام کی کم علمی سے فائدہ اٹھا کر پیری مریدی کی دکانیں چمکانے والے غیر متشرع لوگوں کا سہارا لے کر برصغیر کی اس عبقری شخصیت کو بدنام کرنے کا پُرانا حربہ اور کاروبار اب ختم ہونا چاہیئے

بڑے لوگوں کے ساتھ یہ حادثہ اکثر گزرا ہے کہ ان کے معتقدین اور متوسلین نے اپنے ممدوح کا تعارف کراتے ہوئے ان کے وقیع کام کو تو چنداں اہمیت نہ دی البتہ ضمنی قسم کے معمولات و مشاغل پر اس قدر زور دیا کہ یہی چیزیں ان کا طرۂ امتیاز بن کر رہ گئیں۔ چنانچہ ہوا یہ کہ ایک تاریخ ساز شخصیّت زندگی بھر اپنے ذوق کے مطابق جس کام کو سرمایۂ حیات سمجھتی رہی اور حیاتِ مستعار کا ہر ہر لمحہ اس کی تکمیل میں صرف کرتی رہی جب اپنا کام ختم کر کے اس جہان سے رخصت ہوئی تو یاران سرپل نے اپنی نادانیوں یا غیروں کی ریشہ دوانیوں کے زیرِ اثر اس کام کو تو پسِ پشت ڈال دیا مگر وہ باتیں جو ان کی افتادِ طبع سے میل کھاتی تھیں لیکن اس شخصیت کے ہاں محض برسبیل تذکرہ ہی آگئیں تھیں بڑھا چڑھا کر پیش کرنے لگے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اِس شخصیت کے اصل مقام و مرتبے کے تعین میں الجھنیں پیدا ہوگئیں۔

یہی حادثہ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے ساتھ بھی گزرا۔ بقول علامہ اقبال ؎

مرا یاراں غزل خوانے شمردند

فاضل بریلوی کو شاعر، منجم یا زیادہ سے زیادہ ایک غصہ ور فتویٰ باز مولوی کے روپ میں پیش کرنے کی ایسی رسم چلی کہ بس چلی جا رہی تھی:

اگر فاضل بریلوی کے مخالفین انھیں صرف درشت مزاج عالم اور بات بات پر کفر کے فتوے دینے والے غیر محتاط مفتی کی حیثیت سے پیش کر رہے ہیں تو خود فاضل بریلوی کے معتقدین و متوسلین بھی عجیب الجھن میں گرفتار ہیں وہ آج تک اس بات کا تعین کرنے میں ناکام رہے ہیں کہ علمی دنیا میں فاضل بریلوی کا اصل مقام و مرتبہ کیا ہے؟ بنیادی طور پر وہ کیا ہیں؟ یہ ضروری نہیں کہ ایک شخص صرف ایک ہی خوبی کا مالک ہو ہمارے بیشتر اسلاف اپنی اپنی ذات میں اداروں کی طرح متنوع علوم و فنون میں حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو گزرے ہیں مگر ہر شخص فطری طور پر کسی مخصوص کام کے لئے پیدا ہوتا ہے اس کام کی انجام دہی کے لئے قدرت اس کے دل و دماغ میں پوری فیاضی سے وہ صلاحیتیں ودیعت کرتی ہے۔ جو اس کام کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ اس فطری استعداد اور جوہر کے علاوہ اس میں بیشمار دوسری خوبیاں اور کمالات ہوتے ہیں مگر ان کی حیثیت ثانوی ہوا کرتی ہے۔ دنیا کی ان گنت ضروریات حاجات اور تقاضوں کو پورا کرنے اور انھیں بخوبی چلانے کے لئے یہ تقسیم ضروری ہے گویا یہ ایک ایسا فطری سسٹم ہے، جو نظام عالم میں ازل سے کارفرما ہے ع ہر کسے را بہر کارے ساختند

ہم یہ بات مانتے ہیں کہ قدرت کچھ لوگوں میں متنوع کمالات اور گوناگوں فضائل اس فیاضی سے ودیعت کرتی ہے کہ ایک عام آدمی کے لئے ان میں تمیز کرنا یا کسی خوبی اور کمال کو دوسری خوبی پر ترجیح دینا بہت مشکل ہو جاتا ہے اگرچہ ایسے لوگ خال خال ہوتے ہیں تاہم وہ قاعدہ پھر بھی اپنی جگہ مسلّم اور ثابت شدہ حقیقت ہے کہ ایسی شخصیات کا اصل میدان ایک ہی ہوتا ہے۔

بلاشبہ فاضل بریلوی کا شمار ملتِ اسلامیہ کے انہی اعظم رجال میں ہوتا ہے جو مختلف اور متنوع کمالات، اور فضائل میں حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو گزرے ہیں۔ اگر فاضل بریلوی کی شخصیت کو مجموعی طور پر دیکھنے کی بجائے کسی ایک حیثیت میں دیکھا جائے تو وہ یقیناً اس حیثیت کے اعتبار سے سرفہرست نظر آتے ہیں تاہم ان کے اصل میدان، کام اور مقام کا تعین کرنا چنداں دشوار نہیں۔ ہمارے نزدیک جب تک کسی شخصیت کے اصل علمی کارنامے اور اس کے بنیادی میدان کا تعین نہ کیا جائے اس کی زندگی اور کارنامے کو سمجھنا بے حد دشوار ہے۔

یوں تو اسلام علم و فن کے ہر شعبے کی حوصلہ افزائی اور اس کی تعمیر و ترقی کا داعی ہے۔ لیکن ایسے علوم کی

بنتاً وہ زیادہ آبیاری کرتا ہے جن کا تعلق انسان کے فکر وعمل سے ہے چونکہ فکر وعمل کے اثرات انسان کی اجتماعی و انفرادی زندگی پر بہت گہرے ہوتے ہیں اور وہ انسانی زندگی کے باقی گوشوں پر پوری طرح محیط ہیں اس لئے اسلام ایسے علوم کو بطور خاص اہمیت دیتا ہے اسلامی علوم میں فقہ ایک ایسا علم ہے جس کا تعلق انسانی زندگی کے ہر زاویے سے ہے تمدنی زندگی کی بڑھتی ہوئی رفتار میں نو بپیش آمدہ مسائل اور ان کا حل جدید دنیا میں انسانی زندگی کی راہوں کا تعین ایسے بنیادی مسائل ہیں جن کا تعلق فقہ سے ہے؛

آج مفتی فقیہ اور فقہ کے الفاظ سے ہمارے ذہنوں میں جو تصور ابھرتا ہے وہ ان الفاظ کے اصل معنی اور مفہوم کی انتہائی بگڑی ہوئی، مسخ شدہ اور بھونڈی صورت ہے۔ ان الفاظ کا یہ توہین آمیز اور انتہائی معمولی درجہ برصغیر میں انگریز بہادر کا مرہون منت ہے آج اعلیٰ عدالتوں کے چیف جسٹس یا جسٹس کے الفاظ سے ہمارے اذہان میں جو پُروقار تصور ابھرتا ہے اسلامی سوسائٹی میں فقیہ مفتی اور قاضی کے الفاظ میں بعینہٖ وہی اعزاز وقار اور رعب موجود ہے صرف الفاظ میں نہیں بلکہ واقع میں یہ الفاظ اپنے معنی سمیت اسلامی سوسائٹی میں وہی مقام رکھتے ہیں جو اس سوسائٹی میں ججوں کے لئے موجود ہے؛

قانون کی تشریح کرنا، اصولوں کی روشنی میں قانون بنانا۔ قانون پر عمل کرانا زندگی سے متعلق تمام مسائل کے بارے میں عدل وانصاف کو قائم رکھنا۔ عدل وانصاف کے نفاذ کے لئے عملی تدابیر اختیار کرنا اور ممکنہ اقدامات اٹھانا یہ ایسے بنیادی امور ہیں جو کسی بھی معاشرے کے لئے کلیدی حیثیت رکھتے ہیں اسلامی سوسائٹی میں یہ امور انہی لوگوں کے سپرد ہیں جنھیں ہم آج مفتی، فقیہ اور قاضی کے نام سے یاد کرتے ہیں؛

ہمیں یہ بات تسلیم ہے کہ ان الفاظ کے حاملین میں سے اکثر لوگوں میں ان ذمہ داریوں کو نبھانے یا مطلوبہ معیار علم وفضل پر پورا اُترنے کی صلاحیت نہیں ہے، مگر خیال ہے کہ یہ سب کچھ انگریز بہادر کے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوا ہے چونکہ عملی طور پر یہ لوگ میدان میں نہیں ہیں اس لئے انحطاط اور تنزل ایک فطری امر ہے تاریخی عمل کو دیکھا جائے تو آج مفتی فقیہ اور قاضی کے نام سے ہی جو لوگ نظر آتے ہیں یہ بھی نہیں ہونے چاہئیں تھے اور یہی سوچ کر انگریز نے انھیں عضو معطل بنا دیا، مگر صد آفرین ہے اس قوم پر کہ اپنا جلیل الشان منصب چھن جانے کے باوجود وہ روکھی سوکھی کھا کر ابھی تک دینی فریضے کے طور پر ان ذمہ داریوں کو بدستور نبھا رہی ہے اور اس نے انگریز کی اسکیم کو بالکل فیل کر دیا ہے۔ اب تو فرض تھا مسلمان قوم کا کہ وہ انگریزی سامراج کے تسلط سے نجات حاصل کرنے کے بعد اپنے فکر وعقیدے کے مطابق ان لوگوں کو یہ عظیم الشان منصب سپرد کرتی

جو اسلامی اصولوں کی روشنی میں اس کے لئے راہیں متعین کرتے ؛

اس منصب کے لئے مطلوبہ قابلیت کے لوگوں کا فقدان ہے کلی طور پر ہمیں یہ بات تسلیم نہیں ہے، اسلام کا یہ معجزہ ہے کہ اس نے اپنے انتہائی انحطاط اور کمزوری کے دور میں بھی ایسے ایسے اعظم رجال پیدا کئے ہیں جنہوں نے اسلامی شعبہ اجتہاد و قانون کو نئی آب و تاب اور تازگی بخشی ہے ؛

ہماری اس مختصر توضیح کے بعد یہ بات محتاج بیان نہیں رہی کہ ایک فقیہ کی اصل ذمہ داری کیا ہے ؟ ظاہر بات ہے کہ جب اس کی ذمہ داری اس قدر عظیم اور وزنی ہے تو اس کے لئے مُ خود کن خصوصیات کا حامل ہونا چاہیئے خود بخود سمجھ میں آجاتا ہے ایک فقیہ کے لئے گوناگوں علوم و فنون میں مہارت اصابت رائے، حریت فکر وسیع النظری عمیق فکری استحضار، قوت استدلال جدید و قدیم مسائل کے ادراک اور ذاتی طور پر اعلیٰ اخلاق و کردار کا مالک ہونا ایسی خصوصیات ہیں جن سے کسی صورت میں صرف نظر نہیں کی جاسکتی۔ ایک فقیہ کبھی فقیہ کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا جب تک سے قرآن، حدیث، مختلف مذاہب و مسالک، تاریخ، فقہی کام اور اپنے زمانے کے مسائل کا پوری طور پر ادراک نہ ہو۔

قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنیادیں قائم کردی ہیں ان کی روشنی میں مجتہدانہ غور و فکر اور بصیرت کے ذریعے مسائل کا قابلِ عمل حل پیش کرنا معمولی ذمہ داری نہیں ہے ؛

اس پس منظر میں جب ہم دیکھتے ہیں تو فاضل بریلوی وسیع معنی میں ہمیں ایک بلند پایہ فقیہ اور مفتی نظر آتے ہیں جن میں متنوع علوم و فنون میں حیرت انگیز ماہرانہ صلاحیت، تفقہ، تدبر، اصابت رائے اور ذاتی بلند اخلاق و کردار کی شان پوری آب و تاب سے جھلک رہی ہے سب سے پہلے فاضل بریلوی عالم اسلام کے انتہائی قابل قدر اور گرامی منزلت فقیہ ہیں اور اس کے بعد کچھ اور، یہ درست ہے کہ انھوں نے پچاس مختلف علوم و فنون میں سینکڑوں کتابیں لکھی ہیں۔ یہ بات بھی ناقابل انکار ہے کہ آج فاضل بریلوی کی بیشتر کتابوں کو سمجھنے والے لوگ بھی موجود نہیں ہیں۔ تاہم ان کا علمی کارنامہ انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے متعلق غور و فکر تحقیق و تجسس اور ناقدانہ اظہار خیال کے بعد اپنی مدلل رائے پر مشتمل دہ ہزار ہا صفحات ہیں جنھیں ہم فقہ کے لفظ سے یاد کرتے ہیں ؛

فاضل بریلوی کی فقہی بصیرت کو اپنے پرائے سبھی تسلیم کرتے ہیں۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اس آخری دور میں جو تحقیق و تدقیق اور گہرائی و گیرائی فاضل بریلوی کے ہاں نظر آتی ہے۔ اس کی نظیر دور دور

تک نظر نہیں آتی، ان کے ہاں جو علمی طنطنہ و آہنگ آورد کے مقابلے میں آمد اور جوش و خروش نظر آتا ہے، وہ مسلمانوں کے عظیم فقہا حضرت "امام ابوحنیفہ"، "امام شافعی"، "امام احمد بن حنبل" اور "امام مالک" کا پرتو اور عکس ہے کہ ــــ ع آخر بادل نسبتے دارد

کوئی شک نہیں کہ فاضل بریلوی، بلند پایہ مفسر، نامور محدث، معروف ریاضی دان، ماہر علم نجوم و جفر اور اعلیٰ درجے کے نعت گو شاعر ہیں، مگر ان کی یہ تمام خوبیاں دوسرے نمبر پر آتی ہیں۔ بنیادی طور پر وہ ایک ایسے فقیہ ہیں جنھوں نے زندگی سے متعلق تمام مسائل کے بارے میں اجتہادی شان سے بحثیں اٹھائی ہیں جہاں ان کے قلم سے بعض معاصرین کے خلاف فتوے نکلے ہیں انھیں بھی اسی تناظر میں دیکھا جائے کہ ایک بلند مرتبہ فقیہ اور تجدیدی مقام کا حامل بزرگ افتا و قضا کی مسند پر فائز ہے اور وہ لوگوں کی ہمہ جہت اصلاح کے کام میں مشغول ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اعتقادیات یا تقدیس رسالت سے متعلق اہم فروگذاشتوں سے صرف نظر کرلے یا ان سے سرسری طور پر گزر جائے، ایک روایتی خطیب اور عالم سے تو یہ بات ممکن ہے لیکن مسند افتا و قضا کے بلند پایہ صدر نشین سے یہ بات کیونکر متوقع ہوسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مخالفین کو بھی اس بات کا اعتراف کرنا پڑا کہ جن عبارات کو انھوں نے گستاخانہ یا کفریہ سمجھا ان پر وہ اگر فتویٰ جاری نہ کرتے تو یہ شریعت میں اغماض کی ایک ایسی مثال ہوتی جو علمائے حق کی سنت متوارثہ کے سراسر خلاف ہے

فاضل بریلوی کا فتویٰ رضویہ جہازی سائز کی بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے ہر جلد کئی ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ فقہ اسلامی پر یہ فاضل بریلوی کا ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے جو ان کی دقیقہ سنجی، ژرف نگاہی اور بلند علمی مرتبے کی دستاویزی شہادت ہے اس کے علاوہ شامی پر تعلیقات اور دیگر سینکڑوں رسائل اور کتابیں موجود ہیں، فاضل بریلوی کے اس کام کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ انسائیکلو پیڈیا طرز کی اس عظیم الشان کتابوں کی ترتیب و تسوید شخص واحد کے قلم سے ہوئی ہے ان کتابوں میں ہزاروں کتابوں کے حوالہ جات ان پر تنقیدی اور تعریفی تبصرے اور آخر میں اپنی مدلل جچی تلی رائے ایسا زبردست علمی کارنامہ ہے جو اس دور میں اداروں سے بھی متوقع نہیں ہے!

فاضل بریلوی کے اس علمی اور فقہی مزاج اور ان کی تربیت کا اثر تھا کہ ان کے تلامذہ نے بہار شریعت اور صحیح بہاری ایسی جامع نادر اور بیش بہا تصانیف دنیائے اسلام کے سامنے پیش کیں۔

انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ فاضل بریلوی نے فقہ اسلامی کے جس مہتم بالشان کام کا آغاز کیا تھا

ان کے اخلاف اس مشکل پسندی میں ان کا ساتھ نہ دے سکے۔ ظاہر بات ہے کہ یہ کام انتہائی محنت، دقت نظر، ژرف نگاہی، مجتہدانہ بصیرت اور جان کھپا دینے کا متقاضی تھا۔ آسان پسند اخلاف نے فاضل بریلوی کی جذب و محبت میں ڈوبی ہوئی نعتوں کی تو خوب نشر و اشاعت کی مگر ان سے اتنا بھی نہیں ہو سکا کہ وہ صرف فاضل بریلوی کے تحقیقی کام کو منظر عام پر لے آتے۔ فاضل بریلوی کے علم و فضل کی گردان تو یہ حضرات برابر کرتے رہے مگر نہ ان کے علمی و تحقیقی کام سے دنیا کو روشناس کرا سکے نہ خود ان کے لئے نعم الخلف نعم السلف ثابت ہو سکے۔ (الا ماشاء اللہ)۔

وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا، اغیار کے منفی پروپیگنڈے اور مدافعانہ طرزِ عمل نے فاضل بریلوی کے وقیع علمی کام پر دبیز تہ چڑھا دی اور یوں ان کی شخصیت صرف ایک شاعر اور روایتی مفتی کے معمولی مقام پر لا کھڑی کی گئی۔ وہی فاضل بریلوی جنھیں علامہ اقبال مرحوم ایسے دیدہ ور مفکر نے ہندوستان کا جید طباع اور ذہین فقیہ قرار دیا تھا۔ اغیار کی ریشہ دوانیوں اور اپنوں کی سہل انگاری کی نذر ہو کر رہ گیا

میں اس مقام پر فاضل بریلوی کے علمی جانشینوں اور معتقدین سے یہ گزارش کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ سب سے پہلے فاضل بریلوی کی اصل علمی حیثیت اور مقام کا تعین کریں اس کے بعد اسے بنیاد بنا کر علمی کام کا آغاز کریں۔

اختلافی عبارات اور مسائل پر فاضل بریلوی اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئے ہیں۔ ان کے بعد بھی اس موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ اگر فاضل بریلوی کے بعد اس موضوع پر اور کچھ نہ لکھا جائے تب بھی اس کے فتوے تحریریں، علمی گرفتیں اس وقت تک کافی و شافی ہیں۔ جب تک ان عبارات کا قابلِ عمل تصفیہ نہیں ہو جاتا۔ راقم السطور کا مشورہ ہے کہ اس موضوع کو جس مدلل طریقے پر خود فاضل بریلوی نے پیش کیا ہے اس سے بہتر ممکن نہیں ہے لہٰذا اب بلا وجہ فاضل بریلوی کے کام پر غیر ضروری اضافے کر کے موضوع کے ساتھ بے انصافی نہ کی جائے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اس موضوع پر فاضل بریلوی کے کام پر اکتفا کرتے ہوئے دورِ حاضر کے جدید مسائل کا رخ کیا جائے اس وقت جتنی تیزی سے دنیا میں احیائے اسلام کی تحریکیں اٹھ رہی ہیں اسی تیزی کے ساتھ اسلام کو جدید دنیا کے مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ان مسائل کو کتاب و سنت کی روشنی میں حل کرنا بھی آخر جدید فقہا ہی کا کام ہے۔ یہ کہاں کی دانشوری ہے کہ فاضل بریلوی کے زندگی کے اس حصے

کو تو تم لائق اتباع اور قابلِ تقلید قرار دیں جو انھیں ایک دینی فریضے کے طور پر بامر مجبوری گزارنا پڑا۔ مگر ان کی زندگی کے باقی حصّے کو چھو کر بھی نہ دیکھیں جسے دراصل انھوں نے ہمارے لئے نمونے اور مثال کے طور پر پیش کیا ہے؛

ہمارے نزدیک فاضل بریلوی کا دوسرا بڑا تجدیدی کارنامہ تحریک عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تجدید ہے وہ صحیح معنوں میں عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور انھوں نے پوری زندگی اسی پاکیزہ مشن کی نشر و اشاعت میں گزاری؛

ہم کسی انسان کو غلطیوں سے پاک نہیں سمجھتے معصوم صرف انبیائے کرام کی جماعت ہے تاہم یہ دھرتی ان لوگوں سے خالی نہیں رہی جن کی زندگی میں مجموعی طور پر خیر، بھلائی پاکیزگی اور اسلامی علوم کی نشر و اشاعت کی لگن غالب رہی ہے۔ فاضل بریلوی نے اکیس سال کی عمر سے وصال تک پوری زندگی علوم دینیہ کی نشر و اشاعت اور دعوتِ عشقِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے داعی کی حیثیت سے گزاری۔ آپ کی زندگی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے پوری زندگی اسی دھن میں گزاری کہ وہ کونسا ایسا طریقہ ہے جس کے ذریعے دعوتِ عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلایا جا سکتا ہے۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

از :- سید اسمٰعیل رضا ذبیح ترمذی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۰
ثُمَّ یَاتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ

ایک شعر ایک حقیقت

اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ العزیز ایک نابغۂ روزگار بزرگ تھے کہ علوم کا کوئی شعبہ ان کی دسترس سے باہر نہیں تھا- وہ ایک ایسا سمندر تھے جس کا کنارہ عمیق علوم کے نایاب گوہر ابدار اور جواہر تابدار سے بھرا پڑا تھا- وہ علوم کا ایسا بحر بیکراں تھے کہ جس کے ایک ایک قطرہ سے تشنگان علوم کی سیرابی ہوتی ہے- ایک طرف مسند شریعت پر درس دیا جا رہا ہے تو دوسری طرف راہ طریقت میں سالکان منزل کی راہنمائی کی جا رہی ہے- ایک طرف اگر اللہ تعالیٰ کی بندگی و عبدیت پر طبائع کو راغب کیا جا رہا ہے- تو دوسری طرف رسولؐ کی اطاعت و غلامی پر راسخ کیا جا رہا ہے- ایک طرف اللہ تعالیٰ کی کبریائی و جلالت کے نغمے گنگنائے جا رہے ہیں تو دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت والفت کے گیت الاپے جا رہے ہیں- تقریر ہو کہ تحریر اللہ تعالیٰ کی الوہیت کی آئینہ دار اور نثر ہو کہ نظم حُبِّ رسولؐ کے جذبے میں ڈوبی ہوئی ہے-

اعلیٰ حضرتؒ شاعر تھے لیکن کبھی انھوں نے گل و بلبل کے راگ الاپے ان کا راگ تھا تو بس یہ ع

پروانہ کوئی شمع کا بلبل کوئی گل کا　　　　اللہ ہے شاہد مرا جاناں ہے تو تو ہے

اور نہ ہی کسی کے قصیدے کہے اُن کا شیوہ تو اللہ کے حبیبؐ کے در کی گدائی تھی-

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

ان کا یہ فن یہ شغف اور یہ ہنر اپنے آقا کے گن گانے کے لئے وقف تھا

وصف رخ ان کا کیا کرتے ہیں شرح والشمس وضحیٰ کرتے ہیں
ان کی ہم مدح وثنا کرتے ہیں جن کو محمود کہا کرتے ہیں

انھوں نے اپنے پیارے آقا کی مدح بھی کی تو اس جذبے اور شوق کے ساتھ

لب پہ آجاتا ہے جب نام جناب منہ میں گھل جاتا ہے شہد ناب
وجد میں ہو کے ہم اے جان بیتاب اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں

لیکن اس عالم وجد و بے خودی میں انھوں نے کبھی شریعت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور نہ ہی راہ ادب سے اپنا قدم ہٹایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ بے جا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی یعنی رہے آداب شریعت ملحوظ

گو کہ ہر دانا یہ جانتا ہے کہ نعت گوئی آسان کام نہیں عرفی نے کہا "نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔

کچھ نعت کے طبقہ کا عالم ہی نرالا ہے سکتہ میں پڑی عقل چکر میں گماں آیا

لیکن صحرائے عشق و محبت میں عقل بھی وا ماندہ اور گمان بھی پا افتادہ۔ یہاں دل کی لگن اور روح کی تڑپ کام دیتی ہے۔ جذبات کو زبان مل جاتی ہے اور یوں شدت جذبات سے نغمہ محبت پھوٹ پڑتا ہے۔

لَمْ یَاتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تو یرے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

اے اللہ کے حبیب ﷺ اے میرے محبوب آقا اے میرے ایمان کے مالک اے میرے دین کی جان میری ہی نہیں کائنات کی آنکھوں نے بھی تجھ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ چشم کائنات تیری نظیر دیکھتی بھی کیسے کہ خالق کائنات نے کہ جس کا تو حبیب ﷺ ہے تجھ جیسا تو پیدا ہی نہیں فرمایا۔ کائنات میں تاج محبوبی تیرے ہی سر کو زیبا ہے تو اے جان کائنات! عالم امر ہو کہ عالم مثال دونوں جہاں کا بادشاہ ہے اور تو ہی دونوں جہانیوں کے دلوں پر حکومت کرنے والا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عدیم النظیر ہونے کی بابت اعلیٰ حضرت دوسری جگہ فرماتے ہیں۔
نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہو کوئی نہ کبھی ہوا
کہو اس کو گل کہے کیا کوئی کہ گلوں کے ڈھیر کہاں نہیں

اے آقا تو وہ بے مثل و بے نظیر ہے کہ خالق کائنات نے تیری مثال پیدا ہی نہیں فرمائی بلکہ وہ خالق کائنات جس نے اے میرے پیارے آقا تجھ کو اپنا حبیبؐ بنایا جیسا کہ تو نے خود فرمایا "اَلَا وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ" یعنی خبردار ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو اپنا حبیبؐ بنایا میں اس پر فخر و غرور نہیں کرتا" ہمارا ایمان ہے کہ وہ خالق کائنات قیامت تک اپنے حبیبؐ کی مثل پیدا نہ فرمائے گا، کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا۔ اعلیٰ حضرت خالق کائنات کی قسم کھاتے ہوئے کہتے ہیں۔

ترے خلق کو حق نے عظیم کہا تری خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن ادا کی قسم

اعلیٰ حضرت کی شاعری دائرہ شریعت میں ہے اور ان کی نعت کے مضامین قرآن و حدیث کے مضامین سے متجاوز نہیں لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عدیم النظیر ہونا مبالغہ نہیں بلکہ عین ایمان ہے اور دلائل شرعیہ سے یہ بات مسلم ہے کہ

بے مثال و بے نظیر آپ کی ذات ہے آپ جیسا خلق میں دوسرا کوئی نہیں
(ذبیح)

یہ ایک ایسی واضح بات ہے کہ اس عقلیاتی دور میں اس کو دور از عقل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس مسئلہ کو آپ اپنی محبوب ادبی و علمی شخصیت مرزا غالب کی زبانی سنئے۔ یہ مرزا غالب کا علمی و ادبی کمال ہے کہ انھوں نے اس مشکل مسئلہ کو نہایت آسان طریقہ سے سمجھا دیا ہے، ان کی یہ مثنوی کثیر الاشعار ہے جس میں انھوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر پیدا ہونے کا نظریہ گمراہ کن ہے اور عصر حاضر کے علماء و بزرگان دین اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے مکتبہ فکر کے لوگوں اور ان کی اولاد بھی "ممتنع النظیر مصطفےٰ" کا عقیدہ رکھتے ہیں لیکن میں صرف ضرورت کے آخری تیس اشعار نقل کر رہا ہوں۔

من سبک رو حم گران نیستم ‌‌ ‌ صد نشان پیدا نهان بستم

دیں کہ می گوئی توانا کردگار ‌ ‌ چوں محمد دیگرے آرد بکار

یا خداوند دو گیتی آفریں ‌ ‌ ممتنع بنود ظہور ایں چنیں

نغز گفتی نغز تر باید شگفت ‌ ‌ آنکہ پنداری کہ ہست اندر نہفت

گرچہ فخر دودۂ آدم بود ‌ ‌ ہم بقدر خاتمیت کم بود

صورت آرائش عالم نگر ‌ ‌ یک مہ و یک مہر و یک خاتم نگر

آنکہ مہر و ماہ و اختر آفرید ‌ ‌ می تواند مہر دیگر آفرید

حق دو مہر از سوئے خاور آورد ‌ ‌ کور باداں کو نہ باور آورد

قدرت حق بیش ازیں ہم بودہ است ‌ ‌ ہر چہ اندیشی کم از کم بودہ است

لیک در یک عالم از روئے یقین ‌ ‌ خود نمی گنجد دو ختم المرسلین

یک جہاں تا ہست یک خاتم بس است ‌ ‌ قدرت حق را نہ یک عالم بس است

خواہد از ہر ذرہ آرد عالمے ‌ ‌ ہم بود ہر عالمے را خاتمے

ہر کجا ہنگامۂ عالم بود ‌ ‌ رحمۃ للعالمینی ہم بود

کثرت ابداع عالم خوب تر ‌ ‌ یا بیک عالم و خاتم خوب تر

در یکے عالم دو خاتم مجوے ‌ ‌ صد ہزاراں عالم و خاتم بگوئے

غالب ایں اندیشہ نپذیرم ہمی ‌ ‌ خردہ ہم برخویش می گیرم ہمی

اے کہ خاتم المرسلینش خواندہ ‌ ‌ دانم از روئے یقینش خواندہ

ایں الف لامی کہ استغراق راست ‌ ‌ حکم ناطق معنی اطلاق راست

ایں کہ می گویم جوابے بیش نیست ‌ ‌ مہر و مہ زاں جلوہ تابی بیش نیست

منشأ ایجاد ہر عالم یکیست ‌ ‌ گر دو صد عالم بود خاتم یکیست

خود ہمی گوئی کہ نورش اول است ‌ ‌ از ہمہ عالم ظہورش اول است

اولیت را بود شانے تمام | کے بہر فردے بزیرد انقسام
جو ہر کل بر نتابد تثنیہ | در محمد رہ نیابد نشنیہ
نا نورزی اندر امکاں یورنگ | چنبر امکاں بود بر مثل تنگ
صانع عالم چنیں کرد اختیار | کش بعالم مثل بنود در نہار
این نہ عجزست اختیارست آنفقیہ | خواجہ بے ہمتا بود لاریب فیہ
ہر کرا سایہ نپسند د خدا | ہمچو او نے نقش کے بند د خدا
ہم گہر مہر منیرش چوں بود | سایہ چوں بنود نظیرش چون بود
منفرد اندر کمال ذاتی ست | لاجرم مثلش محال ذاتی ست

زیں عقیدت برنگردم والسلام
نامہ را در می نوردم والسلام

(کلیات غالب)

بات چونکہ ایمانیات سے متعلق ہے اس لئے اس مسئلہ پر شرعی دلائل اور ایمانی و دینی مسلمات قرآن و حدیث سے گفتگو ضروری ہے کہ اعلی حضرت کا یہ عقیدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر نہیں ہو سکتی جزو ایمان ہے یا نہیں۔۔

ارشاد باری تعالی ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ط مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ط (پ ۳ بقرایت)

یہ پیغمبران میں ہم نے ایک دوسرے پر بڑائی دی ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام کیا اور بعض کے درجات بلند کئے۔ (مرتبے بڑھائے)

حدیث شریف میں مذکور ہے جو رَفَعَ بعضھم دَرَجاتٍ کی تفسیر کہی جاسکتی ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَىٰ فَضَّلَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ وَعَلَىٰ أَهْلِ السَّمَاءِ
(مشکوٰۃ)

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بے شک اللہ تعالی نے فضیلت دی ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انبیاء پر اور اہل آسمان پر۔
(تفسیر فضل الرحمن پ۳ البقرۃ)

فَاقَ النَّبِيِّينَ فِي خَلْقٍ وَفِي خُلُقٍ | وَلَمْ يُدَانُوهُ فِي عِلْمٍ وَلَا كَرَمٍ

(قصیدہ بردہ)

خلق
کرم
حضو
اور
نظیر
واحد
تلد
علی
اہل
ہیں
فضی
درج
درج
اس
اسی
قرآن
والف
سے آ
ہے کہ
اور ا
نے فر
حسیر

خلق حسنِ باطنی میں اور کوئی نبی حضورؐ کے مراتب کے قریب بھی نہیں پہنچ سکا مرتبہ علم و کرم میں، صاحب طیب الوردہ اس شعر کی شرح میں فرماتے ہیں۔

حضور کی ذات مقدس کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاءِ کرام پر وہ تفوق عطا فرمایا کہ خلق اور حسن اور کمال وخصائص حمیدہ میں حضور کا نظیر محال اور جلال وجمال میں حضور اپنی آپ ہی نظیر ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیا ہیں اور اس کا ثبوت آیات واحادیث میں واضح طور پر موجود ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ یعنی رسولوں کو ہم نے ایک دوسرے پر فضیلت دی۔

اہل تفاسیر اس کے تحت لکھتے ہیں المراد بہ محمد علیہ السلام اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمان بالا کا مدعا یہ ہے کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے انبیا پر فضیلت دی ہے اور

وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ، اور ان میں ایک کو دوسرے پر بلندی درجات میں بڑھایا۔

اس کی تفسیر بھی مفسرین نے المراد بہ محمد علیہ السلام سے کی ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تفوق حسن وجمال، بہجت وکمال کے بارہ میں بھی آیات قرآنی گواہ ہیں چنانچہ وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی پر شاد حسین کرام لکھتے ہیں۔

والضحیٰ میں لفظ ضحیٰ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ منور کا استعارہ ہے اور واللیل سے آپ کے گیسوئے مبارک کا استعارہ ہے اور اسی بات کو اعلیٰ حضرتؒ نے یوں بیان کیا ہے۔

ہے کلام الٰہی میں شمس والضحیٰ ترے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیبؐ کی زلف دوتا کی قسم

اور اس کی تائید میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت کافی سند ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا مگر حسین الوجہ اور حسین الصوت اور تمہارے نبی سب سے زیادہ حسین اور سب سے زیادہ ملیح الصوت ہیں۔

آپ کے اخلاق مرضیہ کی سند ارشاد باری تعالیٰ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (بے شک تمہارا خلق بڑی شان کا ہے) ہے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کا حضور علیہ السلام کی ذات پر حصر فرمایا اور حدیث میں امام احمد و مالک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ یعنی میں مبعوث ہی اس لئے کیا گیا ہوں کہ بہترین اخلاق کا اتمام کروں۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علم میں بھی تمام انبیاء سے افضل ہیں اور آخرت کے احوال، قیامت کی علامات، خوش بختوں اور بد بختوں کے حالات اور جو ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے اس کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی کو مکمل طور پر عطا نہیں فرمایا گیا چنانچہ قرآن مجید میں مطلقاً فرمایا گیا۔ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم جو نہ جانتے تھے وہ ہم نے تمہیں سکھا دیا) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی فرمایا اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ میں علم کا شہر ہوں۔

واضح ہو کہ علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم علم الٰہی کے مقابلہ میں کوئی نقطۂ حد اور حکمت الٰہیہ کے مقابلے میں شکلِ حکمت کا ایک ادنیٰ جزو ہے اور آپ کے اکرام کی فوقیت اَنَا اَکْرَمُ وُلْدِ آدَمَ سے ظاہر ہے۔

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِیْہِ اَنَّہٗ بَشَرٌ   وَاَنَّہٗ خَیْرُ خَلْقِ اللّٰہِ کُلِّہِمِ

یعنی ہمارے علم کا نہایت بلوغ اور ہمارے ادراک کا غایت وصول یہی اور صرف یہی ہو سکتا ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر عظیم اور جوہر جسیم کہیں افراد انسانیہ اور احیاد اعیانیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل کوئی نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی معنی صفاتیہ میں افضل المخلوقات اور سید الکائنات ہیں۔ پس آپ کا کوئی نظیر و مثال ہوا ہے اور نہ قیامت تک نظیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونا ممکن ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

لَمْ یَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ   اَبَدًا وَّعِلْمِیْ اَنَّہٗ لَا یَخْلُقُ

خدا نے محمدؐ کی مثل کبھی پیدا نہ کیا اور مجھے علم ہے وہ آپ کی مثل پیدا نہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی عنایتوں کے ساتھ سب پیغمبروں سے ممتاز و سرفراز فرمایا جن کے بیان کے لئے علیحدہ ایک دفتر چاہیئے۔ مختصراً و تمثیلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی کو تخلیق فرمایا۔ آپ کا نور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل تسبیح کہ

رہا تھا۔ آپ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے منصب نبوت پر فائز فرمائے گئے، آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تک جتنے انبیاء تشریف لائے سب نے اپنی امت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و صفات بیان کئے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے صحائف پیغمبران پر نازل فرمائے ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچاننے کے لئے آپ کی صفات و نشانیاں بیان فرمائیں اور ہر نبی سے عہد لیا کہ اگر ان کے زمانے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں تو ان کی مدد کرنا اور تصدیق کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے جس قدر معجزے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے اس قدر معجزے کسی دوسرے نبی علیہ السلام کو عطا نہیں فرمائے۔ چھ خصوصی صفات عطا فرما کر آپ کو دوسرے انبیا پر فضیلت دی اور دوسرے انبیا سے ممتاز فرمایا، یعنی جوامع الکلم، نصرت بالرعب، حلت غنائم۔ ساری زمین آپ کے لئے مسجد بنائی۔ تمام مخلوق کے لئے آپ کو رسول مبعوث فرمایا اور آپ پر نبوت ختم کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے معراج کی شب اپنے پاس بلایا اور خلوت خاص میں قاب قوسین او ادنیٰ تک رسائی بخشی۔ آپ سید البشر ہیں رب العالمین نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رسول اور رحمت بنا کر بھیجا اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنے دو صفاتی نام "رؤف و رحیم" عطا فرمائے یہ شرف بھی کسی اور پیغمبر کو عطا نہیں ہوا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو شاہد و مبشّر اور نذیر بنا کر مبعوث فرمایا اور سراج منیر کے لقب سے نوازا اور خاص عنایت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی کی قسم کھائی بلکہ بقول مفسرین اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے، شہر اور عارض و کاکل کی قسمیں کھائی۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قیامت کے دن سب سے پہلے جنّت کا دروازہ کھولا جائے گا، اور آپ کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور تمام انبیاء و رسل اور امتیں ان کے جھنڈے کے نیچے ہوں گی، قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔ ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر اپنے ساتھ بٹھائے گا۔ ابو داؤد نے کہا جو اس حدیث کو نہ مانے وہ گمراہ ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

ترا مسند ناز ہے عرش بریں ترا محرم راز ہے روح امین

توہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

صرف یہی نہیں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے کہ میں تجھے اتنا کچھ عطا کروں گا کہ تو راضی ہو جائے گا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (پ) اور آنحضرتؐ کا خاص امتیاز یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى (حالانکہ پیغمبر علیہ السلام ایک بار اور بھی دیکھ چکا ہے)

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قلب سے پروردگار کو دو بار دیکھا ایک روایت میں ہے کہ ایک بار آنکھ سے دیکھا اور ایک بار دل سے۔ ایک حدیث میں ہے کیا تم کو اس میں تعجب ہے کہ ابراہیمؑ کو خُلّت ملی۔ موسیٰؑ کو کلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رویت الٰہی۔ (تفسیر فضل الرحمن پ صـ۱۹)

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کمالات سے بھی ممتاز فرمایا کہ جن میں کسی دوسرے کی شرکت محال و ممتنع ہے جیسے آپ کی صفت آپ کا خاتم النبیین ہونا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔ (پ۲۲ الاحزاب آیت ۴۰)	محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

اور حدیث میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ اور دوسری جگہ ارشاد ہے وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ یعنی میرے ساتھ انبیاء (کی بعثت) کا خاتمہ کیا گیا (رواہ مسلم) غرض آپ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد نبوت ختم ہے یعنی اب کسی نبی کو بعثت نہیں ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں تفاسیر و احادیث اور لغت سے یہی معنی ثابت ہیں اور اسی پر تمام امت مسلمہ کا اعتقاد و ایمان ہے احادیث کثیرہ سے آپ کا آخری نبی ہونا واضح طور پر ثابت ہے۔

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا خَاتَمُ	حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ - نے فرمایا کہ میں خاتم النّبیّین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (ابوداؤد، ترمذی مشکوٰۃ ۴۶۵)

(ترمذی مشکوٰۃ)

اس حدیث سے واضح ہے کہ آپ پر انبیاء کی بعثت کا سلسلہ ختم ہوگیا ہے اور آپ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کسی دوسرے نبی کا آنا محال ہے قرآن حدیث کے عالمانہ اثر کے امکان نظیر مصطفیٰ کا امکان نہیں رہا۔ کیونکہ آنحضرت کے بعد کسی نبی کی بعثت ہی محال ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی رسول پیدا نہیں ہو سکتا۔ تو نظیر محمدؐ کب پیدا ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چند ایسی ممتاز صفات سے نوازا ہے کہ جن کا کسی دوسری ذات میں جمع ہونا محال ہے! ارشاد نبوی ہے

أَنَا أَكْرَمُ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ عَلَى اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ - میں خدائے تعالیٰ کے ہاں اولین و آخرین میں سب سے زیادہ بزرگی والا ہوں۔ (مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین)

أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ - میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہونگا اور سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور سب سے پہلے میں شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائیگی۔ (مشکوٰۃ)

(مسلم)

أَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ - (رواہ مسلم) قیامت کے دن تمام انبیاء سے پیروکاروں کے لحاظ سے میں زیادہ ہوں گا اور سب سے پہلے میں جنّت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ (مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں بہشت کے دروازے پر آؤں گا اور دروازہ کھلواؤں گا داروغہ جنّت کہے گا تو کون ہے پس میں کہوں گا محمدؐ پس وہ کہے گا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے میں کسی اور کے لئے دروازہ نہ کھولوں۔ (مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہشت کے لباسوں سے مجھے جوڑا پہنایا جائے گا۔ پھر کھڑا ہوں گا عرش کے داہنی جانب کہ اس مقام پر خلائق میں سے میرے سوا کوئی دوسرا کھڑا نہیں ہوگا۔ (مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین)

حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے

پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ (نشر الطیب ص۶ بحوالہ مصنف عبد الرزاق)
اس کے علاوہ سب سے پہلے آپ کو نبوت عطا ہونا یوم میثاق میں سب سے پہلے اَلَسْتُ بِرَبِّکُم کے جواب میں بلیٰ (ہاں) کہنا، آپ پر نبوت کا ختم ہونا (نشر الطیب ص۲۱۶، ۲۱۷) اور قیامت تک کے لئے آپ کی رسالت و نبوت کا ہونا یہ ایسی صفات ہیں کہ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منفرد ہیں کوئی ان کا شریک نہیں ہو سکتا کیونکہ نقطۂ آغاز یا نقطۂ اختتام ایک ہی ہوتا ہے اوّلیت کی خصوصیت یا خاتمیت کی صفت کسی ایک ہی ذات میں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوّل شافع، اوّل مشفع اور اوّل جنّت کا دروازہ کھٹکھٹانے والے ہیں اور سب سے پہلے آپ کا نور پیدا ہوا اور آپ کے سوا کوئی مخلوق میں سے عرش کی داہنی جانب کھڑا نہیں ہوگا۔ اب اگر کوئی آپ کا نظیر ممکن ہو تو یقیناً اس میں بھی یہی صفات ہونی چاہئیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی نظیر دونوں اوّل شافع، اوّل مشفع وغیرہ نہیں ہو سکتے نہ ہی دونوں کی جنّت کا دروازہ کھٹکھٹانے اور نور کے پیدا ہونے (یعنی تخلیق) میں اوّلیت قائم رہ سکتی ہے اور نہ عرش کے داہنی جانب کھڑے ہونے کی انفرادی خصوصیت قائم رہ سکتی ہے اگر دونوں میں اوّلیت و خاتمیت کی صفات تسلیم کر لی جائیں تو جہاں نصوص قطعی میں تضاد و خلاف ہے دین ہی کی بیخ کنی ہو جاتی ہے، وہاں اوّلیت و خاتمیت کی خصوصیات فردیت بھی ختم ہو جاتی ہے۔

ایک طرف اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیّین فرماتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں۔ لَا نَبِیَّ بَعْدِی (میرے بعد کوئی نبی نہیں) اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور بھی خاتم النبیین ہو تو کلام الٰہی میں تضاد ہوتا ہے اور لا نبی بعدی کا قول جھوٹا پڑتا ہے اور جب اللہ اور رسول کا قول (نعوذ باللہ) غلط ہوگا تو دین کی بنیاد کس پر قائم رہے گی پھر عقلاً بھی ایسا ہونا محال ہے کیونکہ نقطۂ ابتداء یا نقطۂ انتہا ایک سے زائد نہیں ہو سکتا اس لئے نظیر مصطفےٰ کا ہونا محال ہے و ممتنع ہے۔

جناب اشرف علی صاحب نے نشر الطیب کی اکتیسویں فصل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث کا اقتباس درج کیا ہے۔ اس میں ہے۔

حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے (ایک بار اپنے کلام میں) فرمایا کہ بنی اسرائیل کو مطلع کر دو کہ جو شخص

سے اس حالت میں ملے گا کہ وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا منکر ہوگا تو میں اس کو دوزخ میں
داخل کروں گا خواہ کوئی ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ احمد کون ہیں۔ ارشاد ہوا "اے موسیٰؑ قسم ہے
عزت و جلال کی میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو ان سے زیادہ میرے نزدیک مکرم ہو" (نشر الطیب ص ۲۶۲)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوق میں سب سے زیادہ مکرم ہیں اور
اللہ تعالیٰ نے کوئی مخلوق ہی پیدا نہیں فرمائی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح یا آپ کے سوا اس کے
نزدیک مکرم ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کے مطابق جس قدر مخلوق کا پیدا فرمانا مطلوب تھا۔
وہ مقدر فرمادیا اور قلم لکھ کر خشک ہوچکا ہے اور جن روحوں کو پیدا فرمانا تھا یوم الست تک پیدا
فرمادیا اور موسیٰ علیہ السلام سے مذکورہ بالا خطاب یوم الست کے بہت بعد اس دنیا میں ہوا، اس وقت
تک اللہ تعالیٰ نے کوئی مخلوق کوئی جان ایسی پیدا نہیں فرمائی جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم جیسی بھی مکرم ہو اس لئے نظیر مصطفےٰ کا پیدا ہونا محال و ممتنع ہے کیونکہ سنت اللہ میں
تبدیلی محال و ممتنع ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ماضی، حال اور مستقبل یکساں ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ
کا یہ فرمانا "میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی۔ جو اُن سے میرے نزدیک مکرم ہو۔ میں نے ان کا
نام عرش پر اپنے نام کے ساتھ آسمان و زمین اور شمس و قمر پیدا کرنے سے بیس لاکھ برس پہلے لکھا
تھا (نشر الطیب ص ۲۶۲) ہر زمانے پر حاوی ہے۔
پھر اللہ کا بتاکید قسم نفی فرمانا ہر حال ہر زمانہ اور ہر جگہ میں نظیر مصطفےٰ کے محال و ممتنع ہونے کا مقتضی
ہے اور ارشاد باری تعالیٰ وَلَلْآخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُولیٰ اس بات پر نص ہے کہ آخرت میں
بھی آپ کی نظیر محال و ممتنع ہے۔ پس اعلیٰ حضرتؒ کا فرمانا لَمْ یَاتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ صرف شاعری
ہی نہیں ایک ایسی حقیقت ہے جو ہر زمانہ اور ہر جہان میں مسلمہ ہے۔ اس لئے آپؐ کے عدیم النظیر ہونے
پر ایمان لانا ہی کمال ایمان ہے اور جو یہ کہے کہ آپؐ کی نظیر ممکن ہے یعنی آپؐ جیسا کوئی بعینہٖ اور بھی ہوسکتا
ہے اس کا ایمان ہی نہیں زرقانی میں ہے۔

اِعْلَمْ اِنَّ مِنْ تَمَامِ الْاِیْمَانِ بِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْاِیْمَانَ التَّصْدِیْقُ بِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ خَلَقَ بَدَنَہٗ الشَّرِیْفَ

جاننا چاہیئے کہ حضورؐ پر ایمان لانے کی تکمیل یہ ہے کہ اس بات پر ایمان لائے اور تصدیق کرے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بدن کی تخلیق

عَلٰى وَجْهٍ آءٍ حَالٍ وَهَيْئَةٍ لَمْ يَظْهَرْ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ خَلْقٌ آدَمِيٌّ مِثْلَهُ۔

اس انداز یعنی اس حال اور ہیئت سے فرمائی کہ آپ سے پہلے یا آپ کے بعد کسی انسان کی تخلیق اس شان کی نہیں فرمائی۔

اسی ایمان کا اظہار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اس طرح فرماتے ہیں۔

ترے خلق کو حق نے عظیم کہا تری خلق کو حق نے جمیل کہا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن ادا کی قسم

اور یہ تشریح ہے "لَمْ يَاتِ نَظِيرُكَ فِي نَظَرٍ" کی اور بیان ہے ایک حقیقت کا۔

علامہ محمد مرید احمد چشتی

امام احمد رضا کے چند خلفاء

اعلیحضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے خلفاء کی تعداد بے شمار تھی۔ جو پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، برما، بلاد مغرب (افریقہ) اور حرمین شریفین میں پھیلے ہوئے تھے۔ جنہوں نے اسلام کا پیغام دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچایا اور وہاں تبلیغی مراکز قائم کر کے لاکھوں غیر مسلموں کو حلقہ بگوشِ اسلام کیا۔

فی الوقت فقیر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے فیض یافتہ کثیر خلفاء میں سے چند حضرات کا تذکرہ سپردِ قلم کرتا ہے۔

بلادِ مغرب میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے خلفاء میں سے شیخ سید محمد عبد الحئی بن شیخ سید عبد الکبیر فاسی محدث قدس سرہ، شیخ محمد سعید بن سید محمد المغربی اور الشیخ سید محمد ادریس السنوسی قدس سرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

(۱) سنوسی تحریک اور سلسلۂ سنوسیہ کے بانی شیخ سید محمد بن علی السنوسی الخطابی الحسنی الادریسی المہاجری تھے۔ الجیریا کے ایک قصبے مستغانم میں ۱۸۸۷ء میں پیدا ہوئے۔ سنوسی لقب ایک بزرگ کی وجہ سے پڑا جن کا مزار

مبارک ایک مشہور زیارت گاہ ہے۔ سنوسی سادات میں سے تھے جن کا سلسلۂ نسب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔

آپ اپنے عہد کے مشہور مجاہد صوفی تھے۔ برّاعظم افریقہ میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں آپ نے بے پناہ کام کیا اور جگہ جگہ خانقاہیں قائم کیں۔

حضرت شیخ سید محمد السنوسی قدس سرہٗ کے دو صاحبزادے تھے۔ سید محمد المہدی السنوسی اور سید محمد الشریف السنوسی۔

سید محمد السنوسی کی وفات کے بعد سید محمد المہدی جانشین مقرر ہوئے۔ اُس وقت اُن کی عمر ۱۶ سال تھی۔ انہوں نے بھی اپنے والدِ ماجد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے تحریک کی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ سید محمد المہدی السنوسی نے ۱۹۰۲ء میں وفات پائی۔ سید محمد المہدی السنوسی کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام نامی اسمِ گرامی الشیخ سید محمد ادریس السنوسی قدس سرہٗ تھا۔

آپ لیبیا کے صوبہ سیرنائیکا میں جغبوب میں ۱۳ مارچ ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے[1]۔ شیخ محمد ادریس السنوسی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے اور قطبِ مدینہ حضرت الشیخ علامہ ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

علامہ نور احمد قادری (جو اِس وقت سفارتخانہ انڈونیشیا اسلام آباد میں "مؤرخِ پاکستان" کے لقب سے جانے پہچانے جاتے ہیں) راقم کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

"اب جہاں تک شیخ سنوسی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے اُن کے بارے میں

۱؎ میریٹ سٹوڈنٹس انسائیکلو پیڈیا، نیویارک میکملن ایجوکیشنل کارپوریشن ۱۹۸۰ء جلد ۶ صفحہ ۲۳۵

یہ بات ایک بار حضرت مولانا فضل الرحمٰن انصاری نے کراچی میں وصال سے کئی سال قبل ایک علمی صحبت میں بتائی تھی۔ ان کا (مولانا فضل الرحمٰن انصاری) لیکچر دراصل اعلیٰحضرت کے فضائل پر تھا بزبانِ انگریزی۔ اور اس کا اہتمام بھی کراچی کے ان بڑے بڑے بیرسٹر اور وکلاء نے کیا تھا جو حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی القادری کے مریدین میں سے تھے اور اعلیٰحضرت کے سلسلۂ قادریہ سے منسلک تھے۔ یہ لیکچر ان کا کراچی کے تھیوسوفیکل ہال میں ہوا تھا۔ یہ غالباً ۱۹۵۸ء کی بات ہے جب میری بین الاقوامی کتاب "تاریخ تمدّن انڈونیشیا" پر قومی اور بین الاقوامی اخبارات میں ایک عرصہ سے علمی ریویو اور تبصروں کا سلسلہ جاری تھا اس جلسہ میں مَیں بھی شریک تھا، لیکچر سننے کے لئے مدعو کیا گیا تھا۔ اور یہ اجتماع بھی اعلیٰ حضرت ہی کے سالانہ عرس سلسلے میں تھا۔ اس اجتماع میں آخری تقریر حضرت مولانا فضل الرحمٰن انصاری القادری[1] کی رکھی گئی تھی۔ وہ ان دنوں افریقہ سے چند روز کے لئے کراچی اپنے خاندان والوں سے ملنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے اعلیٰحضرت کے فضائل بیان کرتے ہوئے اپنے انگریزی لیکچر میں فرمایا تھا کہ شمالی افریقہ کے اہلِ سنّت درویشوں کی جو تحریک اٹھارہویں صدی میں شروع ہوئی اور شیخ سنوسی اوّل نے شروع

---

[1] علی گڑھ یونیورسٹی کے گریجویٹ تھے۔ فلسفہ میں مولانا ظفر الحسن اور دینیات میں حضرت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری (خلیفۂ اعلیٰحضرت) کے شاگرد بنے۔ مبلغِ اسلام علاّمہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر افریقہ، امریکہ، ایشیا اور یورپ کے مختلف ممالک کا تبلیغی دورہ فرمایا۔

(محمد مرید احمد چشتی)

کی تھی۔ استعماری قوتوں کے خلاف جہاد کرنے اور اسلام پھیلانے کے سلسلے میں
تو اسی تحریک کے تیسرے شیخ سنوسی (شیخ الادریس السنوسی) جو ۱۹۰۴ء میں
مدینہ منورہ میں حضرت مولانا ضیاء الدین[1] مدنی رحمتہ اللہ علیہ سے مسجدِ نبوی میں
علمِ حدیث میں کسبِ فضیلت کرتے تھے اور ان کے تلامذہ میں شامل تھے اور
قریب قریب فارغ التحصیل ہو چکے تھے کہ انہی ایام میں (اعلیحضرت اپنے دوسرے
حج کے سلسلہ میں روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے۔

عرب کے بے شمار لوگ مدینہ منورہ میں اعلیحضرت سے بیعت ہوئے
اور اسی دوران حضرت مولانا ضیاء الدین کے فارغ التحصیل علمِ حدیث کے شاگرد
رشید شیخ سنوسی (جو اپنے سلسلہ کے تیسرے ہیں) یعنی شیخ الادریس سنوسی
کو بھی اعلیحضرت نے خلافت سے نوازا اور ہدایت فرمائی کہ شمالی افریقہ میں
اسلام پھیلائیں اور اتباعِ سنّت پر زور دیں اور سیدنا غوث الاعظم کی طریقت
میں بیعت کریں۔ حتیٰ کہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ وہ اپنے وقت کے بہت بڑے مجاہد
ہوئے۔ بعد کے سالوں میں انہوں نے اٹلی کے سامراج کے خلاف جہاد کیا۔
اور طرابلس الغرب کو آزاد کرایا۔" [1]

سیّد محمد المہدی کی وفات کے وقت شیخ سیدمحمد ادریس السنوسی کی عمر
بارہ سال تھی۔ اس لیے سنوسیوں نے سیّد محمد المہدی سنوسی کے بھتیجے شیخ
سیداحمد الشریف السنوسی کو مسندِ خلافت پر بٹھا دیا۔ یورپی سامراج کے خلاف
ان کے مجاہدانہ کارنامے آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

---

[1] مکتوب علامہ نور احمد قادری۔ مکتوبہ ۲۹ مئی ۱۹۸۳ء از اسلام آباد۔ (پاکستان)

سنوسی خلافتِ عثمانیہ کے وفادار تھے۔ ترکی کے سلطان نے شیخ سید احمد الشریف السنوسی کو خلافتِ عثمانیہ کی جانب سے لیبیا کا ولی مقرر کر رکھا تھا۔

شیخ سید محمد ادریس السنوسی، سنوسی حکم مجریہ ۱۹۱۶ء کے مطابق ملکی معاملات کے انچارج مقرر ہوئے۔ اور انہوں نے اپنے مریدوں کی ایک فوج مرتب کی اور غازی انور پاشا کے ساتھ مل کر طرابلس کی جنگ میں اٹلی کے مقابلہ میں خوب دادِ شجاعت حاصل کی۔

جنگِ عظیم دوم میں اٹلی کی شکست کے بعد لیبیا برطانیہ اور فرانس کی مشترکہ فوجی کمان کے تحت آ گیا۔ اقوامِ متحدہ نے لیبیا کو آزاد کر دیا اور ۲۴ ستمبر ۱۹۵۱ء کو شیخ سیّد محمد ادریس السنوسی لیبیا کی متحدہ حکومت کے بادشاہ مقرر ہوئے۔ شیخ السنوسی نے اپنے عہدِ حکومت میں سنوسیوں کے بعض پرانے زاویوں (خانقاہوں) کو دوبارہ آباد کیا۔ اپنی نگرانی میں سنوسیوں کی تعلیم و تربیت کے لیئے بارہ مدارس قائم کیئے۔ ان کے متحرک اور مہیج دور میں ملک نے تعلیمی، سماجی اور معاشی طور پر خوب ترقی کی۔ تیل سے حاصل کردہ دولت کے پھیلاؤ نے حکومتِ لیبیا کی مرضی کے مطابق خاصے ذرائع مہیّا کر دیئے تاکہ وہ سماجی اور معاشی ترقی کی لاتعداد تیز رفتار اسکیموں پر عمل کر سکے۔ پٹرول کی دریافت نے لیبیا کی تاریخ کو بدل کر رکھ دیا۔ سنوسی تحریک کے اثرات کی وجہ سے یہاں مغربی افکار اور مغربی تہذیب کو فروغ نہ مل سکا۔

سید محمد ادریس السنوسی نے لیبیا میں ایک قانون کے ذریعے سے ملک کے زراعتی اور صنعتی بنیک کو سودی کاروبار سے منع کر دیا۔

یکم دسمبر ۱۹۶۹ء کو جب شیخ ادریس السنوسی ترکی کے دورے پر گئے ہوئے تھے آرمی نے اقتدار پر قبضہ کر کے ان کی معزولی کا اعلان کر دیا اور ان کے بھتیجے ولی عہد شہزادہ حسن الرضا اپنے حقوق سے دستبردار ہو گئے۔

حضرت شیخ سید محمد ادریس السنوسی مصر میں جلا وطنی کے ایام گزار کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی معزولی کے بعد ایک سوشلسٹ ری پبلک قائم ہوئی اور ایک انقلابی سربراہ نے ملک میں اشتراکی حکومت قائم کی۔

حضرت مولانا محمد الیاس برنی قدس سرہٗ

حضرت مولانا محمد الیاس برنی بلند شہر (اتر پردیش) کے ایک قصبہ برن میں ۱۹ ر اپریل ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۸ء میں خورجہ ہائی اسکول سے میٹرک کا امتحان امتیازی شان میں پاس کیا۔ اس کے بعد علی گڑھ میں داخلہ لیا اور وہاں سے ایم اے۔ ایل۔ ایل۔ بی تک تعلیم حاصل کی۔ حدیث کا علم پیلی بھیت میں حاصل کیا۔ حضرت مولانا محمد الیاس برنی بہت بڑے عالم تھے۔ مدتوں جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن میں معاشیات کے پروفیسر رہے۔ ۱۹۳۵ء میں دار الترجمہ کے ناظم بنائے گئے اور اس خدمت پر ۱۹۴۷ء تک کارگزار رہ کر وظیفہ حسن خدمت حاصل کیا۔ برنی صاحب مغربی تعلیم یافتہ حضرات کی اس صف میں شامل ہیں جنہوں نے اپنی فراست سے دینی علوم میں گہری نظر پیدا کی۔

حضرت مولانا شاہ محمد حسین چشتی القادری قدس سرہٗ سے قادریہ سلسلہ میں بیعت تھے۔ حضرت مولانا الیاس برنی نے اعلیحضرت امام احمد رضا بریلوی سے

بھی کسب فیض کیا اور خلافت حاصل کی۔

حضرت علامہ نور احمد قادری مدظلہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت مولانا محمد الیاس برنی کا معاملہ ایسا ہے کہ وہ میرے استادِ محترم حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن قادری جے پوری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ (خلیفۂ اعلیحضرت) کے بہت ہی قریبی احباب میں سے تھے۔ حدیث کا علم دونوں بزرگوں نے پیلی بھیت (جو میرے استادِ محترم کا جے پور وارد ہونے سے پہلے کا اصلی وطن اور مولد تھا) میں ایک ہی استاد سے حاصل کیا تھا۔ اور دونوں بزرگ ماوراء اور دیگر علوم کے علم حدیث کے بھی بہت بڑے عالم تھے پھر ۱۹۳۲ء میں جب میرے استادِ محترم دوسری بار حج پر جانے لگے تو مولانا الیاس برنی (پروفیسر اقتصادیات جامعہ عثمانیہ) ان کے ہمراہ تھے۔ دہلی ہوتے ہوئے جے پور آئے تھے اور پھر یہیں سے زیارت کے لیئے اجمیر شریف دربار حضرت خواجہ غریب نواز کے لیئے اور پھر وہاں سے بمبئی سفر حج کے لیئے روانہ ہوئے۔ اُن بے شمار مولانا کے تلامذہ اور عقیدت مندوں میں ایک میں بھی تھا، جو اِن بزرگوں کو ریلوے اسٹیشن پر ایک بہت بڑے جم غفیر کی صورت میں الوداع کہنے گئے تھے۔ میں مولانا کے بہت قریب تھا۔ اوّل تو اُن کا شاگردِ خاص ہونے کی وجہ سے دوسرے اس وجہ سے کہ وہ میرے دادا مرحوم حاجی عبدالغنی قادری اور والدِ مرحوم حافظ الحاج احمد حسین قادری (جو دونوں ہی اعلیحضرت کے خاص مریدین میں سے تھے) کے بہت بڑے مشفق تھے اور ہفتہ میں کم از کم ایک بار ضرور ہمارے گھر قدم رنجہ فرماتے اور دعائے خیر کرتے۔ عالم اجل ہونے کے علاوہ بہت بڑے صاحب کرامت ولی اللہ تھے۔ سارا جے پور (جو اُس دور میں حیدر آباد دکن کے بعد پورے ہندوستان میں عربی، فارسی، اردو ادبیات

اور اسلامی علوم و معارف کا بہت بڑا مرکز تھا) ان کی کرامات سے واقف تھا اور وہاں کے ناموران علم میں بہت سے لوگ ان کے تلامذہ میں سے تھے یا پھر ایسے تھے جنہوں نے ان سے کسب فیض کیا تھا۔ حتیٰ کہ ہندو بھی ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ غرض ریلوے اسٹیشن پر اسی مجمع میں حضرت مولانا نے مولانا الیاس برنی کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ یہ ایک بہت بڑے عالم دین اور ایک بہت بڑی یونیورسٹی (جامعہ عثمانیہ دکن) کے عظیم استاد ہیں۔ انہیں یہ بھی مشرف حاصل ہے کہ یہ میرے پیر و مرشد اعلیٰحضرت امام اہلسنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ العزیز کے خلیفہ ہیں۔ اعلیٰحضرت سے سلسلۂ قادریہ میں انہیں اجازت حاصل ہے۔ تب ہی سے ہمیں پتہ چلا کہ حضرت مولانا محمد الیاس برنی بھی اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے خلفاء میں سے تھے [۱]۔

حضرت مولانا الیاس برنی نے اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف کی باقاعدہ ایک علمی فہرست مرتب کی تھی جو بذات خود اپنے موضوع کے لحاظ سے ایک کتاب ہے۔

الیاس برنی مرحوم کی یہ علمی فہرست حضرت علامہ نور احمد قادری نے دیکھی تھی۔ اور الیاس برنی نے مذکورہ فہرست حضرت مولانا شاہ عبد الرحمٰن قادری جے پوری کے امداد سے تیار کی تھی [۲]۔

---

[۱] مکتوب علامہ نور احمد قادری، مکتوبہ ۲۹ مئی ۱۹۸۳ء از اسلام آباد۔ پاکستان۔

[۲] مکتوب علامہ نور احمد قادری۔ محررہ ۷ راگست ۱۹۸۳ء از اسلام آباد۔ پاکستان۔

اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے خلیفۂ خاص مبلغِ اسلام حضرت علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانی فتنہ کے انسداد میں مولانا الیاس برنی کے ساتھ نمایاں تعاون فرمایا [1]

ممباسہ میں مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی نے جارج برنارڈ شا سے ملاقات کے موقع پر الیاس برنی کی ایک کتاب "اسلام" (انگریزی) جارج برنارڈ شا کو مطالعہ کے لیے عنایت فرمائی تھی۔

مولانا الیاس برنی عشقِ رسالت مآب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سرشار تھے نعتیہ کلام سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ خود بھی بلند پایہ نعت گو شاعر تھے۔ ان کا ایک نعتیہ دیوان "معروضہ" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ ان کے کلام میں جگہ جگہ وہ محاسن بھی پائے جاتے ہیں جو رسولِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے خلوص کے آئینہ دار ہیں۔ بیان میں کشش اور جاذبیت ہے۔ سادہ الفاظ اور صاف طرزِ بیان کے علاوہ سادگی، سلاست، روانی، جذب، کیف اور اثر بھی ان کے کلام میں موجود ہے۔

نمونۂ کلام

سارے نبیوں کے حاصل ہمارے نبی
سارے نبیوں میں فاضل ہمارے نبی
بحرِ عرفاں میں کشتی ہزاروں چلیں
سارے نبیوں کے ساحل ہمارے نبی

---

[1] برنی نامہ، صفحہ ۲۳

٭

ساقیٔ کوثر کو پایا جو کوئی مے خانہ تھا
فرش سے تا عرش ہر جا ساغر و پیمانہ تھا

سرِ حق اسرارِ عالم حکمتِ کون و مکاں
جس نے سمجھا کچھ محمدؐ کا وہی دیوانہ تھا

عبدیت، محبوبیت ختمِ رسالت کا امیں
دستِ حق، دستِ محمدؐ تھا تو کچھ بے جا نہ تھا

دیکھنے کو رنگِ محفل یوں پتنگے تھے ہزار
جان دے دی شمع پر جس نے وہی پروانہ تھا

٭

کیا گزرتی ہے دل ہی جانے ہے
کیسی بنتی ہے دل ہی جانے ہے

جان کر کے فدا جو پائی مراد
کیسی سستی ہے دل ہی جانے ہے

لاکھوں میں عبدیت محمد کو
کیسی سجتی ہے دل ہی جانے ہے

برنی ان کا غلام کیا کہنا
کیسی مستی ہے دل ہی جانے ہے

مولانا الیاس برنی مرحوم نے مختلف موضوعات پر کتب تحریر کیں۔
ذیل میں ان کی فہرست دی جاتی ہے۔

۱، اسرارِ حق
۲، مشکوٰۃ الصلوٰت
۳، ہدایت الاسلام
۴، فتوح الحکم
۵، فتوحاتِ قادریہ
۶، مکاتیب المعارف
۷، صراط الحمید حصہ اوّل۔ دوم
۸، معارفِ ملت جلد اوّل، دوم، سوم، چہارم
۹، جذباتِ فطرت جلد اوّل، دوم، سوم، چہارم
۱۰، مناظرِ قدرت جلد اوّل، دوم، سوم، چہارم
۱۱، جواہرِ سخن۔
۱۲، علم المعیشت۔
۱۳، اصولِ معاشیات
۱۴، معیشت الہند
۱۵، مالیات
۱۶، مقدمہ
۱۷، المعاشیات
۱۸، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ
۱۹، قادیانیت کا آغاز و انجام
۲۰، تحفۂ محمدی (جلد چہارم)
۲۱، تسہیل الترتیل
۲۲، مالک الملک
۲۳، حزب اللہ
۲۴، قادیانی جماعت
۲۵، قادیانی مذہب
۲۶، قادیانی قول و فعل
۲۷، اسلام (انگریزی)
۲۸، معروضہ (نعتیہ دیوان)
۲۹ سلطانِ مبین۔
۳۰، محراب العبادات
وغیرہ وغیرہ

دوبارہ حرمین شریفین کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔
۲۶، جنوری ۱۹۵۹ء کو اس عالمِ فانی سے رحلت فرمائی۔

اس مضمون کی تیاری میں ان حضرات نے تعاون فرمایا۔

۱۔ حکیم محمد سعید دہلوی (کراچی)

۲۔ ڈاکٹر معین عقیل (کراچی)

۳۔ ڈاکٹر پیر محمد حسن (راولپنڈی)

۴۔ علامہ نور احمد قادری (اسلام آباد)

۵۔ محترمہ فاطمہ صدیقی صاحبہ (کراچی)

میں ان حضرات کا تہہ دل سے سپاس گزار ہوں۔

محمد مرید احمد

کتابیات

قاضی عبد النبی کوکب :- مقالاتِ یومِ رضا۔ حصہ سوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء

ڈاکٹر محمد مسعود احمد :- فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں مطبوعہ لاہور ۱۹ء

" " " " " :- امام احمد رضا اور عالم اسلام مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء

ڈاکٹر محمد اسلم :- تاریخِ پاکستان اور دنیائے اسلام حصہ دوم مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء

مصنف	کتاب
آقائے رازی	:- شرح بانگِ درا۔ مطبوعہ لاہور
ڈاکٹر محمد مسعود احمد	:- حیات مولانا احمد رضا خان بریلویؒ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء
سید ریاست علی قادری	:- معارفِ رضا، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء
ڈی ایم سی گرویل	:- انسائیکلوپیڈیا آف ورلڈ بائیوگرافی۔ نیویارک، جلد ۵
" " " "	:- میرٹ سٹوڈنٹس انسائیکلوپیڈیا نیویارک، ۱۹۸۰ء۔ جلد ۹
ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق	:- اردو میں نعتیہ شاعری۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء
پروفیسر شیخ عطاء اللہ	:- اقبال نامہ۔ حصہ اوّل۔ مطبوعہ لاہور
پروفیسر الیاس برنی	:- برنی نامہ
" "	:- ضمیمہ صراطِ الحمید۔ مطبوعہ لکھنؤ۔
علامہ نور احمد قادری	:- اعلیحضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ مطبوعہ کراچی ۱۹۸۰ء
پروفیسر الیاس برنی	:- قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ مطبوعہ لاہور سنہ ء
مرزا ارشاد احمد علیمی	:- حیاتِ علیم رضاؒ۔ مطبوعہ ساہیوال سنہ ء
پروفیسر الیاس برنی	:- جذباتِ فطرت۔ جلد چہارم۔ مطبوعہ علیگڑھ ۱۹۲۹ء

جرائد

ترجمان القرآن (لاہور) مارچ ۱۹۶۷ء

سیارہ ڈائجسٹ (لاہور) جولائی ۱۹۷۷ء

قومی زبان (کراچی) نومبر ۱۹۷۷ء

ترجمانِ اہلِ سنّت (کراچی) مارچ ۱۹۷۲ء

اخبارات

نوائے وقت (لاہور) ۷ ستمبر ۱۹۸۴ء

جنگ (لاہور) ۲۱ ستمبر ۱۹۸۴ء

وفاق (کراچی) ۱۶ تا ۳۰ اپریل ۱۹۶۴ء

〃 〃 یکم تا ۱۵ اپریل ۱۹۶۴ء

〃 〃 ۱۶ مارچ تا ۳۱ مارچ ۱۹۶۴ء

〃 〃 یکم دسمبر تا ۱۵ دسمبر ۱۹۶۳ء

راجہ رشید محمود

امام احمد رضا کی نعت گوئی

نعت سنتِ کبریا ہے۔ قلم و زبان کا اس راہ میں قدم رکھنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اس فرض سے وہی شخص عہدہ برآ ہو سکتا ہے جس کی نگاہ علمِ دین کے تمام شعبوں پر ہو۔ جو شریعت پر پوری طرح عامل ہو۔ جو رحمتِ عالم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھتا ہو۔ چنانچہ علمِ دین سے بیگانہ شخص کے لیے نعت گوئی واقعی بے حد مشکل کام ہے۔ جس شخص کو الوہیت کی حدوں، رسالت کی عظمت اور اپنی کم مائیگی کا شدید احساس نہ ہو، خدا اور رسول، خدا کے احکام جس کے دل و دماغ پر مرتسم نہ ہوں، جو معبود اور محبوب کے نازک فرق کو پیشِ نظر نہ رکھے اور "عبد" اور "عبدہٗ" میں بُعد کو فراموش کر دے اس کے لیے اس راہ سے بخیریت گزرنا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔

اعلیٰحضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت جامع الصفات ہے۔ بیسیوں علوم پر اُن کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ ہے۔ وہ اگر منفردِ عالم تھے تو بے نظیر فقیہہ بھی تھے۔ اگر علمِ ریاضی کے ماہرین ان سے استفادہ کرتے تھے تو محدثین و مفسرین نے بھی اُن سے بہت کچھ سیکھا۔ وہ ہیئت، فلسفہ، نجوم، جفر اور بیسیوں دوسرے علوم میں اگر منتہیانہ شان کے مالک تھے تو بحرِ شعر و سخن کے بہت بڑے شناور بھی تھے۔ اُن کے مجموعۂ کلام "حدائقِ بخشش"

میں ایسے ایسے موتی منظوم ہیں کہ آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں۔

احمد رضا بریلویؒ نے ایسی سنگلاخ زمینوں میں مدحتِ مصطفےٰ علیہ التحیہ والثناء کے پھول کھلائے ہیں، مفاہیم و معانی کے وہ باب وا کئے ہیں اور سادگی و پرکاری کی وہ مینا کاری کی ہے کہ ذوق عش عش کر اٹھتا ہے اور وجدان جھوم جھوم جاتا ہے۔ ان کے ہاں فکر کی گہرائی ہے، جذبوں کی سچائی ہے، محاسن کی فراوانی ہے۔ انہوں نے قلب کی واردات کو صوت و آہنگ کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔

احمد رضا خان بریلویؒ کی نعت گوئی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان کی ادبی و شعری گلکاریوں کی بنیاد قرآن و احادیث کے مضامین پر ہے۔

ع ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بے جا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

تلمیحات کی زبان میں انہوں نے خدا و رسول کے ارشادات و فرامین اور سیرتِ رسولِ پاک سے اپنے شعروں کو مزین کیا ہے۔

ان پر کتاب اتری بیاناً لکل شئی
تفصیل جس میں ما عبر و ما غبر کی ہے

انت فیہم نے عدو کو بھی لیا دامن میں
عیش جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست

کھلے کیا راز محبوب و محب مستانِ غفلت پر
شراب قد رای الحق زیب جامِ من رآنی ہے

ان کی ایک دوسری خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے چار زبانوں میں ایک نعت

ہے اس سے پہلے امیر خسرو نے تین زبانوں میں غزل ضرور کہی لیکن اس میں بھی مضمون آفرین بندشوں کی چستی اور کیف و گداز کی کیفیتیں نظر نہیں آتیں جبکہ احمد رضا بریلوی کے ہاں ان کے علاوہ دیگر صنائع و بدائع بھی دکھائی دیتے ہیں اور تاثر کی اکائی کہیں مجروح ہوتی نظر نہیں آتی۔

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سوہے تجھکو شہ دوسرا جانا

کلامِ رضا کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ ایک ایک شعر میں کئی کئی صنعتیں نظر آتی ہیں۔ ندرت، تخیل اور مضمون آفرینی اپنی بہار دکھاتے ہیں "شعر و پاسِ شرع" کا ادعا اپنی جگہ سچا ہے اور گلستان نعت کے رنگارنگ گل بوٹوں کی شگفتگی اور تازگی میں جمالِ مصطفوی کا نکھار اور عشقِ حبیب کی بہار وجد آفریں نظر آتی ہے۔ ایک نعت کا مطلع ہے

سر تا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول، دھن پھول، ذقن پھول، بدن پھول

اس میں صنعتِ تنسیق الصفات کے علاوہ تشبیہہ کی ندرت اور پاکیزگی فکر کی معانی آفرینی، الفاظ کا انتخاب اور اظہار کی معصومیت عجیب کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔

قصیدۂ درودیہ السلطہ اشعار پر مشتمل ہے جس میں سات مطلع ہیں۔ ہر شعر کا پہلا مصرع ذو قافیتین ہے اور ہر قافیے میں حروفِ ہجا کی ترتیب کا التزام ہے۔

بے ہنر و بے تمیز کس کو ہوئے ہیں عزیز
ایک تمہارے سوا تم پہ کروروں درود
سینہ ہے کہ داغ داغ کہہ دو کرے باغ باغ
طیبہ سے آکر ہوا، تم پہ کروروں درود

یہ صورت آج تک کسی اور شاعر کے ہاں نظر نہیں آئی
اعلیٰحضرت احمد رضا خان بریلوی جن پچاس سے زیادہ علوم کے منتہی تھے، ہم میں اکثر کو ان کے نام تک نہیں آتے لیکن انہوں نے اپنی نعتیہ شاعری میں بھی ان علوم و فنون کو استعمال کیا ہے۔ حدائق بخشش حصہ سوم کے صفحہ ۳۳، ۳۴ پر ایک قصیدے میں علم ہیئت و نجوم کی اصطلاحات میں بات کی ہے۔ اپنے کلام میں جگہ جگہ انہوں نے مختلف علوم کی زبان میں مافی الضمیر بیان کیا ہے۔ علم ہندسہ اور مابعد طبیعیات کی کیفیت قصیدۂ معراجیہ میں ملاحظہ ہو

محیط و مرکز میں فرق مشکل، رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حسرت سے سر جھکائے، عجیب چکر میں دائرے تھے
کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو، تم اوّل آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو، کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

قصیدۂ نور میں منطق کے اثرات دیکھئے

ذرّے مہر قدس تک تیرے توسّط سے گئے
حدِ اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

نعت میں علم نجوم کی مہارت کی ایک صورت یہ ہے۔

دنیا، مزار، حشر جہاں ہیں غفور ہیں
ہر منزل اپنے چاند کی منزل غفر کی ہے
سعدین کا قران ہے پہلوئے ماہ میں
جھرمٹ کیے ہیں تارے، تجلّی قمر کی ہے

احمد رضا بریلوی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے بڑی مشکل زمینوں میں نعت کے نہایت شگفتہ پھول کھلائے ہیں۔

جس کو قرصِ مہر سمجھا ہے جہاں اے منعمو!
ان کے خوانِ جود سے ہے ایک نان سوختہ

اس شعر میں دیگر محاسن کے علاوہ صنعتِ حسنِ تعلیل کی پھبن بھی پیشِ نظر ہے۔ صنعتِ تلمیح ان کے کلام میں جا بجا دکھائی دیتی ہے۔

عرش سے مژدۂ بلقیس شفاعت لایا
طائرِ سدرہ نشیں مرغِ سلیمانِ عرب

کرم نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں
کہ رضائے عجمی ہو سگِ حسّانِ عرب

ایک شعر ہے:-

خوب مسعیٰ میں بہ امیدِ صفا دوڑ لیئے
رہِ جاناں کی صفا کا بھی تماشہ دیکھو

اس کا تجزیہ کریں تو پہلے اور دوسرے مصرع میں صفا میں صنعتِ تجنیس ہے سعی چونکہ کوہِ صفا اور مروہ کے درمیان کی جاتی ہے اس لیئے پہلے مصرع کے صفا میں صنعتِ ایہام بھی ہے اور سعی کی طرف اشارہ صنعتِ تلمیح ہے۔ اس طرح ان کے ایک ایک شعر میں کئی کئی صنعتیں نظر آتی ہیں۔

کلامِ رضؔا میں صنعتِ لف و نشر کی دو ایک مثالیں ملاحظہ ہوں

دو قمر، دو پنجۂ خور، دو ستارے، دس ہلال
ان کے تلوے، پنجے، ناخن، پائے اطہر، ایڑیاں

دل بستہ، بے قرار و جگر چاک و اشکبار
غنچہ ہوں، گل ہوں، برقِ تپاں ہوں، سحاب ہوں

دندان و لب و زلف و رخِ شہ کے فدائی
ہیں درِ عدن، لعلِ یمن، مشکِ ختن، پھول

لف و نشر غیر مرتب کی ایک ایسی مثال دیکھیئے جس کی نظیر کسی نعت گو استاد کے کلام میں

دکھائی نہیں دیتی۔

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پر مردانِ عرب

قصیدہ درتہنیت شادی سری میں دوسرے صنائع وبدائع کے ساتھ منظر نگاری کی عظیم النظیر مثالیں دکھائی دیتی ہیں۔

غرض کلامِ رضاؔ میں محاسن شعری کی تمام کیفیتیں مثالی آن بان کے ساتھ دکھائی دیتی ہیں۔ روزمرّہ اور محاورہ کا استعمال یوں نظر آتا ہے کہ دل وجد کرنے لگتا ہے۔ زبان کی سلاست، بندشوں کی چستی، الفاظ کا دروبست، مضامین کی رفعت اور الفاظ و تراکیب کی بے ساختگی عجیب لطف دیتی ہے۔ احمد رضا بریلوی علیہ الرحمتہ نے عام تشبیہات و استعارات سے گریز کیا ہے اور حضور کے شایانِ شان تشبیہات ڈھالی ہیں۔ فخرِ موجودات علیہ والصلوٰۃ کے معجزات کا پرتو اِن کی نعت پر بطورِ خاص نظر آتا ہے۔ حسنِ تغزل اور جدتِ تخیل کے مظاہر جابجا دکھائی دیتے ہیں۔ انہوں نے مختلف اصنافِ سخن میں نعت کہی ہے۔ دو رباعیات ملاحظہ ہوں۔

اے خدمت درگاہ تو دینِ جبریل
روشن بسجود دے تو جبیں جبریل
جو لانکہ خدّام جنابت باشد
سدرہ کہ بود شاہ نشیں جبریل

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان، وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

محمد شکیل اوج

سرکار غوثیتؓ میں اعلحضرتؒ

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا شاہ محمد احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی عالمانہ و فاضلانہ شخصیت اہل علم و فن پر خوب ظاہر ہے معاصرین و متاخرین میں کون ایسا ہے کہ جس نے آپ کے آستانِ عبقریت پہ پر جبیں سائی نہ کی ہو؟ اور آپ کے دَرِ فضیلت پر سر تسلیم خم نہ کیا ہو؟ لیکن سر دست ہم آپ کی جامع و مانع اور ہمہ جہت شخصیت کے صرف اُس پہلو پر کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں جسے عشق و محبّت، ارادت و عقیدت اور احترام و ادب کا پہلو کہا جاتا ہے۔ ویسے تو آپ کی زندگی کا تمام تر حصّہ بزرگوں کی محبت والفت اور احترام و ادب میں گذرا ہے۔ لیکن زیر نظر مضمون میں ہم اپنی گفتگو صرف اور صرف حضور غوث پاک، سرکار بغداد، شہنشاہ جیلانی، پیران پیر، سیدنا و مندنا و مرشدنا شیخ ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ عالی تک محدود رکھیں گے۔

چونکہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ کے نامور صوفی اور شہیر بزرگ تھے اس لئے خصوصیت کے ساتھ آپ کو حضور غوث پاک سے بے پناہ محبت والفت تھی۔ اور غوث اعظم کی ارادت و عقیدت میں از خود رفتگی کا یہ عالم نہ صرف یہ کہ اس دور میں مینارۂ نور کی حیثیت کا حامل رہا بلکہ امروز و فردا کے ہزاروں الٹ پھیر کے بعد اب بھی لوگوں کے لئے ایک مستقل نمونۂ عمل کی حیثیت سے روحانی رہبری کا فریضہ انجام دے رہا ہے، مادّیت کے اندھیاروں میں گم گشتہ لوگوں کو روحانیت کا اجالا فراہم کر رہا ہے اور بارگاہ غوثیت کے گستاخوں کو عشق و محبت کے رموز سکھا رہا ہے۔ آپ کا نمونہ عمل، دراصل یہ بتا رہا ہے کہ علم و فضل کے خزینے سے جس کو جو کچھ ملا ہے وہ درحقیقت راہِ ادب سے ملا ہے اور جس کو جو کچھ ملے گا وہ بھی اسی راہ سے ملے گا۔

اعلیٰ حضرت کی حیات مستعار کا ہر لمحہ ہر لحظہ، احترام و ادب اور عشق و محبت ہی سے عبارت ہے۔ وہ درِ غوثیت کے ہی نیاز مند نہیں بلکہ ہر مقدس بارگاہ کے نیاز مند ہیں اور یہ کہنے کی بھی چنداں

حاجت نہیں کہ بارگاہِ غوثیت میں جن کی نیازمندی کا یہ علم ہو تو بارگاہِ صحابیت میں اُن کی ارادت وعقیدت کا کیا عالم ہوگا؟ اور جب بارگاہِ صحابیت میں ان کا عالم شوق، اوجِ ثریّا پہ ہو تو پھر بارگاہ نبوت و رسالت میں اُن کی نیازمندی وعشق خیزی کس مقام پر ہوگی؟ لامکاں کے مکیں سے محبت یقیناً لامکاں پر ہوگی اور بارگاہِ نبوت و رسالت میں اُن کی عاجزی و انکساری کی سربلندی کا یہ عالم ہو تو ربّ السمٰوات والارض کی بارگاہِ عالی میں اُن کی جبیں سائی اور عشق و محبت کی کیفیت لفظ و معانی کی صورت میں پیش کرنا امرِ محال سمجھو۔ سچ تو یہ ہے کہ بارگاہِ الوہیت میں اُن کی حاضری کا نقشہ پیش کرتے ہوئے طائرِ تخیلات کے پر کٹ کٹ کر گرے جاتے ہیں۔

ہاں تو ذکر تھا بارگاہِ غوثیت میں اعلیٰحضرت کی نیازمندی کا۔ تو یہ حقیقت ہے کہ آپ مدینہ منورہ اور کعبۃ اللہ کی طرح تادمِ واپسیں، بغدادِ مقدس کی طرف بھی، پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھے۔[1] بہت ممکن ہے کہ بعض لوگ اعلیٰحضرت کی اس نیازمندی پر شرعی ثبوت مانگیں تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ بعض اُمورِ اہلِ محبت، اپنے محب کی محبت میں ازخود رفتہ ہو کر وضع کر لیتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ شریعت میں ان کی کوئی مسند بھی ہو۔ مگر مسند نہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ بدعت ہوں۔ بلکہ وہ اُمور تو امت میں نشانِ محبت بن کر جگمگاتے ہیں اور یہ شرف تو صرف دینِ اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس کے پاس ایسے ایسے "دیوانے" ہیں جو ہزاروں "فرزانوں" میں بیٹھ کر بھی اپنا چراغ الگ جلاتے ہیں اور جب دیوانوں کا چراغ جلتا ہے تو فرزانوں کا چراغ خود بخود گل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ان علامتوں کو بدعت سمجھنا، بزرگانِ دین سے صریح زیادتی کے مترادف ہے۔ مثلاً حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدینۂ پاک میں تازیست ننگے پاؤں رہنا محبت کی علامت ہے، کوئی بدعت نہیں۔ ظاہر ہے کہ امام مالک اپنی نیازمندی کے جواز پر شریعت سے کوئی سند نہیں لے کر آئے تھے۔ تاہم ان کے اس عمل کو اُن کی حد درجہ محبت والفت پر محمول کیا گیا۔ بعینہٖ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اپنے اساتذہ کے مکانات کی طرف کبھی پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھے تو ان کے پاس بھی اس نیازمندی کا شرعی جواز نہ تھا۔ مگر اسے بھی ان کی محبت پر محمول کیا گیا۔ یونہی بارگاہِ غوثیت میں اعلیٰحضرت کی عقیدت کیشی کے ضمن میں پیش کردہ کسی امر کو بدعت سمجھنا، اُن کے حق میں صریح زیادتی ہے۔

---

[1] انوارِ رضا۔ شرکت حنفیہ لمیٹڈ ص۲۳۷

اعلحضرت، غوث پاک کا نام نامی اسم گرامی جب بھی لیتے، عشق و محبت اور احترام و ادب کو ملحوظ رکھتے، نوک زبان ہوتی یا کلک قلم بہرصورت غوث اعظم کا نام آتے ہی ارادت و عقیدت کے سوتے اُبل پڑتے، چاہت والفت کے چشمے بہہ نکلتے۔ جس میں وہ خود بھی غوطہ زن ہوتے اور دوسروں کو بھی غرقاب کرتے۔ مثلاً ملاحظہ کیجئے، ایک مقام پر جب غوث اعظم کا نام لکھنا آپ کو مقصود ہوا تو نام لکھنے سے پہلے القابات وخطابات کا کیا کیا اہتمام نہ ہوا۔ ارقام فرماتے ہیں۔

"اعاظم اولیاء، سید الاولیاء، و امام الاصفیاء، و قطب الاقطاب، و تاج الافراد، و مرجع الابدال، و مفزع الافراد، اور باعتراف اکابر علماء، امام شریعت، و سردار امت، و محی الدین و ملت، و نظام طریقت، و بحر حقیقت وعین ہدایت، و زیبائے کرامت، وہ کون؟ ہاں! وہ سید الاسیاد، واہب المراد، سیدنا و مولانا و ملاذنا و ماْمنا وغوثنا، وغیثنا، حضرت قطب عالم وغوث اعظم، سید ابو محمد، عبد القادر حسنی حسینی جیلانی صلی اللہ تعالیٰ علیٰ جدہ الکرام وعلیٰ الہ وعلیہ وبارک وسلم۔" صلہ

سبحان اللہ! وہ جو کہتے ہیں کوزے میں سمندر سمونا، وہ اسی کا نام ہے۔ اگر ان القابات وخطابات کی تشریح، غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمی مدظلہ، جیسے کسی عالم سے کرائی جائے تو ایک مبسوط کتاب معرض تصنیف میں آجائے۔ قصہ کوتاہ، مزید کچھ آگے چل کر رقم طراز ہیں۔

"حضور پر نور، جگر پارۂ شافع یوم النشور، صلی اللہ علیہ وعلیہ وبارک وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ ومن نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی اللہ فی حاجۃ قضیت حاجتہ ومن صلی رکعتین یقرأ فی کل رکعۃ بعد الفاتحۃ سورۃ الاخلاص احدیٰ عشرۃ مرۃ ثم یصلی ویسلم علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد السلام من التشہد احدیٰ عشرۃ ومذکرۃ ثم یخطو الی جھۃ العراق احدیٰ عشرۃ خطوۃ ویذکر اسمی و یذکر حاجتہ فانھا تقضیٰ باذن اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ:۔ جو کسی مصیبت میں مجھ سے فریاد کرے۔ وہ مصیبت دور ہو اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے وہ سختی برطرف ہو اور اللہ عزوجل کی طرف کسی حاجت میں مجھے وسیلہ کرے وہ حاجت پوری

صلہ برکات الامداد لاہل الاستمداد از رشحات قلم اعلحضرت

ہو اور جو دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھے، پھر سلام پھیر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گیارہ بار درود و سلام بھیجے اور حضور اقدس کو یاد کرے۔ پھر بغداد شریف کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام لے اور اپنی حاجت ذکر کرے تو بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے وہ حاجت روا ہو[۱]

غوث اعظم کے اس ارشاد پر اعلحضرت کا یقین، بلندی پر دیکھنا ہو تو "ذریعۂ قادریہ" کا یہ شعر ضرور پڑھیں[۲]

حسنِ نیت ہو خطا پھر کبھی کرتا ہی نہیں　　　آزمایا ہے یگانہ ہے دوگانہ تیرا[۲]

مطلب یہ کہ اچھی اور سچی نیت سے اگر کوئی آپ کا دوگانہ "صلوٰۃ الاسرار" (یعنی نمازِ غوثیہ) ادا کرے تو حصولِ مقصد میں بالضرور و یقیناً کامراں ہوگا۔ مصرع ثانی "آزمایا ہے یگانہ ہے دوگانہ تیرا" سے صاف ظاہر ہے کہ یہ عمل اعلحضرت کا مجرّب و آزمودہ تھا۔ ایک جگہ یوں فرمایا کہ ؎

نہ دیکھوں شکلِ مشکل تیرے آگے　　　کوئی مشکل سی یہ مشکل ہے یا غوث[۳]

ایک بار جب کسی نے آپ سے فاتحہ گیارہویں شریف کی بابت سوال کیا تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ "فاتحہ" ایصالِ ثواب کا نام ہے۔ جو کچھ قرآن مجید اور درود شریف سے ہو سکے۔ پڑھ کر ثواب نذر کرے اور ہمارے خاندان کا معمول یہ ہے کہ سات بار درود غوثیہ پھر ایک بار الحمد شریف و آیۃ الکرسی پھر سات بار سورۂ اخلاص پھر تین بار درود غوثیہ۔ درود غوثیہ یہ ہے۔

اللھم صلی علی سیدنا و مولینا محمد معدن الجود و الکرم و علی اٰلہ و بارک وسلم

اور فقیر اتنا زائد کرتا ہے۔ و علی اٰلہ الکرام و ابنہ الکریم و امتہ الکریم و بارک و سلم۔

اعلحضرت کے اس طریقۂ فاتحہ کو "فاتحۂ غوثیہ" کا عنوان دیا جاتا ہے۔ فاتحۂ غوثیہ کی عظمت و برکت کیا ہے؟ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت کا ہی ایک واقعہ ملاحظہ کیجئے۔

مخدوم الملت، محدثِ اعظم ہند حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اعلیٰ حضرت کے مایۂ ناز شاگرد اور خلیفہ تھے۔ ناگپور میں جشن ولادت اعلحضرت کے موقع پر شوال المکرم ۱۳۷۹ھ کو جو خطبۂ ارشاد فرمایا۔ اس میں انھوں نے اپنے مفتی بننے کا واقعہ ان لفظوں میں پیش کیا کہ

"دوسرے دن کارِ افتاء پر لگانے سے پہلے خود گیارہ روپے کی شیرینی رکھ کر فاتحۂ غوثیہ پڑھ کر دستِ کرم سے شیرینی مجھ کو بھی عطا فرمائی اور حاضرین میں تقسیم کا حکم دیا کہ اچانک اعلحضرت پلنگ سے

ص۱ مجموعۂ رسائل حصہ دوم از رشحات قلم اعلحضرت　ص۲ حدائق بخشش از رشحاتِ قلم اعلحضرت　ص۳ بحوالہ ایضاً

اُٹھ پڑے، سب حاضرین کے ساتھ میں بھی کھڑا ہو گیا کہ شاید کسی حاجت سے اندر تشریف لے جائیں گے لیکن حیرت بالائے حیرت یہ ہوئی کہ اعلیحضرت زمین پر اکڑوں بیٹھ گئے۔ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ دیکھا تو یہ دیکھا کہ تقسیم کرنے والے کی غفلت سے شیرینی کا ایک ذرّہ زمین پر گر گیا ہے اور اعلیٰ حضرت اس ذرّے کو نوک زبان سے اٹھا رہے ہیں اور پھر اپنی نشست گاہ پر بدستور تشریف فرما ہوئے۔ اس واقعہ کو دیکھ کر سارے حاضرین سرکار غوثیت کی عظمت و محبت میں ڈوب گئے اور فاتحہ غوثیہ کی شیرینی کے ایک ایک ذرّے کے تبرک ہو جانے میں کسی دوسری دلیل کی حاجت نہ رہ گئی۔"[۱]

سیّد محمد محدث کچھوچھوی، اعلیحضرت سے اکثر کہا کرتے تھے کہ حضور کیا اس علم کا کوئی حصّہ عطا ہوگا۔ جس کا علمائے کرام میں نشان بھی نہیں ملتا تو آپ مسکرا دیا کرتے اور فرماتے کہ میرے پاس علم کہاں جو کسی کو دوں یہ تو آپ کے جدامجد سرکار غوثیت کا فضل و کرم ہے اور کچھ نہیں۔"[۲]

تیرے بابا کا کرم ہے پھر تیرا کرم ہے	یہ منہ ورنہ کس قابل ہے یا غوث
ترا ذرّہ مہ کامل ہے یا غوث	ترا قطرہ یم سائل ہے یا غوث
بھرن والے تیرا جھالا تو جھالا	ترا چھینٹا مرا غاسل ہے یا غوث
بخارا و عراق و چشت و اجمیر	تری لو شمع ہر محفل ہے یا غوث
یہ چشتی، سہروردی، نقشبندی	ہر ایک تیری طرف آنکھ ہے یا غوث[۳]

نیز فرماتے ہیں ؎

ابن زہرا کو مبارک ہو عروس قدرت	قادری پائیں تصدق مرے دولھا تیرا
کیوں نہ قاسم ہو کہ تو ابن ابی القاسم ہے	کیوں کہ قادر ہو کہ مختار ہے بابا تیرا
کس گلستان کو نہیں فصل بہاری سے نیاز	کون سے سلسلہ میں فیض نہ آیا تیرا
مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر	کون سی چشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا[۴]

تو فاتحہ غوثیہ کا واقعہ سنانے کے بعد سید محمد محدث کچھوچھوی فرماتے ہیں کہ "اب میں سمجھا کہ بار بار مجھ سے جو فرمایا گیا کہ میں کچھ نہیں۔ یہ آپ کے جدامجد کا صدقہ ہے۔ وہ مجھے خاموش کر دینے کے لئے ہی نہ تھا اور نہ

---

[۱] انوار رضا، شرکت حنیفہ لمٹیڈ صفحہ ۲۷   [۲] بحوالہ ایضاً ص ۲۶۶

[۳] حدائق بخشش از قلم اعلیحضرت   [۴] بحوالہ ایضاً ص ۶

صرف مجھکو شرم دلانا ہی تھی۔"[1] اتنا فرمانے کے بعد آپ نے اعلٰحضرت کے بارے میں جو ریمارک دیئے۔ وہ بھی سینئے۔ فرماتے ہیں۔

"درحقیقت اعلٰحضرت غوث پاک کے ہاتھ میں چوں قلم در دست کاتب تھے۔ جس طرح کہ غوث پاک سرکار دوعالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ہاتھ میں چوں در دست کاتب تھے اور کون نہیں جانتا کہ رسولِ پاک اپنے رب کی بارگاہ میں ایسے تھے جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا۔ وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ۔"[2]

ایک بار اعلیٰ حضرت کی خدمت میں درج ذیل ابیات پیش کی گئیں اور ان کی صحت وعدم کے بارے میں رائے لی گئی ابیات یہ تھیں۔

رد بروئے احمد کے ہمکو	خوش وسیلہ آج تم ہو
خادموں میں ہمکو سمجھو	المدد یا عبدالقادر
تم شب معراج آکر	دوش برپائے پیمبر
سنے چڑھے عرشِ بریں پر	المدد یا عبدالقادر

ان ابیات کے بارے میں آپ نے جو رائے دی وہ آپ کی وسعت مطالعہ کی غمازہ، فن شعرگوئی کی مہارت کی عکاس اور بارگاہِ غوثیت میں آپ کی حد درجہ عقیدت کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ

"پہلے دو شعر اچھے ہیں اور پچھلے دو شعروں میں غلطی ہے۔ تفریح الخاطر وغیرہ میں یہ مذکور ہے کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شبِ معراج، حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوش مبارک پر پائے انوار رکھکر براق پر تشریف ہوئے اور بعض کے کلام میں ہے کہ عرش پر حضور اقدس کے تشریف لے جاتے وقت ایسا ہوا نہ یہ کہ حضور غوثیت پائے اقدس کندھے پر لے جاکر شبِ معراج خود عرش پر گئے۔ شاعر اگر یوں کہتا، مطابقِ روایت مذکور ہوتا۔

تھا تمہارا دوشِ اطہر	زینۂ پائے پیمبر
جب گئے عرش بریں پر	المدد یا عبدالقادر

صہ۱ انوارِ رضا ص۲۷ — صہ۲ انوار رضا۔ شرکت حنیفہ لمٹیڈ صفحہ ۲۷

یہ دونوں صورتوں کو شامل ہے۔ جب گئے یعنی جس وقت یا جس شب کہ اس میں پہلی صورت بھی داخل اور اگر ترجیع کا مصرع یوں ہوتا تو اور بہتر تھا کہ ع المدد یا غوثِ اعظم کہ خالی نام پاک کے ساتھ ندا بھی نہ ہوتی اور تقطیع سے لام بھی نہ گرتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[۱]

تفریح الخاطر وغیرہ کے حوالے سے اعلیٰحضرت نے جو کچھ فرمایا۔ وہ بذاتہٖ ایک مستقل اور علیحدہ موضوعِ بحث ہے۔ یہاں اس بحث کو چھیڑنا ہمارا موضوع نہیں۔ لہٰذا اِس سے صرفِ نظر۔ البتہ اس حقیقت کا اظہار و بیان ضروری اور اشد ضروری کہ مندرجاتِ مضمون کو "عنوانِ مضمون" کی روشنی میں دیکھا اور پرکھا جائے اور بس ..... کیونکہ اِس ضمن میں اعلیٰحضرت کی پیش کردہ کسی بھی بات سے کوئی بھی شخص اختلاف بلکہ شدید اختلاف کر سکتا ہے۔ مگر اس اختلاف کا مفہوم، ہرگز ہرگز یہ نہیں کہ ہم مدّاح و مداحِ، ہر دو میں سے کسی پر زبانِ طعن دراز کریں۔ کیونکہ بہت ممکن ہے کہ بعض باتیں ہماری عقل سے ماوراٰ ہوں اور ہم انھیں سمجھنے سے قاصر ہوں اور عدم علم کو علم بالعدم ٹھہراتے ہوں اور جیسا کہ سبھی جانتے ہیں کہ عدم علم کو علم بالعدم ٹھہرانا سخت ترین سفاہت ہے۔ بس خدا ہمیں اس سفاہت سے بچائے آمین

ایک بار اعلیٰحضرت کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا گیا کہ حضور غوث پاک کے نام پر انگوٹھے چومنا کیسا ہے ؟ آپ نے اس کا جو جواب مرحمت فرمایا۔ وہ جہاں ان کے ایک قوت استدلال پر بیّن دلیل ہے۔ وہیں وہ ان کی مکمل انشا پردازی پر دال بھی ہے۔ فرماتے ہیں کہ

"حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، حضور اقدس و انور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثِ کامل و نائب تام و آئینہ ذات ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنی صفات جمال و جلال و کمال و افضال کے ان میں متجلّی ہیں۔ جس طرح ذاتِ احدیتِ عزت مع جملہ صفات و نعوت جلالیت آئینہ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تجلی فرما ہے۔ من رآنی فقد رای الحق۔ تعظیم غوثیت عین تعظیم سرکارِ رسالت ہے اور تعظیم سرکارِ رسالت عین تعظیم حضرت عزّت ہے جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ مثل صلاۃ بالا استقلال ان تعظیموں میں نہیں جن کو شرع مطہر نے شانِ نبوت سے خاص فرما دیا ہو تو وہی آیات و احادیث و ارشادات آئمہ قدیم و حدیث اس کے جواز میں بھی کافی، کفانا الکافی فی الدارین۔[۲]

حضور نبی اکرم کے نام نامی پر انگوٹھے چومنے کا مسئلہ، چونکہ اب ایک متنازعہ امر بن چکا ہے۔ ایسے میں جب ہم اعلیٰ حضرت کا، غوث اعظم کے نام پر انگوٹھے چومنے کا مسئلہ پڑھتے ہیں تو یقیناً حیرت ہوتی ہے لیکن اگر

---

[۱] فتاویٰ افریقہ۔ سوال نمبر ۴۶-۴۷ از رشحات قلم اعلیٰحضرت ص ۶۱-۶۲
[۲] فتاویٰ افریقہ۔ مسئلہ نمبر۸ از رشحات قلم ص ۱۱۶

قدرے تفکّر سے کام لیا جائے تو بہت جلد یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ محبّ کا اپنے محبوب کے نام پر انگوٹھے چومنا دراصل اس کے دل میں دبی ہوئی، بے پاس محبت و عقیدت کا اظہار ہے اور بس ..... لہٰذا اس اظہار و بیان کو محض علامتِ محبت سمجھا جائے نہ کہ نشانِ علامت۔

فتاویٰ افریقہ میں مسئلہ نمبر ۸۳ کا بالتفصیل جواب دیتے ہوئے ایک مقام پر رقمطراز ہیں کہ "حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی کہ اگر کوئی شخص، حضور کا نام لیوا ہو اور اس نے حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کی ہو نہ حضور کا خرقہ پہنا ہو۔ کیا وہ حضور کے مریدوں میں شمار ہوگا، فرمایا۔ انتمی الی وتسمی لی قبلہ اللہ تعالیٰ وتاب علیہ ان کان علی سبیل مکروہ وھو من جملۃ اصحابی وان ربی عزوجل وعدنی ان یدخل اصحابی واھل مذھبی وکل محب لی الجنۃ۔ یعنی جو اپنے آپ کو میری طرف نسبت کرے اور اپنا نام میرے غلاموں کے دفتر میں شامل کرے اللہ اسے قبول فرمائے گا اور اگر وہ کسی ناپسندیدہ راہ پر ہو تو اسے توبہ دے گا اور وہ میرے مریدوں کے زمرے میں ہے اور بے شک میرے رب عزوجل نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے مریدوں اور ہم مذہبوں اور میرے ہر چاہنے والے کو جنّت میں داخل فرمائے گا۔"

مندرجہ بالا تحریر غوث اعظم کی ہے۔ اس پر اعلیٰحضرت کو کس درجہ اعتقاد اور یقین تھا، اس کا اندازہ ذیل کے اشعار سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

نزع میں، گور میں، میزان پہ، سرِ پل پہ کہیں — نہ چھٹے ہاتھ سے دامانِ معلّی تیرا
دھوپ محشر کی وہ جانسوز قیامت ہے مگر — مطمئن ہوں کہ میرے سر پہ ہے پلّہ تیرا
بہجت اس سرّ کی ہے جو بہجۃ الاسرار میں ہے — کہ فلک وار مریدوں پہ ہے سایہ تیرا

نیز فرماتے ہیں ع

قادری کر، قادری رکھ، قادریوں میں اٹھا — قدرِ عبدالقادرِ قدرت نما کے واسطے [1]

اعلیٰحضرت کا عقیدہ تھا کہ حضور غوث پاک معدنِ فیض اور منبعِ انوار ہیں۔ چنانچہ جب آپ سے عرض کیا گیا کہ بیعت کے کیا معنی ہیں تو ارشاد فرمایا کہ "بیعت کے معنی ہیں بک جانا۔ سبع سنابل [2] شریف میں ہے کہ ایک صاحب کو سزائے موت کا حکم دیا گیا۔ جلاد نے تلوار کھینچی۔ وہ صاحب اپنے شیخ کے مزار کی طرف

---

[1] حدائق بخشش از رشحات قلم اعلیٰحضرتؒ

[2] نام مصنف میر عبدالواحد بلگرامی۔

رُخ کرکے کھڑے ہوگئے۔ جلاّد نے کہا کہ اس وقت تو قبلہ کی طرف منہ کرتے ہیں۔ فرمایا، تو اپنا کام کر۔ میں نے قبلہ کو منہ کرلیا ہے اور یہ بھی یہی بات کہ کعبہ قبلہ ہے جسم کا اور شیخ قبلہ ہے روح کا۔ اس کا نام ارادت ہے۔ اگر اس طرح صدق دل کے ساتھ ایک دروازہ پکڑے تو اس کو فیض ضرور آئے گا۔ اگر شیخ خالی ہے تو شیخ کا شیخ تو خالی نہ ہوگا اور بالفرض وہ بھی نہ سہی تو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو معدنِ فیض و منبع انوار ہیں۔ اُن سے فیض آئے گا۔ سلسلہ صحیح و متصل ہونا چاہیئے۔"[۱]

آپ نے اپنے اس اعتقاد کو اپنے ایک شعر میں یوں نظم کیا ؏

منبع فیض بھی ہے مجمع افضال بھی ہے ۔۔۔ مہرِ عرفان کا منوّر بھی ہے عبدالقادر[۲]

اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ

"آئمہ دین فرماتے ہیں کہ حضور غوث پاک کے دفتر میں قیامت تک کے مریدین کے نام درج ہیں جس قدر غلامی میں ہیں یا آنے والے ہیں۔ حضور پر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ربّ عزوجل نے مجھے ایک دفتر عطا فرمایا کہ منتہائے نظر تک وسیع تھا اور اس میں قیامت تک کے میرے مریدین کے نام تھے اور مجھ سے فرمایا وَهَبْتُهُمْ لَكَ، میں نے یہ سب تمہیں بخش دیئے۔"[۳]

یہی وہ اعتقاد تھا کہ جس نے اعلیٰحضرت کو یہ کہنے پر مجبور کردیا تھا کہ ؏

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھکو نسبت ۔۔۔ میری گردن میں بھی ہے دُور کا ڈورا تیرا

اِس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے ۔۔۔ حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا

موت نزدیک، گناہوں کی تہیں میل کے خول ۔۔۔ آ برس جا کہ نہا دھولے یہ پیاسا تیرا[۴]

ایک بار اعلیٰحضرت کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ غوث ہر زمانہ میں ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہتے اور نہ رہ سکتے ہیں۔ پھر عرض کیا گیا کیا غوث کے مراقبے سے حالات منکشف ہوتے ہیں؟ ارشاد فرمایا نہیں بلکہ انھیں ہر حال یوں ہی مثل آئینہ پیشِ نظر ہے۔ (اس کے بعد ارشاد فرمایا) ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں۔ غوث کا لقب عبداللہ ہوتا ہے اور وزیر دستِ راست عبدالرّب اور وزیر دست چپ عبدالملک۔ اس سلطنت میں وزیر دست چپ، وزیر دستِ راست سے اعلیٰ ہوتا ہے بخلاف

---

[۱] ملفوظاتِ اعلیٰحضرت از مفتی اعظم ہند محمد مصطفےٰ رضا خان صاحب ص۱۸۹ [۲] حدائق بخشش از رشحاتِ قلم اعلیٰحضرت

[۳] ملفوظاتِ اعلیٰحضرت حصہ دوم از مفتی اعظم محمد مصطفےٰ رضا خان صاحب ص۱۰ [۴] حدائق بخشش حصہ اول از رشحات قلم اعلیٰحضرت

سلطنت دنیا کے۔ اس لئے یہ سلطنت قلب ہے اور دل جانب چپ۔ غوث اکبر و غوث ہر غوث حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ صدیق اکبر حضور کے وزیر دست چپ تھے اور فاروق اعظم وزیر راست۔ پھر امت میں سب سے پہلے درجۂ غوثیت پر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممتاز ہوئے اور وزارت امیر المومنین فاروق اعظم و عثمان غنی رضی اللہ عنہما کو عطا ہوئی۔ اس کے بعد امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ، و مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم وامام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر ہوئے۔ پھر مولیٰ علی کو اور امامین محترمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما غوث ہوئے۔ امام حسن عسکری رضی کے بعد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے۔ ان کے بعد سیدنا غوث اعظم مستقل غوث، حضور تنہا غوثیت کبریٰ کے درجہ پر فائز ہوئے۔ حضور غوث الاعظم بھی ہیں اور سید الافراد بھی۔ حضور کے بعد جتنے ہوئے اور جتنے اب ہوں گے۔ حضرت امام مہدی تک سب نائب حضور غوث الاعظم ہوں گے۔ پھر امام مہدی کو غوثیت کبریٰ عطا ہوگی ؎۱

اعلیٰحضرت کی اس تحقیق کا ماخذ کیا ہے۔ وہ ہمیں نہیں معلوم۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ آپ نے اپنی بات جس قرینے اور سلیقے سے پیش فرمائی ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ اس میں لفظ "غوث" کی جو تشریح کی گئی ہے شاید کسی کو اس سے اختلاف ہو۔ تاہم یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ کی یہ تشریح قریب از فہم ہے بعید از فہم نہیں۔ بقول اعلیٰحضرت، چونکہ ابھی تک ظہور امام مہدی نہ ہو سکا۔ اس لئے تاحال شیخ عبدالقادر جیلانی ہی "غوث الاعظم" ہیں۔ اسی اعتقاد کے سبب اعلیٰحضرت نے ان کے بارے میں جو منظوم تاثرات پیش کئے ہیں وہ یہ ہیں ؏

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا	اُونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا	اولیا ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا
تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا	تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا
جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے	سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا تیرا
بقسم کہتے ہیں شاہان صریفین و حریم	کہ ہوا ہے نہ ولی کوئی ہمتا تیرا
تجھ سے اور دہر کے اقطاب سے نسبت کیسی	قطب خود کون ہے خادم تیرا چیلا تیرا

؎۱ ملفوظات اعلیٰحضرت حصہ اوّل از مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب

سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبے کا طواف　　کعبہ کرتا ہے طوافِ درِ والا تیرا [1]

اعلیٰ حضرت اپنے دوسرے سفرِ حج کی روئیداد میں ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

"جدّہ سے کشتی میں سوار ہوئے۔ کوئی تیس چالیس آدمی ہوں گے۔ کشتی بہت بڑی تھی جسے سامبیہ کہتے ہیں۔ اس میں جہاز کا سا مستول تھا۔ ہوا کے لئے پردے حسب حاجت مختلف جہات پر بدلے جاتے۔ جتنی ملاح کہ اس کام پر مقرر تھے ان کے کھولنے باندھنے کے وقت اکابر اولیائے کرام کو عجب اچھے لہجے میں ندا کرتے تھے۔ ایک حضور سیدنا غوثِ اعظم کو تو دوسرا حضرت سیدی احمد کبیر کو، تیسرا حضرت سیدی احمد رفاعی کو، چوتھا حضرت سیدی ابدل کو علی ھذا القیاس۔ ہر کشش پران کی یہ آوازیں عجب دل کش لہجے سے ہوتیں اور بہت خوش آتیں۔ ایک حبشی صاحب نے اپنی حاجت سے بہت زیادہ جگہ پر قبضہ کر رکھا تھا۔ ان سے کہا گیا۔ نہ مانے۔ معلوم ہوا کہ ان پر اثر ان دوسرے بصری شیخ عثمان کا ہے۔ میں نے ان سے کہا یا شیخ! انھوں نے کہا "الشیخ عبد القادر جیلانی یعنی شیخ عبد القادر جیلانی ہیں۔ (اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ان صاحب نے جب غوثِ اعظم کا نام لیا تو) ان کے اس کہنے کی لذت آج تک میرے قلب میں ہے۔" [2]

سبحان اللہ! یہ ہے سرکار غوثیت سے اعلیٰحضرت کی محبت و عقیدت گویا ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا　　میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

ایک بار کسی نے عرض کیا کہ کیا غوث اعظم کی شکل، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی تھی؟ آپ نے نفی میں جواب دیا تو عرض کیا گیا، پھر اس شعر کا کیا مطلب ہے ؎

نقشہ سایہ مدینہ صاف آتا ہے نظر　　جب تصور میں جماتے ہیں سراپا غوث کا

تو ارشاد فرمایا کہ اس کے معنی ہیں "جمالِ غوثیت آئینہ ہے جمالِ اقدس کا۔ اس میں وہ شبیہ مبارک نظر آئے گی۔" [3]

گویا ؎ قدِ بے سایہ ظلِّ کبریا ہے　　تو اس بے سایہ ظلّ کا ظلّ ہے یا غوث

یا ؎ مصطفےٰ کے تنِ بے سایہ کا سایہ دیکھا　　جس نے دیکھا مری جاں جلوۂ زیبا تیرا [4]

ایک بار آپ نے کھڑاؤں پہننے کے حوالے سے غوث اعظم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضور غوث اعظم بعد وضو کھڑاویں پہنا کرتے تھے۔" [5]

---

[1] حدائق بخشش حصہ اوّل از نسیمات قلم اعلیٰحضرت　[2] ملفوظات اعلیٰحضرت از مفتی اعظم ہند، حصہ دوم صفحہ نمبر ۱۵۳

[3] ملفوظات اعلیٰحضرت حصہ سوم از مفتی اعظم ہند صفحہ نمبر ۲۸۸　[4] حدائق بخشش از قلم اعلیٰحضرت

[5] ملفوظات اعلیٰحضرت حصہ سوم صفحہ نمبر ۳۰۲

یونہی ایک موقع پر آپ نے مرگی کے تذکرہ میں فرمایا کہ حضور غوث اعظم کے زمانے میں ایک شخص کو مرگی ہو گئی حضور نے فرمایا۔ اس کے کان میں کہہ دو کہ غوثِ اعظم کا حکم ہے کہ بغداد سے نکل جا۔ چنانچہ اسی وقت وہ اچھا ہو گیا اور آج تک بغداد مقدس میں مرگی نہیں ہوتی۔" [1]

گویا ع

حکم نافذ ہے تیرا، خامہ ترا، سیف تری — دم میں جو چاہے کرے دور ہے شاہا تیرا
دل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ دزد رجیم — الٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغریٰ تیرا
جس کو للکار دے آتا ہو تو الٹا پھر جائے — جس کو چمکار دے ہر پھر کے وہ تیرا تیرا
عرض آقا سے کروں عرض کہ تیری ہی پناہ — بندہ مجبور ہے، خاطر پہ ہے قبضہ تیرا [2]

ایک بار کسی نے عرض کیا کہ سیدی احمد زروق نے فرمایا ہے کہ جب کسی کو کوئی تکلیف پہنچے تو یا زروق کہہ کر ندا کرے۔ میں فوراً اس کی مدد کروں گا۔ تو ارشاد فرمایا "میں نے کبھی اس قسم کی مدد نہ طلب کی۔ جب کبھی میں نے استعانت کی یا غوث ہی کہا۔ یک در گیر محکم گیر۔" [3]

آپ کے اس قول کی صداقت آپ کے اس واقعہ سے بخوبی ملتی ہے کہ جس میں آپ نے فرمایا کہ

"میری عمر کا تیسواں سال تھا کہ حضرت محبوب الٰہی کی درگاہ میں حاضر ہوا۔ احاطہ میں مزامیر وغیرہ کا شور تھا۔ طبیعت منتشر ہوتی تھی۔ میں نے عرض کیا۔ حضور میں آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں اس شور و شغب سے مجھے نجات ملے۔ جیسے ہی پہلا قدم روضۂ مبارک میں رکھا۔ معلوم ہوا کہ سب ایکدم چپ ہو گئے ہیں۔ میں سمجھا کہ واقعی سب لوگ خاموش ہو گئے۔ قدم درگاہ سے باہر نکالا پھر وہی شور و غل تھا۔ پھر اندر قدم رکھا۔ پھر وہی خاموشی معلوم ہوا کہ یہ سب حضرت کا تصرف ہے۔ یہ بیّن کرامت دیکھ کر مدد مانگنی چاہی بجائے حضرت محبوب الٰہی کے نام مبارک کے، "یا غوث" زبان سے نکلا۔ وہیں میں نے اکسیر اعظم قصیدہ بھی تصنیف کیا۔" [4]

معلوم ہو کہ یہ قصیدہ ایک سو دس اشعار پر مشتمل ہے اور اس کی زبان فارسی ہے۔

آپ نے اپنی اسی عقیدت کا اظہار اپنی ایک نظم میں یوں قلمبند کیا ہے۔ ع

تری قدرت تو فطریات سے ہے — کہ قادر نام میں داخل ہے یا غوث
تصرف والے سب مظہر ہیں تیرے — تو ہی اس پردے میں فاعل ہے یا غوث

(حدائق بخشش)

صہ۱ ملفوظات اعلحضرت حصہ سوم صفحہ نمبر ۳۲ — صہ۲ حدائق بخشش حصہ اول از قلم اعلحضرتؒ

صہ۳ ملفوظات اعلحضرت حصہ سوم صفحہ نمبر ۳۲ — صہ۴ بحوالہ ایضاً

کسی نے عرض کیا کیا حضرت مجدد الف ثانی نے کہیں حضور غوث پاک پر اپنی تفضیل لکھی ہے تو آپ نے اس کا جواب مرحمت فرمایا وہ آپ کے وسعتِ مطالعہ اور قوت حافظہ دونوں پر دال ہے، فرمایا کہ مکتوبات کی اوّل دو جلدوں میں تو ایسے الفاظ ملیں گے۔ مگر تیسری جلد میں فرماتے ہیں کہ جو کچھ فیوض و برکات کا مجمع ہے۔ وہ سب سرکار غوثیت سے ملے ہیں۔ نور القمر مستفاد من نور الشمس۔ اسی میں لکھا ہے کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جو کچھ میں نے اگلی جلدوں میں کہا صحو سے کہا۔ نہیں، بلکہ زیادہ سُکر ہے۔"[۱]

شاید یہی وہ مضمون ہے کہ جسے آپ نے اپنی نظم میں یوں قلمبند کیا ہے۔ ؎

سُکر کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانیں — خضر کے ہوش سے پوچھے کوئی رتبہ تیرا

آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس — نشے والوں نے بھلا سُکر نکالا تیرا

وہ تو چھوٹا ہی کہا چاہیں کہ ہیں زیرِ حضیض — اور ہر اوج سے اونچا ہے ستارا تیرا[۲]

اور ایک دوسری نظم میں یوں فرمایا کہ ؎

مشائخ میں کسی کی تجھ پہ تفضیل — بحکمِ اولیاء باطل ہے یا غوث

جہاں دشوار ہو وہم مساوات — یہ جرأت کس قدر ہائل ہے یا غوث[۳]

ایک بار کسی نے اعلیٰحضرت کے سامنے یہ شعر پڑھا کہ ؎

اے یہ وہ عبد القادر محبوب سبحانی — کہ نابینا کو بینا چور کو ابدال کرتے ہیں

تو آپ نے معًا ارشاد فرمایا کہ "حضور غوثِ اعظم نے تو کافروں کو اوتاد و ابدال بنایا ہے۔"[۴]

بارگاہِ غوثیت میں اعلیٰ حضرت کا اندازِ عقیدت، ذرا اس شعر میں دیکھئے۔ جس میں آپ اپنے آپ کو بارگاہِ غوثیت میں، ایک ادنیٰ سگ کی حیثیت سے پکارے جانے کو اپنی بخت آوری کا ذریعہ سمجھ رہے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔ ؎

رضاؔ قسمت ہی کھل جائے جو گیلاں سے خطاب آئے — کہ تو ادنیٰ سگِ درگاہ خدامِ معالی ہے

اور ذیل کے شعر میں تو آپ کی عقیدت کیشی اپنے معراج کمال پر ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ؎

میری قسمت کی قسم کھائیں سگانِ بغداد — ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا

---

[۱] ملفوظاتِ اعلیٰحضرت حصہ سوم ص۳۲۳

[۲] [۳] حدائق بخشش از رشحاتِ قلم اعلیٰحضرت

[۴] ملفوظاتِ اعلیٰحضرت حصہ سوم ص۳۳

اعلحضرت کو حضور غوثِ اعظم سے جس قدر محبت و عقیدت تھی۔ یہ اُسی کا ثمرہ ہے کہ عرب و عجم کے علماء وفضلاء اور عوام اہلسنت ہر دو نے جہاں آپ کو امام اہلسنت اور مجدد الامۃ ایسے القابات سے یاد کیا وہیں "نائب غوث اعظم" جیسے عظیم وجلیل لقب سے بھی ملقب کیا۔ ملاحظہ ہو مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی کا وہ شعر، جس میں انھوں نے آپ کو نائب غوث الوریٰ کہا۔ ؎

تمہیں پھیلا ہے ہو علم حق اکنافِ عالم میں — امامِ اہلسنت، نائب غوث الوریٰ تم ہو[۱]

(اور دیکھئے اعلحضرت پر شائع ہونے والی کتاب، "نائب غوث"۔ از قلم محمد حنیف ازہری، شائع کردہ مکتبہ نظامیہ جامعیہ فریدیہ ساہیوال)

اعلحضرت نے حضور غوثِ پاک، سرکار بغداد، سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں اپنی ارادت و عقیدت سے مرصع گلدستے نظم و نثر، دونوں میں بارہا پیش کئے۔ مثلاً ۱۳۰۲ھ میں "اکسیر اعظم" نامی ایک قصیدہ بزبانِ فارسی رقم فرمایا۔ (جس کا حوالہ پیچھے بھی گزرا) ۱۳۰۴ھ میں سلسلۃ الذہب نافیۃ الادب" نامی شجرۂ عالیہ قادریہ منظوم بزبانِ فارسی رقم فرمایا۔ ۱۳۰۵ھ میں "ذریعۂ قادریہ" نامی چوہتر اشعار پر مشتمل ایک طویل منقبت بزبان اُردو تحریر فرمائی۔ ۱۳۰۹ھ میں سراسٹھ رباعیوں پر مشتمل "نظم معطر" نامی ایک طویل نظم بزبان فارسی تحریر فرمائی۔ ۱۳۱۰ھ میں "فتاویٰ کراماتِ غوثیہ" نامی رسالہ بزبان عربی اور فارسی تصنیف فرمایا۔ ۱۳۲۱ھ میں بزبان عربی اور فارسی، ایک نظم مع مدعا رقم فرمائی جس کا نام "وظیفۂ قادریہ" رکھا۔ یہ نظم ایک سو اکیس اشعار پر مشتمل ہے۔ آپ کے قصیدۂ غوثیہ پر کچھ اعتراضات کئے گئے تھے، جس کے جواب میں آپ نے بزبانِ اردو ایک رسالہ رقم فرمایا جس کا نام ہے "الزمزمۃ القمریہ فی الذب عن الخمریہ" ۱۳۰۵ھ علاوہ ازیں آپ نے ۱۳۰۵ھ میں "انہار الانوار من صبا صلوٰۃ الاسرار" نامی بزبانِ عربی ایک مختصر سا رسالہ بھی تحریر فرمایا جس میں طریقہ و نکاتِ نمازِ غوثیہ شریفہ مذکور ہے۔"[۲]

اعلحضرت نے غوث پاک کی شان میں پورے سو اشعار پر مشتمل ایک طویل منقبت اور کہی ہے جو حدائق بخشش حصہ سوئم میں شامل اشاعت ہے۔ اس میں سے چند اشعار اہل محبت کیلئے پیشِ خدمت ہیں۔

اور نعت

اسی طر

یوں ہی ا

چند مخ
عقیدت
پر فائز

---

[۱] تذکرہ اکابر اہلسنت   مرتب:- محمد عبدالحکیم شرف قادری صفحہ نمبر ۲۳۷

[۲] بحوالہ انوار رضا - شرکت حنیفہ لمیٹڈ، لاہور، صفحہ نمبر ۳۴۰، نمبر ۳۴۲ اور نمبر ۳۴۳

تری جاگیر میں ہے شرق و غرب　　قلمرو میں حرم تا حل ہے یا غوث
تو اپنے وقت کا صدیق اکبر　　غنی و حیدر و عادل ہے یا غوث
سخن ہیں اصفیاء تو مغز معنیٰ　　بدن ہیں اولیاء تو دل ہے یا غوث
اگر وہ جسم عرفاں ہیں تو تو آنکھ　　اگر وہ آنکھ ہیں تو تل ہے یا غوث
صحابیت ہوئی ، پھر تابعیت　　بس آگے قادری منزل ہے یا غوث
یہ چشتی، سہروردی ، نقشبندی　　ہر ایک تیری طرف آئل ہے یا غوث
رضؔا کے سامنے کی تاب کس میں　　فلک وار اس پہ تیرا ظلّ ہے یا غوث

علاوہ ازیں ، اعلیٰ حضرت نے حضور غوث پاک کا تذکرہ ، منقبتوں کے علاوہ مختلف نظموں اور نعتوں میں کیا ہے۔ مثلاً ایک نعت میں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں عرض کرتے ہیں۔ ؎

تیری سرکار میں لاتا ہے رضؔا اسکو شفیع　　جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

اسی طرح ایک نظم میں مطلع اور پھر اس کا مقطع دیکھئے۔ فرماتے ہیں۔ ؎

اللہ ، اللہ کے نبی سے　　فریاد ہے نفس کی بدی سے
ہیں پشت پناہ ، غوث اعظم　　کیوں ڈرتے ہو تم رضا کسی سے

یونہی ایک اور نظم کا مطلع اور مقطع دیکھئے ارقام فرماتے ہیں۔ ؎

دشمن احمد پہ شدت کیجئے　　ملحدوں کی کیا مروّت کیجئے
غوث اعظم آپ سے فریاد ہے　　زندہ پھر یہ پاک ملّت کیجئے

بارگاہِ غوثیت میں آپ نے اعلیٰحضرت کی عقیدت والفت، احترام وادب اور نیازمندی کے چند نمونے ملاحظہ کئے۔ یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے کہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب رح عقیدت ، ادب اور نیازمندی کے انہی مراحل سے گزرتے ہوئے۔ نیابت غوث کے منصب پر فائز ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی تمام اللہ والوں کا نیازمند بنائے۔ (آمین)

وما علینا الا البلاغ المبین

ڈاکٹر عبد الغنی
ایم اے۔ پی۔ ایچ ڈی

امام احمد رضا خاں بریلوی
اور
اُن کے فیوض و برکات

اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق دل میں دو تاثرات موجود ہیں۔ ایک آپ کا علم و فضل اور دوسرے محبت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم۔ عربی زبان پر عبور، تفسیر و حدیث اور فقہ میں کامل دسترس۔ حتیٰ کہ علومِ ریاضی کے بھی ماہر۔ اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ ان علمی فضائل کے بوجھ کے نیچے اُن کا وجدان دبا نہیں بلکہ پوری آب و تاب اور جولانی کے ساتھ کام کرتا رہا اور یہ اُس بے پناہ محبت کی بنا پر تھا جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے اُنہیں تھی۔ مقامِ مصطفےٰ کا اُنہیں ایسا عرفان عطا ہوا تھا کہ یہ اُن کی شخصیت پر پوری طرح غالب آگیا۔ جس بے ساختہ پن سے اور جذبات کی جس روانی کے ساتھ وہ نعت کہتے ہیں اس کی مثال بمشکل ملے گی۔ ذرا نظر دوڑائیں اُن کے رُوح پرور اور ذہن افروز درود و سلام کو کس قدر پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔ بہت کم مساجد ایسی ہوں گی جہاں یہ نہ پڑھا جاتا ہو۔ چھوٹے چھوٹے معصوم بچے کس شیفتگی اور کس ذوق و شوق کے ساتھ اسے پڑھتے ہیں بچپنے ہی میں حضور رحمۃ للعالمین فداہ روحی کی محبت کا گراں بہا تحفہ اُن کے باطن کو اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے عطا ہو گیا۔ آگے بڑھ کر اسے جو برگ و بار کی نعمت غیر مترقبہ ملے گی، اُس کا اندازہ ذرا خود لگائیے۔

حضور خاتم النبیین علیہ التحیہ والسلام سے اس روز افزوں محبت اور عقیدت کا ایک پہلو اور بھی ہے اور وہ بھی بڑا مہتم بالشان ہے۔ ایک عاقبت نا اندیش انسان نے اُمّت کے مسلّمہ عقیدۂ ختمِ نبوت پر حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے احمد رضا خان بریلویؒ طاب ثراہ کو پیدا کر دیا جن کا عشقِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا جذبہ رفتہ رفتہ ہر ایک کے دل پر استیلا حاصل کر رہا ہے جو انشاء اللہ ہر قسم کی ظلّی اور بروزی نبوّت اور مسیح موعود کے متعلق مرزائے آنجہانی کے تمام مضحکہ خیز استدلال کا توڑ ثابت ہو گا اور اس کا اجرِ عظیم حضرت بریلوی کے نامۂ اعمال میں شمار ہو گا۔

غور فرمائیں ایک پاکیزہ فطرت بزرگ نے کیسے مبارک اثرات چھوڑے ہیں اور آئندہ کیلئے اس کے کتنے عظیم امکانات ہیں۔ وبیدہ التوفیق۔

~~~~ ✣ ~~~~
~~~~

ضیاء القادری

قصیدۂ نوریہ

امام احمد رضا

ہزار ہزار حمد وثنا وشکر وسپاس اُس نورِ مطلق کی جلوہ گاہ تجلیات میں جس کو قرآن مبین میں اللہ نور السمٰوٰت والارض کے اسم نورانی کے ساتھ یاد دلایا گیا اور ہزاراں ہزار درود وسلام اس نور مجسم نیر اعظم مہر عرب ماہ عجم آفتاب بدر شمس السماء بدر الدجیٰ مسند آرائے عرش رب العلا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات النور پر جس کو خالق حسن وجمال نے کہیں لقد جاءکم من اللہ نور کہیں شاہداً او مبشراً و نذیراً او داعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً کے روشن خطاب سے یاد فرمایا، حضور سراپا نور علیہ التحیۃ والثناء نے توحید واسلام کے انوار سے عالم رنگ و بو کا مقدر جگمگایا۔ ظلمتکدوں میں چراغ توحید جلایا۔ فصحاء عرب کو نطق نورانی عطا فرمایا حضرت حسان حضرت کعب حضرت عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کے ذوقِ شعر وادب کو چار چاند لگائے مسجد نبوی میں ان اصحاب جلیل سے اپنے نعت ومناقب کے اشعار خود بہ نفس نفیس سُنے ان کے حق میں دعائے مغفرت وبرکت فرمائی۔ بعض مواقع پر اپنی ردائے مبارک عطا فرما کر ان مداحین دربارِ نبوت کی عزت افزائی فرمائی ان روشن واقعات کی موجودگی میں صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضور پرنور شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنی مدح وثنا سننا محبوب تھا۔ اصحاب کرام میں بعض حضرات کا مذاق شعر وادب نہایت بلند تھا۔

فارسی شعرا نے ہمیشہ حمد ونعت کو نہایت مخصوص طور پر اپنے کلام اور اپنے دیوانوں کی مقبولیت کا شاہکار بنا کر عنوان دیوان قرار دیا۔ فارسی شعرا میں عارف نامی حضرت مولانا جامی قدس سرہٗ السامی کو دربار نبوت سے خلعت قبولیت عطا ہوا۔

اردو شعرا میں اگر ایک طرف حضرات انیس و دبیر ومنیر ودیگر مرثیہ گو حضرات نے مدح ومناقب کو معراج کمال تک پہنچایا تو دوسری جانب حضرات امیر مینائی، محسن کاکوروی، رضوان مرادآبادی، رضا سندیلوی، حافظ پیلی بھیتی شاد عظیم آبادی۔ لطف، حسن، رضا بریلوی۔ اسیر۔ شرر۔ حامد۔ مذاق۔ لطف بدایونی نے نعت ومناقب میں غیر فانی شہرت حاصل کی اور اہل ایمان کو محبت وعقیدت حضور محبوب رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم واصحاب اہلبیت وائمہ

اولیائے معظمین کا درس دیا۔ دور حاضرہ میں ہندوستان و پاکستان کے اندر یادگار بزرگان سلف حجۃ الخلف حضرت قبلہ لسان الحسان شاعر اعظم اہلسنت حسان پاکستان استاذ الشعراء حضرت استاذی ملاذی مولانا شاہ ضیاء القادری البدایونی دام ظلہم الاقدس کی ذات گرامی قابل ہزار نازش و افتخار ہے جن کی ساری عمر حمد و نعت و مناقب ہی میں گزری ہزاروں شعراء حضرت قبلہ کے فیض کلام سے مستفیض ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ مدتوں خصوصیت کے ساتھ نعت گو شعراء کے سروں پر قائم رکھے۔ آمین

گزشتہ محرم کی مجالس پڑھنے کے لئے منجملہ دیگر علماء کرام کے حضرت شیر پنجاب عالم بے نظیر واعظ خوش تقریر مولانا ابو النور محمد بشیر صاحب قبلہ مدیر ماہ نامہ ماہ طیبہ سیالکوٹ آپ تشریف فرمائے کراچی ہوئے تھے آپ نے ماہ طیبہ کے میلاد نمبر کے لئے شعراء محترم کو دعوت دی۔ مصرعہ طرح شائع فرمایا۔

مصرعہ:۔ "باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا"

اور ماہ طیبہ کے ذریعہ پانچ پانچ شعر طلب فرمائے۔ راقم الحروف اور دیگر تلامذہ حضرت قبلہ نے برادر گرامی حضرت مختار صاحب اجمیری کی تحریک پر اشعار لکھے اور حضرت قبلہ کے سامنے اصلاح کے لئے پیش فرمائے یہ عاجز بدایوں میں اکثر اپنی جماعت کے ساتھ محافل میلاد شریف میں اعلیٰحضرت رضا بریلوی اور حضرت امیر بدایونی رحمۃ اللہ علیہما کے قصائد نور کے چند چند اشعار برسوں پڑھتا رہا ہے۔ بدایوں کے دیگر نعت خواں حضرات بھی انھیں دونوں بزرگوں کے قصائد نور کے اشعار پڑھتے ہیں۔ حضرت قبلہ نے ہم لوگوں کے اشعار دیکھ کر فرمایا کہ میاں ہمیں تو آجتک یہ واہمہ بھی پیدا نہ ہوا کہ اپنے دو واجب التعظیم بزرگوں کے نوری قصائد کی موجودگی میں خود کچھ لکھنے کی جسارت کریں مگر آپ لوگوں کی جرأت قابل حیرت ہے کہ ایسے جلیل القدر شعراء کے کلام کے سامنے اپنے چند چند اشعار پیش کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ اُن نورانی قصائد کے انوار سے تمہارے قلوب کو منور فرمائے۔

اس کے بعد حضرت قبلہ نے اُن دونوں قصائد کا آستانہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف میں آپ سے ساٹھ سال بیشتر پڑھا جانا اور مجمع کے تاثرات کا اظہار فرمایا میں نے درخواست کی کہ سرکار اپنے قلم سے اُس مبارک موقعہ کے حالات تحریر فرما دیں اور حضور بھی کچھ اشعار نور کی زمین میں ہمارے دل و دماغ منور کرنے کے لئے ارشاد فرما دیں اور حضرت اقدس مولانا شاہ امیر قادری رحمۃ اللہ علیہ بدایونی کا قصیدہ مرحمت فرمائیں تاکہ بطور یادگار ربیع الاوّل شریف ہم ان قصائد کو طبع کرائیں۔ ہماری درخواست

قبول ہوئی ناظرین کرام حضرت قبلہ کی زبان قلم سے آستانہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف کا وہ نورانی منظر سماعت فرمائیں۔
رئیس صدیقی قادری ضیائی بدایونی

میں نے محفل میں سنا ہے ہر قصیدہ نور کا
ہے مرے پیش نظر اب تک وہ نقشہ نور کا

یاد ایام میلہ درمے خانہ منزل داشتم — جام مے بردست ساقی بالمقابل داشتم
قصہ کوتاہ از حصول فیض پیر مے فروش — بود حاصل ہر تمنائیکہ در دل داشتم

میخانہ بغداد کے مست ساقی کی جلوہ گاہ جس کو ہم میر نجف کے متوالے ساقی چشت و عراق کے بادہ گسار صدیوں سے آستانہ عالیہ قادریہ کے نام سے یاد کرتے ہیں اور لاکھوں معینی قادری اس مقدس آستانہ کو بہشت عقیدت سمجھتے ہیں۔ یہ آستانہ مبارک بغداد و چشت کربلا و نجف مکہ و مدینہ کے فیوض باطنی کا مرکز ہے یہاں عرس قادری کے نام سے ہر سال عظیم الشان اجتماع ہوتا ہے۔ ایام عرس شریف میں در و بام سے ایک صدا گونجتی ہے۔

ہمنام غوث پاک ہے دولہا بنا ہوا ، ہے قادری فقیروں کا میلہ لگا ہوا

ہندوستان کے تمام اعراس میں عرس قادری کو ہی یہ انفرادی خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں تمام شرعی آداب ملحوظ رکھے جاتے ہیں۔ ہندوستان کے مشہور و معروف علماء و مشائخ اپنے مواعظ حسنہ سے حاضرین کو مستفیض فرماتے ہیں میں اب سے ساٹھ سال پیشتر کی ایک نورانی مجلس کا جو آستانہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف میں بسلسلہ عرس سالانہ حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ معین الحق فضل رسول القادری العثمانی قدس سرہ ہو رہی تھی تذکرہ کر رہا ہوں یہ عرس شریف اس زمانہ میں یکم لغاتیہ، رجادی الثانی ایک ہفتہ تک نہایت عظیم الشان پیمانہ پر ہوتا تھا۔ اعلیحضرت تاج الفحول محب رسول مولانا شاہ مظہر حق عبدالقادر العثمانی سیدنا فقیر نواز فقیر قادری البدایونی علیہ الرحمۃ سجادہ نشین اور حضرت مولانا شہید مرحوم حکیم شاہ عبدالقیوم القادری قدس سرہ مہتمم عرس شریف ہیں۔ ۵ رجادی الثانی ۱۳۱۷ھ ہجری ہے خوشگوار گرمی کا موسم ہے۔ آستانہ عالیہ قادریہ میں مولانا ہادی علی خاں لکھنوی علیہ الرحمۃ کا شہادت کا بیان ہو چکا ہے۔ مسند علماء و مشائخ پر اکابر علماء رونق افروز ہیں ایک دریں گاؤ تکیہ سے پشت لگائے صدر خانوادہ قادریہ مسند نشین آستانہ برکاتیہ نور مجسم فیض ہمہ تن فرزند محبوب ذو المنن قطب زمن حضرت سیدنا شاہ ابو الحسن قبلہ احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ جلوہ فرما ہیں۔ صحن و

معلی ہیں ہم شبیہ غوث الثقلین سیدنا مولانا حضرت شاہ علی حسین اشرفی میاں ۔ حضرت مولانا شیخ المشائخ سیدنا شاہ تجمل حسین جمن میاں شاہ ہیھا نپوری حضرت سید شاہ فخر عالم قادری حضرت نوشہ میاں قادری چشتی سنبھلی وحضرت سجادہ نشین آستانہ قادریہ رزاقیہ بالسہ شریف ۔ حضرت سجادہ نشین آستانہ عالیہ کالپی شریف حضرت مولانا حافظ سید شاہ عبدالصمد مودودی چشتی حافظ صحیح بخاری سہسوان ، حضرت مولانا مجدد مائۃ حاضرہ شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی ۔ حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف سمنانی کچھوچھوی ۔ حضرت مولانا شاہ محمد فاخرہ بیخود اجملی الہ آبادی حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی ۔ مولانا ہادی علی خاں سیتاپوری ، مولانا ہدایت رسول لکھنوی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ۔ نیز مارہرہ شریف ، بریلی ، بدایوں ، پیلی بھیت وغیرہ کے اکابر علماء و ادباء و شعراء موجود ہیں ۔ شہادت کا وعظ جس میں تفرع و زاری کا خصوصی کیف ہا معین پر طاری تھا ختم ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضرت شہید مرحوم مولانا شاہ عبدالقیوم منتظم عرس شریف اعلیٰحضرت سیدنا فقیر نواز فقیر قادری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جو حسب عادت کریمہ سفید چادر اوڑھے دروازہ آستانہ عالیہ پر استادہ تھے کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نعت شریف پڑھنے والی ایک جماعت کو ہمراہ لئے ہوئے درگاہ شریف میں داخل ہوئے ان کو تخت پر بیٹھنے کی اجازت دی اور خود مجمع کو مخاطب فرمایا ۔ اعلان کیا کہ تمام حضرات سکون و اطمینان سے تشریف رکھیں ۔ ہمارے شہر کے مشہور نعت خواں حافظ عبدالحبیب قادری ۔ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد صاحب کی نو تصنیف قصیدہ نور پڑھیں گے ارباب ذوق اس نورانی قصیدہ کو طمانت قلب کے ساتھ سن کر انشاء اللہ المجید بیحد کیف اندوز ہوں گے ۔

حافظ عبدالحبیب قادری مرحوم مولوی محلہ بدایوں کے معزز طبقہ کے فرد تھے ۔ سرے میں ملازم نہایت خوش گلو تھے ۔ بڑی پاٹ دار آواز تھی ۔ شہر میں بے حد مقبول تھے ۔

آپ نے پیش خوانی میں ؎

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب ۔۔۔۔ ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

اور اردو کی نظمیں پڑھیں ۔ اس کے بعد اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کا مشہور قصیدہ نورانی یعنی ؎

صبح طیبہ میں ہوتی بٹتا ہے باڑا نور کا ۔۔۔۔ صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

پڑھنا شروع کیا ۔ ایک خاص بات عرض کردوں آجکل درگاہ معلی کا صحن مسقف ہے ڈاٹ لنٹر وغیرہ

کی چھت ہے۔ اس زمانہ میں صحن کھلا ہوا تھا۔ سرخ ٹول کا نہایت حسین خوشنما شامیانہ صحن پر تنا ہوا تھا۔ ا رہجے دن کے بعد قصیدہ نور شروع ہوا تھا۔ صحن درگاہ تمام مقدس نورانی بزرگوں سے بھرا ہوا تھا۔ آفتاب کی شعاعیں سرخ شامیانہ سے چھن چھن کر نعت خوانوں کے لب و دہن اور حاضرین کے رُخ ہائے روشن کو چومنے میں مصروف تھیں۔ شامیانہ سے نور چھن رہا تھا۔ در و دیوار سے نور نور کا نغمہ بلند تھا۔ علما و مشائخ ادبا شعراء حاضرین محفل کیف و سرور کے عالم میں سبحٰن اللہ و صلّ علیٰ کے مودبانہ تحسین و آفرین میں مشغول تھے ایک ایک شعر چار چار پانچ پانچ بار پڑھوایا جا رہا تھا۔ ہر شخص پر وجد طاری تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ انوار الٰہی کی بارش ہو رہی ہے حافظ حبیب صاحب نے پورا قصیدہ صاحب عرس کے حضور اور مصنّف قصیدہ کی موجودگیں پڑھا اور ایک بجے کے قریب ختم کیا جس وقت حافظ صاحب نے مقطع پڑھا۔

لے رضا یہ احمد نوری کا سارا فیض ہے ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

حضرت سیدنا شاہ احمد نوری قدس سرہٗ نے جو گردن جھکائے ہوئے مراقب نظر آ رہے تھے گردن مبارک بلند فرمائی۔ دست دعا اٹھائے حضرت فاضل بریلوی والہانہ انداز کے ساتھ اٹھے زبان سے چیخ نکلی اور حضرت میاں صاحب قبلہ کے زانوئے اقدس پر سر رکھدیا۔

حضرت شہید ملّت علیہ الرحمۃ نے حضرت فاضل بریلوی کو مبارکباد دی اور محفل میں اعلان فرمایا کہ حضرات آپ کے قلوب فاضل بریلوی کے نورانی قصیدہ نے یقیناً منور فرمائے اب میں آپ کو دوسری خوشخبری سناتا ہوں کہ شب کے جلسہ میں ہمارے محترم دوست خان صاحب مولانا علی احمد خان صاحب اسیر بدایونی کا قصیدہ نورانی پڑھا جائے گا۔ انشاء اللہ المجید اس قصیدہ سے بھی آپ اتنا ہی محظوظ ہونگے۔ تمام علما و مشائخ اور شعراء و ادیب حضرات تشریف لائیں اولاً ہمارے مشہور واعظ برادر محترم مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی وعظ فرمائیں گے بعدہٗ دوسرا نورانی قصیدہ پڑھا جائے گا۔

غرض دن گذارا آستانہ عالیہ قادریہ کا لنگر عشاء سے قبل تقسیم ہو گیا عشاء کے وقت تک تمام درگاہ معلّی رنگ برنگ کے شیشہ آلات کی روشنی سے جگمگا کر بقعہ نور بن گئی۔ عشاء کی نماز کے بعد شب کی محفل کا آغاز ہوا ابتداً نعت خوانی ہوئی۔ حضرت مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی کے کلام میں بلا کی کشش تھی آپ کے وعظ کا جہاں اعلان ہوا وہاں مخلوق الٰہی ٹوٹ پڑتی تھی۔ شب کی محفل بڑی درگاہ مجیدی میں ہوتی تھی۔ دونوں درگاہیں تمام احاطہ آستانہ قادریہ کثرت اژدھام کے باعث پُر نظر آتے ہیں۔ بارہ بجے کے قریب وعظ ختم

ہوا اور قصیدہ خوانی کا مکرر اعلان ہوا۔

اس فقیر کی عمر اُس وقت ۱۸ سال کے قریب تھی۔ شعر فہمی شعر گوئی کا شباب نہ سہی مگر ادبی مذاق ضرور شباب پر تھا دن میں قصیدہ کی مقبولیت اس کے اعلیٰ معیار تحسین و آفرین کے نغموں نے مجھے اس یقین کرنے پر مجبور کر دیا تھا کہ اب دوسرا قصیدہ کامیاب نہ ہو سکے گا۔ پھر چونکہ قصیدہ بھی میرے اب مجازی اور مربی و استاذ کا قصیدہ تھا اس لئے اعلان کے بعد سے ہی میرے اضطراب میں ترقی تھی۔ چنانچہ میں نے کھانے کے وقت حضرت قبلہ مولانا امیر علیہ الرحمۃ سے عرض کی چونکہ حافظ غلام حبیب صاحب سے زیادہ بہتر کوئی دوسرا پڑھنے والا نہیں ہے اور وہ دوسرا قصیدہ اس محنت کے ساتھ پڑھ بھی نہ سکیں گے اس لئے قصیدہ کے کامیاب ہونے میں شک معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا تم بچہ ہو میں نے ایسے بہترین پڑھنے والے فراہم کرتے ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ محفل کو درہم برہم کر دیں گے۔

چنانچہ اعلان کے بعد مشائخ و علما تخت کے گرد و پیش اور شعراء چاروں طرف بیٹھ گئے۔ حاضرین عرس جو درگاہ بازار میں اِدھر اُدھر ٹہل رہے تھے دونوں درگاہوں میں جمع ہو گئے۔

میں نے دیکھا کہ مولانا اسیرؒ اپنے ہمراہ شیخ سخاوت حسین غزنوی، شیخ نثار احمد غزنوی۔ مرزا یعقوب بیگ کتب فروش۔ حافظ محمود احمد کو جو سب کے سب متشرع تھے لائے اور تخت پر بٹھایا۔ میں نے کبھی ان حضرات کو محافل میلاد میں پڑھتے نہیں دیکھا تھا ان حضرات نے اوّل تو فاتحہ خوانی کی درخواست کی اس کے بعد فارسی کی مشہور رباعی :-

پیش از ہمہ شاہان غیور آمدۂ	ہر چند کہ آخر بظہور آمدۂ
اے ختم رسل قرب تو معلوم شد	دیر آمدۂ زراہ دور آمدۂ

سوز کے لہجہ میں اس انداز سے پڑھی کہ تمام محفل متوجہ ہو گئی۔ بعض لوگوں کے اصرار پر دوبارہ پھر دوسری دھن میں تیسری مرتبہ تیسری طرز پر اور چوتھی مرتبہ پھر اسی رباعی کو نئے انداز سے پڑھا۔ تمام مجمع میں ایک خاص لہر دوڑ گئی۔ ساری مجلس مسخر معلوم ہوتی تھی۔ یہ لوگ موسیقی کے ماہر شہر کے شریف افراد اور ازیں نہایت مترنم گلے بہترین سوز و گداز میں ڈوبے ہوئے۔ نصف رات گذر چکی ہے نور و ظہور کا وقت ہے۔ غرض ان حضرات نے حضرت مولانا اسیر رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدہ شروع کیا

مرحبا آیا عجب موسم سہانا نور کا	بلبلیں گاتی ہیں گلشن میں ترانا نور کا

مولانا حسن بریلوی مولانا شایق عباسی، مولانا حافظ پیلی بھیتی۔ سید بیباک شاہجہانپوری نے تحسین و

آخر میں حاضرین نے سبحان اللہ کے نغمے بلند کئے مطلع ہی سے آثار قبولیت نمایاں ہونے لگے کچھ ایسا سماں بندھا کہ ساری محفل سرور کیف میں سرشار تھی۔ جتنا وقت گزرتا جاتا تھا انوار الٰہی کی اسمان سے پھوار پڑتی معلوم ہوتی تھی روشنی کے قمقمہ درختوں کے پتے فلک کے ستارے نور میں ڈوبے ہوئے معلوم ہوتے نصف شب کی مترنم آواز جنگل کی فضاؤں کو عبور کرتی ہوئی شہر کے دور دراز محلوں کہیڑہ، نواده، نئی سرائے، میراں سرائے تک پہنچی آسودگان خواب کو چونکایا۔ لوگ بستروں سے اُٹھ اُٹھ کر آستانہ معلی کی طرف آنا شروع ہوئے ہرایک آنے والا محوحیرت تھا کہ نور والے نے کیسی نورافشانی فرمائی کہ ہم خود بخود درگاہِ معلی کی طرف گھروں سے چل کھڑے ہوئے۔ ایک ایک شعر اہل ذوق کی فرمائش پر کئی کئی بار پڑھایا جاتا تھا۔ چار بجے کے بعد جس وقت مؤذن نے اذان فجر کہی ہے تو غزلوی صاحبان یہ مقطع پڑھ رہے تھے۔ ؏

نور کی بارش چھما چھم ہوتی آتی ہے ابھی لو رضا کے ساتھ بڑھ کر تم بھی حصہ نور کا

کلام الملوک ملوک الکلام در خدا رسیدہ عشاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبی تاثرات نورانی فضاؤں میں گونجے۔ بار ہا یہ قصائد سنے اور یقیناً جذبات ایمانی تازہ ہوئے مگر آستانہ عالیہ قادریہ کا وہ روحانی وکیف افریں منظر بقول شخصے وہ دھوپ تھی جو ساتھ گئی آفتاب کے "دوبارہ نصیب نہ ہوا۔

دونوں قصیدوں کی شہرت آستانہ قادریہ کے حاضرین کے ذریعہ دور پہنچی۔ بدایوں کی محافل میں یہ قصائد بکثرت پڑھے گئے۔ بعض ہمارے رفیق شاعری شہری حضرات نے جواب میں قصیدے کہے۔ مگر چونکہ ان میں خلوص نہ تھا اس لئے شرف قبولیت سے محروم ہے۔ اس فقیر کو ساٹھ برس گزر جانے اور بے شمار باران قصائد کو سننے کے باوجود کبھی بھولے ہوئے بھی یہ خیال پیدا نہ ہوا کہ اس زمین میں کچھ عرض کرے۔

مگر عجیب حسن اتفاق ہے کہ حضرت محترم مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب دام مجدہم نے ماہ محرم میں بروقت ملاقات تذکرہ کیا کہ ہمارے صاحبزادہ نے میلاد نمبر کے لئے ماہ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا مصرعہ طرح دے دیا ہے۔ بات رفت گزشت ہوگئی ایک روز رسالہ ماہ طیبہ اور اپنی غزل نور کی زمین میں لکھ کر عزیزی مختار اجمیری سلمہٗ لائے اور اس کے بعد چند دوسرے اعزا بھی غزلیں لائے میں نے اصلاح کے بعد غزلیں واپس کر دیں۔ میں عصر کی نماز سے فارغ ہو کر چارپائی پر تھکا ماندہ لیٹ جاتا ہوں اگر ملاقاتی حضرات نہیں آتے تو دماغ نعت شریف کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔

ایک دن حسب معمول فیضان رسالت کی شمیم جانفزا نے قلب کو بیدار کیا انوار حضور جان نور

نے ذہن کو چمکایا۔ خود بخود نورانی اشعار بقدر ظہور پذیر ہونا شروع ہوئے۔ حافظہ جواب دے چکا ہے۔ دوسرے کے بعد پہلا اور تیسرے چوتھے شعر کے بعد دوسرا شعر بھول جاتا ہوں۔ چارپائی سے اٹھ کر چراغ کے سامنے آبیٹھا بہت سے شعر تھوڑی سی دیر میں لکھ لئے اور بعد نماز عشاء اسی نورانی فضا میں سو یا مگر اشعارِ نور وارد ہو رہے تھے۔ تہجد کے بعد بھی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ صبح کے معمولات سے فارغ ہو کر رات کے اشعار کی طرف توجہ کی۔ کچھ بھولا کچھ لکھے کچھ تازہ اشعار ذہن میں آئے غرضکہ پچاس کے قریب اشعار دماغ سے کاغذ پر قلمبند ہوگئے۔ پھر قافیہ پیمائی کی نوبت آئی اسی طرح ساٹھ سے زیادہ شعر ایک ہی ردیف میں سامنے آگئے۔ چونکہ ارسال کی عمر سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص سے فقیر کو اپنے محبوب کی نعت اور دیگر محبوبان بارگاہ کی مناقب کی نعت عطا فرمائی ہے اس لئے نعت ومناقب میری فطرت ثانیہ بن چکی ہے۔ بعض احباب کا اصرار ہے کہ اس نور نامے کو جداگانہ چھپوایا جائے۔ میں نے خیال کیا کہ ایک مرتبہ میں نے رسالہ الایمان دہلی میں حضرت مولانا رضا بریلوی اور حضرت مولانا امیر بدایونی کے قصاید ساتھ ساتھ مولانا مظہر الدین شہید ملت کی فرمائش پر اپنے انھیں تاثرات کے ساتھ شائع کرائے تھے۔ اسکے بعد حضرت مولانا امیرؒ کا قصیدہ ماہنامہ آستانہ دہلی میں بھی شائع ہوا تھا۔ لیکن یہ بھی چھپ کر چھپ گیا۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کا قصیدہ بارہا ان کے دیوان کے ساتھ شائع ہوتا رہتا ہے اس لئے آستانہ کی ورق گردانی شروع کر کے حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدہ تلاش کیا دوران تلاش میں آستانہ کے اندر اپنے فرزند دلبند مولوی محمد اظہر الحق یوسف میاں قادری ایم اے۔ سلمہٗ کی نعت شریف کی ایک غزل اسی نور کی زمین نظر سے گزری اس مجموعہ قصائد کو احباب کے اصرار خصوصاً عزیزی رئیس میاں سلمہٗ کے پیہم تقاضوں سے مجبور ہو کر ناظرین کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ پڑھنے والے اپنی دعاؤں میں فقیر کو یاد رکھیں۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

قصیدہ نورانی

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

صبح طیبہؔ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا	صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
باغ طیبہؔ میں سہانا پھول پھولا نور کا	مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

بارہویں کے چاند کا مُجرا ہے سجدہ نور کا — بارہ برجوں سے جھکا ایک ایک ستارا نور کا

ان کے قصرِ قدر سے خلد ایک کمرہ نور کا — سدرہ پائیں باغ میں ننھا سا پودا نور کا

عرش بھی فردوس بھی اس شاہ والا نور کا — ماہ سنت مہرِ طلعت لے لے بدلا نور کا

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا — بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالا نور کا — نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

تیری ہی جانب ہے پانچوں وقت سجدہ نور کا — رُخ ہے قبلہ نور کا ابرو ہے کعبہ نور کا

پشت پر ڈھلکا سرِ انور سے شملہ نور کا — دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا — سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

بینی پر نور پر رخشاں ہے بکہ نور کا — ہے لواء الحمد پر اڑتا پھریرا نور کا

مصحفِ عارض پہ ہے خطِ شفیعہ نور کا — لو سیہ کارو مبارک ہو قبالہ نور کا

آبِ زر بنتا ہے عارض پر پسینہ نور کا — مصحفِ اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا

پیچ کرتا ہے فدا ہونے کو لمعہ نور کا — گردِ سر پھرنے کو بنتا ہے عمامہ نور کا

ہیبتِ عارض سے تھراتا ہے شعلہ نور کا — کفشِ پا پر گر کے بن جاتا ہے گپھا نور کا

شمعِ دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا — تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا

میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا — ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا — نور نے پایا ترے سجدے سے سیما نور کا

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا — سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

کیا بنا نامِ خدا اسرا کا دولہا نور کا — سر پہ سہرا نور کا بر میں شہانہ نور کا

بزمِ وحدت میں مزا ہوگا دوبالا نور کا — ملنے شمعِ طور سے جاتا ہے اکہ نور کا

وصفِ رُخ میں گاتی ہیں حوریں ترانہ نور کا — قدرتی بینوں میں کیا بجتا ہے لہرا نور کا

یہ کتابِ کن میں آیا طرفہ آیہ نور کا — غیرِ قائل کچھ نہ سمجھا کوئی معنیٰ نور کا

دیکھنے والوں نے کچھ دیکھا نہ بھالا نور کا — مَن رَاٰنی کیا یہ آئینہ دکھایا نور کا

صبح کردی کفر کی سچا تھا مژدہ نور کا
شام ہی سے تھا شب تیرہ کو دھڑکا نور کا

پڑتی ہے نوری بھرن امڈا ہے دریا نور کا
سر جھکا اے کشت کفر آتا ہے اھلا نور کا

ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تم کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

نسخ ادیاں کر کے خود قبضہ بٹھایا نور کا
تاجور نے کر لیا کچا علاقہ نور کا

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

بھیک لے سرکار سے لا جلد کاسہ نور کا
ماہ نو طیبہ میں بٹتا ہے مہینہ نور کا

دیکھ ان کے ہوتے نازیبا ہے دعویٰ نور کا
مہر لکھ دے یاں کے ذروں کو مچلکہ نور کا

یاں بھی داغ سجدۂ طیبہ ہے تمغا نور کا
اے قمر کیا تیرے ہی ماتھے ہے ٹیکا نور کا

شمع ساں ایک ایک پروانہ ہے اس با نور کا
نور حق سے لو لگائے دل میں رشتہ نور کا

انجمن والے ہیں انجم بزم حلقہ نور کا
چاند پر تاروں کے جھرمٹ سے ہے ہالہ نور کا

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذو النورین جوڑا نور کا

کس کے پردے نے کیا آئینہ اندھا نور کا
مانگتا پھرتا ہے آنکھیں ہر نگینہ نور کا

اب کہاں وہ تابشیں کیسا وہ تڑکا نور کا
مہر نے چھپ کر کیا خاصہ دھندلکا نور کا

قبر انور کہئے یا قصر معلّیٰ نور کا
چرخ اطلس یا کوئی سادہ سا قبہ نور کا

آنکھ مل سکتی نہیں در پر ہے پہرا نور کا
تاب ہے بے حکم پر مارے پرندہ نور کا

نزع میں لوٹے گا خاک در پہ شیدا نور کا
مر کے اوڑھے گی عروس جاں دوپٹہ نور کا

تاب مہر حشر سے چونکے نہ کشتہ نور کا
بوندیاں رحمت کی دینے آئیں چھینٹا نور کا

وضع واضع میں تری صورت ہے معنیٰ نور کا
یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا

انبیا اجزا ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا
اس علاقے سے ہے ان پر نام سچا نور کا

یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

سرمگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

تاب حسن گرم سے کھل جائیں گے دل کے کنول
نو بہاریں لائے گا گرمی کا جھلکا نور کا

ذرّے مہرِ قدس تک تیرے توسط سے گئے
حدِّ اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

سبزۂ گردوں جھکا تھا بہرِ پابوسِ براق
پھر نہ سیدھا ہو کھایا وہ کوڑا نور کا

تابِ سم سے چوندھیا کر چاند انھیں قدموں پھرا
ہنس کر کے بجلی نے کہا دیکھا چھلاوا نور کا

دیدِ نقشِ سم کو نکلی سات پردوں سے نگاہ
پتلیاں بولیں چلو آیا تماشا نور کا

عکسِ سم نے چاند سورج کو لگائے چار چاند
پڑ گیا سیم و زرِ گردوں پہ سکّہ نور کا

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پہ کھلونا نور کا

ایک سینہ تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
حسنِ سبطین اُن کے جاموں میں ہے نیما نور کا

صاف شکلِ پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خطِ توام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

ک گیسو ہ دہن ی ابرو آنکھیں ع ص
کٰھیٰعص اُن کا ہے چہرہ نور کا

اے رضاؔ یہ احمدِ نوری کا فیضِ نور ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

محمد ریاست علی قادری

امام احمد رضا قدس سرہ
کے خلیفۂ اجل
مبلغِ اسلام حضرت مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی علیہ الرحمۃ

قیامِ پاکستان کی تاریخ کا اگر بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ برصغیر کی آزادی میں مسلم لیگ کو اس وقت مسلمانوں کی نمائندہ جماعت کی حیثیت سے بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی جب علماء و مشائخ نے قائداعظم محمد علی جناح کی سیاست اور مسلم لیگ کی نمائندہ حیثیت پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی۔ برصغیر کے مسلمانوں کو یہ باور کرانے میں کہ وہ ایک علیحدہ قومیت کے حامل ہیں اور اس بناء پر کہ اُن کی ایک علیحدہ مملکت ہونی چاہیئے علماء مشائخ نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۲۰ء میں تحریک ترکِ موالات کے موقع پر امامِ اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے

کے نام سے ایک تاریخی رسالہ تحریر فرمایا جس میں ترکِ موالات کی شرعی حیثیت اور برصغیر میں اس تحریک کی کامیابی کی صورت میں اس کے مضرت رساں نتائج سے مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ آپ نے نہایت واضح الفاظ میں بیان فرما دیا تھا کہ صرف انگریزوں سے ترکِ موالات کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ترکِ موالات انگریزوں اور ہندوؤں دونوں سے ہونی چاہیئے۔ اس لیئے کہ دونوں ہی مسلمانوں کے ازلی دشمن ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان ہندوؤں کے آلہ کار بن کر ہندوستان میں سیاسی طور پر عضوِ معطّل بن کر رہیں۔ یہ مولانا احمد رضا خان کی سیاسی بصیرت کا کرشمہ تھا کہ ۱۹۲۰ء کے بعد مسلمانوں نے ہندوؤں سے کنارہ کشی

اختیار کر لی۔ حالانکہ اس سے قبل تقریباً تمام ہی مسلم زعماء و عمائدین چند کو چھوڑ کر ایک قومی نظریئے کے حامی نظر آتے تھے اور ہندوؤں کے جال میں بُری طرح پھنسے ہوئے تھے۔ گاندھی کا سحر اُن پر پوری طرح اثر کر چکا تھا۔ ہندو مسلم بھائی بھائی کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ ہندوؤں کی خوشی کی خاطر مسلمانوں نے شعائرِ اسلامی کو بالائے طاق رکھ دیا تھا مشرکین کی جے پکارنا، اُن کی بڑائی کے نعرے مارنا اور اُن حرکات پر ٹوکنے والوں پر حکمِ کفر لگانا، مشرکین کو اپنا ہادی و رہبر بنانا، مساجد میں مشرکین کو لے جا کر مسلمانوں سے اونچا بٹھانا، وہاں اُن سے تقریریں کرانا، مساجد کو اُن کی ماتم گاہ بنانا اور مشرک کے لیئے دعائے مغفرت کرنا، نمازِ جنازہ کے اشتہار لگانا اور یہاں تک کہہ دینا کہ اگر اپنے ہندو بھائیوں کو راضی کر لو تو اپنے خدا کو راضی کر لوگے۔ صاف لکھ دیا کہ ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں کہ جو ہندو اور مسلم کا امتیاز اٹھا دے گا۔ سنگم اور پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرائے گا۔ کسی نے کہا کہ اگر نبوّت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو گاندھی نبی ہوتے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسے میں امام احمد رضاؒ تنہا قلمی جہاد میں مصروف رہے اور انہوں نے کسی کی پرواہ نہ کی۔ اور اُن خرافات کا بڑی ہمت و پامردی سے مقابلہ کیا۔ بعد کے حالات نے بتا دیا کہ امام احمد رضاؒ نے جو کچھ کہا تھا وہ حرف بحرف صحیح ثابت ہوا اور لوگوں نے دیکھ لیا کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا کچھ ظلم نہیں کیا۔ کاش اُس وقت امام احمد رضاؒ کی بات مان لی جاتی۔ بہر حال برصغیر کے مسلمانوں میں فکری شعور اور اسلامی حمیت بیدار کرنے میں امام احمد رضا قدس سرہٗ کے بعد اُن کے خلفاء نے ہراول دستے کا کردار ادا کیا۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ کے خلفاء میں حضرت مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی علیہ الرحمۃ کا جو مقام و مرتبہ ہے اُس کی نظیر ملنا محال ہے۔ ۱۹۱۹ء میں جب آپ حج بیت اللہ شریف سے واپس ہندوستان آئے اور امام احمد رضاؒ کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرما کر بیرونی ممالک کے دورے پر روانہ کیا۔ امام احمد رضاؒ کے مشن کو مولانا عبد العلیم صدیقی علیہ الرحمۃ نے جس جوش، جذبہ اور لگن سے آگے بڑھایا یہ اُن ہی کا حصّہ تھا۔

مبلّغِ اسلام مولانا عبد العلیم میرٹھی قدس سرہٗ ۱۳۱۰ھ ۱۸۹۲ء متوفی ۱۹۵۴ء

اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ (انٹرنس اٹاوہ کالج اور بی۔ اے میرٹھ) جدید علوم کے بھی ماہر تھے۔
آپ کو عربی، اردو، فارسی، فرانسیسی، جاپانی، چینی اور ملائی زبانوں پر پوری قدرت حاصل تھی۔
۱۹۵۱ء میں آپ نے پوری دنیا کا سفر کیا۔ یہ دورہ کوئی تفریحی یا کسی تجارتی نوعیت کا نہیں تھا بلکہ اسلام کے ابدی پیغام کو ملک ملک پہنچانے کے لئے کیا گیا تھا۔ جن ممالک میں تبلیغِ دین کی خاطر آپؒ تشریف لے گئے اُن میں مندرجہ ذیل ممالک قابلِ ذکر ہیں۔
انگلستان، فرانس، اٹلی، برٹش گیانا، مڈغاسکر، سعودی عرب، ٹرینی ڈاڈا، امریکہ، کینیڈا، فلپائن، سنگاپور، ملائشیا، تھائی لینڈ، انڈونیشیا، سیلون، برما، ملایا، انڈو چائنا، چین، جاپان، ماریشیس، جنوبی ومشرقی افریقہ کی نو آبادیات کے علاوہ عراق، اردن، فلسطین، شام اور مصر۔ ان ممالک کے تبلیغی دوروں میں آپؒ نے تمام غیر مذاہب کے لوگوں کو دعوت اسلام دی اور مسلمانوں کو اُن کا مقام یاد دلایا۔ ان ممالک کی زبانوں میں دینی لٹریچر شائع کیا۔
آپؒ کی تبلیغی کوششوں کے نتیجے میں بورنیو کی شہزادی ہر ہائنس پرنسس گلاڈیز پالمر ماریشس جنوبی افریقہ کے فرانسیسی گورنر مردات اور ٹرینی ڈاڈا کی ایک خاتون وزیر ڈوناوا فاطمہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔
بانیٔ پاکستان قائد اعظم، مراکش کے غازی عبدالکریم، فلسطین کے مفتیٔ اعظم سید امین الحسینی، اخوان المسلمین کے سربراہ حسن البنّا، سیلون کے آنریبل جسٹس ایم مروانی، کولمبو کے جسٹس ایم۔ ٹی اکبر، سنگاپور کے ایس۔ این دت اور مشہور انگریز فلسفی اور ڈرامہ نگار جارج برناڈشا آپؒ کی علمی وروحانی شخصیت سے بے حد متاثر تھے۔
۱۷ اپریل ۱۹۳۵ء کو ممباسہ (جنوبی افریقہ) میں جارج برناڈشا سے آپؒ کی ملاقات ہوئی۔ آپؒ نے برناڈشا کے مختلف سوالات کے جوابات اس انداز سے دیئے کہ وہ آپؒ کی علمیت اور ذہانت کا معترف ہوا۔ آپؒ نے اسلام اور عیسائیت کے اصولوں کا تقابلی جائزہ تاریخ، سائنس اور فلسفہ کی روشنی میں اس طرح بیان کیا کہ برناڈشا کو اسلام کی عظمت کا برملا اعتراف کرنا پڑا۔

حضرت مولانا عبدالعلیم رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیماتِ اسلامیہ کو عام کرنے کے لیئے ہر پہلو پر توجہ دی۔ متعدد مساجد تعمیر کرائیں جن میں سے حنفی جامع مسجد کولمبو، سلطان مسجد سنگاپور اور مسجد ناگویا جاپان زیادہ مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ عربی یونیورسٹی ملایا، پاکستان نیوز مسلم ڈائجسٹ ٹرینی ڈاڈ اسلم اینوول (جنوبی افریقہ) کی بنیاد آپ ہی نے رکھی۔ ۱۹۴۹ء میں سنگاپور میں تنظیم بین المذاہب کے نام سے ایک ادارے کی بنیاد ڈالی۔ اور تمام دنیا کے عیسائی، یہودی، بدھ مت اور سکھ مذاہب کے پیشواؤں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے لادینیت کا قلع قمع کرنے کی اپیل کی۔ تمام مذاہب کے راہنماؤں کی اس مشترکہ کانفرنس میں آپ کو کا خطاب دیا گیا۔ نیز مصر میں تنظیم بین المذاہب الاسلامیہ کے نام سے مختلف مکاتبِ فکر کی ایک تنظیم قائم کی۔ ۱۹۴۶ء میں حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی قدس سرہٗ رابطہ اسلامیہ کے رئیس وفد اور ملایا جنوبی افریقہ اور جزائر شرقیہ کے مندوب کی حیثیت سے سعودی عرب تشریف لے گئے۔ اور سعودی حکومت کی طرف سے حجاج پر عائد کردہ ٹیکسوں کے خاتمہ اور حجاج کے لیئے سہولتیں فراہم کرنے کے لیئے دنیا بھر سے آئے ہوئے اجلّہ علماء حکومتِ سعودیہ کے عمائدین اور عبدالعزیز بن سعود سے مذاکرات کیئے جن کا بہت اچھا اثر ہوا۔ ان مذاکرات کی تفصیل البیان کے نام سے عربی میں شائع ہو چکی ہے۔ جس کے آغاز میں اخوان المسلمین (مصر) کے بانی حسن البناء نے ابتدائیہ لکھا اور حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی قدس سرہٗ کی مساعی جمیلہ کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ لکھتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دو سال ہوئے ہماری ملاقات ارضِ مقدس میں بیت اللہ شریف کے پاس صاحبِ فضیلت مبلغ اسلام الشیخ محمد عبدالعلیم صدیقی سے ہوئی۔ ہم اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صاحبِ فضیلت استاد شیخ محمد عبدالعلیم صدیقی کو تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔"

میرٹھ کالج کی طالب علمی کے زمانہ میں ہی آپ کو برما ایجوکیشنل کانفرنس کی صدارت کے لیئے تجویز کیا گیا۔ اس کانفرنس میں آپ نے جو معرکۃ الآراء خطبۂ صدارت دیا وہ برما،

ملایا، اور آر شامل کے لیے پھیلا گجرات بمبئی علی گڑ دی۔ آ جامع وزیر دونوں میں تبلیغ مسٹر مسلما قلع قمع فرانس اسلام د عیسائی

ملایا، سیلون اور انڈونیشیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچا۔ تقسیم ہند سے پہلے کے حالات نے مجبور کیا اور آپ حب الوطنی اور خدمتِ دین کے جذبہ سے سرشار ہو کر سیاسی اور قومی تحریکات میں شامل ہو گئے۔ تحریکِ خلافت کے بڑھتے ہوئے سیلاب اور مسلمانوں کے سیاسی عروج کو ختم کرنے کے لیئے ہندو مہاسبھائیوں نے پہلی بار یوپی اور دیگر صوبہ جات ہند میں شدھی کا جال پھیلانا شروع کیا تو آپ نے ہر جگہ تبلیغی مراکز قائم کر دیئے۔ بمبئی سے کرناٹک، احمد آباد، گجرات وغیرہ میں ایسی قیادت فرمائی کہ ان جگہوں پر مسلمان شدھی کی لعنت سے محفوظ ہوئے۔ بمبئی کے دورانِ قیام آپ نے پونہ میں ایک نیشنل ہائی اسکول قائم کیا جس کا الحاق نیشنل یونیورسٹی علی گڑھ سے کرایا۔

مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی قدس سرہٗ کو ۱۹۲۳ء میں سیلون کے مسلمانوں نے دعوت دی۔ آپ نے وہاں جا کر مسلمانوں کو ایک پرچم تلے جمع کیا اور مختلف منتشر جماعتوں کو توڑ کر ایک جماعت بنائی۔ آپ کی کارگزاریوں اور علمی و دینی خدمات سے متاثر ہو کر سیلون کا ایک عیسائی وزیر مسٹر ایف کنگسن بیری مسلمان ہو گیا۔

۱۹۲۴ء میں جبکہ تمام ہی اسلامی ممالک سیاسی بحران کا شکار ہو رہے تھے آپ ان دنوں مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے کہ حکومتِ مکہ نے آپ سے مسلم کانگریس یروشلم کی کارروائیوں میں شرکت کی درخواست کی۔ سیلون کے مسلمانوں کے شدید اصرار پر دوبارہ وہاں گئے اور تبلیغی کام کیا۔ ۱۹۲۸ء میں یہاں سے انگریزی اخبار "کوکبِ اسلام" نکالا۔ اس اخبار کی ادارت مسٹر موش جے کرتے تھے اور عالمِ اسلام میں یہ اخبار بڑے ہی شوق سے پڑھا جاتا تھا۔

آپ نے جنوبی مشرقی ایشیائی ممالک کا دورہ بھی ایسے وقت میں کیا جبکہ ان ممالک کے مسلمانوں پر دوسرے مذاہب کے اثرات بڑھ رہے تھے۔ لہٰذا آپ نے ان اثرات کا قلع قمع کرنے کے لیئے یہاں طویل عرصہ تک قیام کیا۔ سیلون، برما، سیام، انڈونیشیا، فرانسیسی ہند چینی، ملایا، جاپان، چین اور سنگاپور میں رہتے ہوئے دیگر مذاہب کو دعوتِ اسلام دی۔ قادیانیوں کی مشنریوں کے اثرات یکدم ختم کرنے کی کوشش جاری رکھی۔ عیسائی جماعتوں نے جن ہزارہا مسلمانوں کو عیسائی بنا لیا تھا انہیں پھر دعوتِ اسلام دی۔

جس سے متاثر ہو کر بیشتر نے اسلام قبول کر لیا۔ اس دوران آپ نے اٹھارہ ہزار عیسائیوں کو دوبارہ مسلمان بنایا جو اس سے قبل مسلمان سے عیسائی ہو گئے تھے۔

مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی قدس اللہ سرہٗ نے برما میں "انجمن نوجوانانِ برما" قائم کی۔ سنگاپور، کوالالمپور اور انڈونیشیا کے مسلمان آپ سے بے حد عقیدت رکھتے اور ان کی خواہش تھی کہ مولانا ہمیشہ اُن ہی ممالک میں قیام پذیر رہیں۔ سنگاپور میں آپؒ نے ایک انگریزی رسالہ "جینوئن اسلام" جاری کیا۔ اس رسالہ کی ادارت آپ نے اپنے لائق شاگرد ڈاکٹر ایچ۔ ایس منشی کے ہاتھ میں دی اور ایک دوسرے لائق شاگرد سید ابراہیم الشگوف کو آپؒ نے آل ملایا مشنری سوسائٹی کا صدر بنایا جس کی آپ نے خود ہی بنیاد رکھی تھی۔

یورپی ممالک میں علومِ جدیدہ کے ماہرین آپ کی علمیت کے قائل تھے۔ آپؒ کی تقاریر سننے کے لیئے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے فضلاء، سائنسدان، فلسفی اور بڑے بڑے محققین آتے تھے۔ جنوبی افریقہ کے دورانِ قیام جب آپ وٹ واٹرس رانڈ یونیورسٹی میں اہم خطبات و تقاریر کے بعد زنجبار و دارالسلام پہنچے اور ممباسہ تشریف لے گئے تو یہاں ہی برنارڈ شا سے ملاقات ہوئی۔ فرانسیسی گورنر مسٹر مرواٹ نے آپؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ آپؒ نے مسٹر مرواٹ کے توسط سے مراکو کے مشہور لیڈر غازی عبدالکریم سے قید میں ملاقات کی اور پھر یہاں سے نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا گئے۔ نیوزی لینڈ میں اپنے عزیز شاگرد مسٹر عزیز ایچ عباسی کو تبلیغ کا کام سپرد کیا اور آسٹریلیا میں مشہور فاضل ڈاکٹر محمد عالم کو مبلغ بنایا۔

۱۹۳۶ء میں دوسری بار جنوبی مشرقی ایشیا کے ممالک کا دورہ کیا۔ آپؒ نے فرانسیسی ہند چینی اور چین میں متعدد بار تقاریر کیں۔ جہاں لاکھوں مسلمان، یورپین، چینی اور جاپانیوں نے آپؒ کی تقاریر سنیں۔ کینٹن، شنگھائی اور پیکنگ میں آپؒ نے کافی عرصہ قیام کیا اور تبلیغِ دین کا مقدس فریضہ انجام دیتے رہے۔ جاپان میں آپؒ کو وہاں کے مسلمانوں نے مدعو کیا اور آپؒ کی تقاریر کو جاپان میں بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ جاپانی آپؒ کی علمیت، شخصیت اور کردار سے بے حد متاثر ہوئے۔

مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی قدس سرہٗ نے جنوبی مشرقی ایشیا کے بعد ممالک کے مشرقِ اوسط
ا دورہ کیا۔ آپؒ مصر تشریف لے گئے۔ یہاں پورے مصر میں آپؒ نے فصیح عربی میں تقاریر
یں۔ مصر کے بعد شام، لبنان، عراق اور ترکی تشریف لے گئے۔ ترکی اور بلادِ اسلامیہ کے
عد پھر یورپ گئے۔ روم میں پاپائے روم سے ملاقات کی اور اسے ایک عرضداشت
ھی بھیجی کہ وہ کمیونزم کے خلاف مولانا کی مہم میں شریک ہو کر ساتھ دے اور لادینیت
کے مقابل خدا کی وحدانیت پر اتفاق کرے۔ روم میں پاپائے توم سے ملاقات کرنے کے بعد
پؒ اسپین، پرتگال، جرمنی اور ہالینڈ تشریف لے گئے۔ اس کے بعد انگلستان کے دورے
ر روانہ ہوئے۔ پھر وہاں سے امریکہ گئے جہاں آپؒ کی آمد کا شدت سے انتظار تھا۔ مشرقی
سٹیٹس کے مفتیٔ اعظم حضرت عبدالرحمٰن لسٹر آپ کے شاگرد ہوئے۔ شکاگو کے دوران
یام آٹھ امریکی مسلمان ہوئے۔ ایک دن شہر نیویارک کے سٹی ہال میں ایک عالمانہ اور
ر زور تقریر کی۔ جلسہ ختم ہوتے ہی ۱۹۲ امریکیوں نے اسلام قبول کیا۔ جن میں مشہور سائنسدان
سٹر جارج اینڈٹن ہیوف اور ان کی بیگم شامل تھیں۔ واشنگٹن میں مختلف علمی اداروں میں
یکچرز دینے کے بعد ۱۳۶ انگریز جو کالجوں میں پروفیسر تھے اپنے اہل و عیال کے ساتھ مسلمان
ہوئے۔ مشی گن یونیورسٹی کا ہونہار ماہرِ تعلیم مسٹر عبدالباسط نعیم آپ کا خاص شاگرد
ہوا اور مولانا کی زیرِ سرپرستی امریکہ سے ایک بلند پایہ اسلامی میگزین بنام "اسلامی دنیا
اور امریکہ" جاری کیا جو آج بھی اسی آب و تاب کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ کینیڈا میں
گیارہ علمی اداروں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں آپ نے لیکچرز دیئے۔ اڈمنٹن، کوبیک،
مونٹریال میں عرصہ تک قیام کیا۔

مولانا عبدالعلیم صدیقی قدس سرہٗ دنیا کے تقریباً ہر ملک تشریف لے گئے اور اسلامی
سوسائٹیاں، علمی ادارے، مسجدیں، دارالعلوم، مشنریاں اور لائبریریاں قائم کیں۔ سائنس
اور فلسفہ کے ماہرین سے تبادلۂ خیالات کیئے۔ اُن کو دعوتِ اسلام دی، مذہبی مباحثے
کیئے، اسلامی لٹریچر ہر ملک کی زبان میں شائع کرایا اور ہزاروں غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام
فرمایا۔ آپ کے دستِ حق پرست پر تقریباً نوے ہزار غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔

مولانا عبدالعلیم صدیقی قدس اللہ سرہٗ تبلیغی دوروں کے بعد عازم حج و زیارت ہوئے۔ مناسک حج کی ادائیگی کے بعد فوراً مدینہ منورہ گئے اور روضۂ اقدس پر حاضری دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا یہ عالم کہ دیارِ حبیبؐ سے واپس آنے کو دل نہ چاہتا تھا اور دل سے یہ دعا نکل رہی تھی کہ :-

علیم خستہ جاں تنگ آگیا ہے دردِ ہجراں سے
الٰہی کب وہ دن آئے کہ مہمانِ محمدؐ ہو

اسی ماہ ذوالحج کی ۲۳ تاریخ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء کو آپ ہمیشہ کے لیئے مدینہ منورہ میں مہمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوگئے اور جنت البقیع میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں مدفون ہوئے۔

مضمون کی تیاری میں جن کتب و اخبارات سے استفادہ کیا گیا۔

(۱) امام احمد رضاؒ اربابِ علم و دانش کی نظر میں۔ مولانا یٰسین اختر مصباحی۔ مکتبہ رضویہ آرام باغ۔ کراچی۔

(۲) اخبارِ جنگ۔ جمعہ ایڈیشن۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۸۳ء۔ جلال الدین نوری۔

(۳) المحجۃ المؤتمنۃ۔ امام احمد رضاؒ۔

خاندان فاخریہ سے اعلیحضرت قدس سرہٗ کے روابط

خاندان فاخریہ یا سلسلۂ فاخریہ دراصل سلسلۂ محمدیہ افضلیہ کا دوسرا نام ہے۔ یہ سلسلہ حضرت قطب الاقطاب میر سید محمد ترمذی کالپوی قدس سرہٗ کے مرید و خلیفۂ اجل افضل الاقطاب شاہ محمد افضل الٰہ آبادی قدس سرہٗ کے نواسہ قطب المحدثین مولانا شاہ محمد فاخر محدث الٰہ آبادی سے جاری ہوا جن کا مزار مقدس بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے جلیل القدر استاد مولانا عبداللطیف برہان پوری کے پہلو میں واقع ہے۔ شیخ شاہ محمد افضل الٰہ آبادی سید پور ضلع غازی پور (یوپی انڈیا) کے رہنے والے تھے جو اپنے پیر و مرشد کے حکم کے مطابق الٰہ آباد آکر قیام فرما ہو گئے تھے۔ آپ نسبی اعتبار سے عباسی تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دسویں پشت میں غیر بنی الخلفاء میں قاضی محمد عباسی (حاکم قلعۂ ٹھٹھ) سب سے پہلے ماوراء النہر اور خراسان کے راستہ ہندوستان تشریف لائے اور ٹھٹھ کے قلعہ کے حاکم مقرر کئے گئے۔ ان کی دسویں پشت میں حضرت شیخ تاج الدین محمد شاہ تغلق کے عہد میں پرگنہ نمدی (حال سید پور ضلع غازی پور۔ یوپی۔ انڈیا) کو فتح کر کے وہاں کے مالک ہوئے اور وہی اس علاقہ میں اس خانوادہ کے مورث کہلائے۔ ان کی اولاد اپنی کثرت کے باعث دور دور تک جا کر آباد ہوئی۔

عباسیان کاکوری ضلع لکھنؤ (انڈیا) بھی اسی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ شیخ شاہ محمد افضل عباسی اسی اصل کی ایک فرع تھے۔ جو کالپی شریف جا کر حضرت قطب الاقطاب میر سید محمد ترمذی کالپوی قدس سرہٗ کے دست حق پرست پران سے بیعت ہوئے۔ مرشد کی نگاہ کرم نے آسمان ولایت کا تابندہ ستارہ بنا دیا۔ ساتھ ہی صاحبزادۂ والا جاہ حضرت میر سید احمد ترمذی کا اتالیق مقرر فرمایا۔ تعلّم کا یہ عالم تھا کہ صاحبزادہ کو اپنے شانوں پر بٹھا لیتے ایک ہاتھ میں کتاب اور ایک ہاتھ میں چراغ لے کر کھڑے ہو جاتے۔ فرماتے کہ میاں؟ میں آپ کو اُترنے نہیں دوں گا جب تک کہ سبق یاد نہ ہو گا۔ پیرزادۂ محترم کے ہاتھ میں اپنے سر کے بال پکڑا دیتے کہ اگر نیند کا جھٹکا آئے تو گرنے نہ پائیں۔ پیر و مرشد کے وصال

کے بعد صاحبزادۂ محترم کی سجادہ نشینی میں بھی گرانقدر خدمات انجام دیں اور پھر صاحبزادۂ محترم کے وصال کے بعد اُن کے صاحبزادہ حضرت شاہ فضل اللہ قدس سرہٗ کی سجادگی میں بھی بڑی حد تک نمایاں حیثیت میں شامل رہے۔

حضرت صاحب البرکات مارہروی قدس سرہٗ نے ان ہی سے بیعت کی تھی اور اس طرح سلسلۂ قادریہ محمدیہ کی برکات، حضرت شاہ فضل اللہ قدس سرہٗ کے ذریعہ مارہرہ متبرکہ پہونچیں۔ مارہرہ شریف کے قطب زمن حضرت شاہ ابوالحسن نوری میاں قدس سرہٗ سے اعلیٰحضرت فقیہ عصر مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کو سلسلہ کی برکات پہونچیں اور ان کے ذریعہ عالم اسلام کے مختلف مقامات تک یہ سلسلہ وسعت پذیر ہوا۔ فقیہ عصر، وحید دہر استاذ العلما اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ نے سلسلہ کی برکات سے بھرپور اور وافر حصہ لیا۔ سلسلہ قادریہ محمدیہ کی تعلیمات کی خصوصیات میں تزکیۂ قلب، اور صفائے باطن کے ساتھ ساتھ ازدیادِ حُبّ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی نمایاں حیثیت ہے۔ اعلیٰحضرت کی ذات گرامی میں یہ خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں۔ بطور عقیدہ کے سلسلہ کی تعلیم یہ ہے کہ بغیر حب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مزکیٰ حاصل نہیں ہوسکتا اور حب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار تعظیم نبوی سے ہوتا ہے۔ بدیں وجہ جہاں تعظیم نہیں ہوتی وہاں اعلیٰحضرت کسی قسم کا تعلق قائم نہیں فرماتے۔

جیسا کہ سطور بالا سے آپ معلوم کرچکے ہیں حضرت شیخ شاہ محمد افضل الہ آبادی قدس سرہٗ حضرت قطب الاقطاب میر سید محمد ترمذی قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کی خانقاہ، الہ آباد میں بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے تعمیر کرائی جو بحمد اللہ تعالیٰ آج بھی موجود ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ کے چھوٹے نواسہ حضرت شاہ محمد ناصر افضلی قدس سرہٗ کے صاحبزادہ حضرت شاہ محمد اجملؒ نے بعہد بہادر شاہ ظفر بادشاہ دہلی خانقاہ کو بارش کے سبب منہدم ہوجانے کی وجہ سے ازسرنو تعمیر کیا جواب خانقاہ اجملی کے نام سے موسوم و مشہور ہے۔ اسی خانقاہ کے سجادہ نشین فخر العلما حضرت مولانا شاہ محمد فاخر بیخود الہ آبادی تھے۔ حضرت فخر العلماء اور اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے درمیان انتہائی مخلصانہ مراسم تھے۔ ان مراسم میں کسی قسم کی ریا و نمود و نمائش کی کوئی آمیزش نہ تھی۔ اس مراسم کی بنیاد سلسلۂ محمدیہ قادریہ سے تعلق خصوصی پر تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جب فخر العلماء قدس سرہٗ کے والد ماجد قطب الزاہدین مولانا شاہ محمد زاہد عرف شاہ حاجی جان قدس سرہٗ کا وصال ۱۹۱۴ء میں بمقام خانقاہ اجملی الہ آباد ہوا تو اعلیٰحضرت قدس سرہٗ

بنفس نفیس تعزیت کے لئے خانقاہ میں تشریف لائے اور حضرت فخر العلماء سے ملاقات کی۔ کچھ دیر (تقریباً ۲ گھنٹے) قیام فرمایا اور پھر دوسری ٹرین سے واپس تشریف لے گئے۔ پیوستہ سال ماہنامہ استقامت کانپور کے مفتی اعظم ہند نمبر میں ایک مضمون نظر سے گذرا جس میں مضمون نگار نے اپنی خصوصیات کے اظہار کے لئے اعلیٰحضرت کی تشریف آوری اپنے یہاں بنائی ہے حالانکہ یہ سراسر غلط اور جھوٹ ہے اور اصل واقعہ جو خود میں نے اپنے والد ماجد فخر اماجد مولانا شاہ محمد شاہد فاخری رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے وہ یہ ہے کہ:-

۱۹۰۳ء میں حضرت فخر العلماء کا وصال ہوا وہ شدید گرمی کا زمانہ تھا۔ میں خانقاہ کے اس حصہ میں جو خلوت کہا جاتا ہے سو رہا تھا۔ ایک دن کسی نے آکر جگایا کہ کوئی بزرگ جن کے ساتھ چند آدمی ہیں حضرت فخر العلماء کے مزار پر فاتحہ پڑھ رہے ہیں۔ دوپہر کا وقت تھا۔ میں بنیائن اور لنگی پہنے ہوئے لیٹا تھا۔ ابھی میں اٹھ رہا تھا کہ دوسرے آدمی نے آکر بتایا کہ بریلی کے مولانا احمد رضا خاں صاحب تشریف لائے ہیں۔ میں گھبرا کر ایک چھاتہ لئے ہوئے اُسی حالت سے باہر نکل پڑا۔ چونکہ حادثہ کو چند ہی ایام گزرے تھے اور مزار پر سایہ کے لئے ابھی کوئی انتظام نہیں ہوا تھا، میں نے دیکھا کہ اعلیٰحضرت سخت دھوپ میں عالم استغراق میں کھڑے فاتحہ پڑھ رہے ہیں۔ میں نے چھاتہ کھول کر سایہ کر لیا۔ جب اعلیٰحضرت فاتحہ پڑھ کر فارغ ہوئے۔ مجھے دیکھ کر رونے لگے اور سنو! کہ انھوں نے کیا ارشاد فرمایا۔ فرمایا شاہد میاں! قیامت میں اگر مجھ سے پوچھا گیا کہ ایک سیدزادہ تیرے سر پر چھاتہ لگا کر کھڑا تھا اور تجھے خبر نہ تھی تو میں کیا جواب دوں گا؟ پھر فرمایا اچھا شاہد میاں! یہ وعدہ کرو کہ جب آفتاب کی تمازت بھیجے پگھلا رہی ہوگی اس وقت بھی اسی طرح میرے سر پر سایہ کرو گے؟ پھر خانقاہ میں تشریف لائے اور چائے نوش فرمائی۔ میرے والد ماجد نے ارشاد فرمایا کہ اعلیٰحضرت کا یہ ارشاد احترام سادات کے اس جذبہ کا اظہار ہے جو سادات کے لئے ان کے قلب مصفیٰ میں موجود تھا۔

اعلیٰحضرت قدس سرہٗ خانقاہ اجملیؒ الہ آباد میں تین بار تشریف لائے۔ ایک مرتبہ حضرت قطب الزاہدین کے وصال پر تعزیت کے لئے دوسری مرتبہ حضرت فخر العلما مولانا فاخر علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد تعزیت کے لئے اور تیسری بار درگاہ شریف اور خانقاہ میں بغرض فاتحہ اس وقت تشریف لائے۔ جب جبلپور حضرت مولانا عبدالسلام صاحب جبلپوری کے یہاں جاتے ہوئے سفر میں الہ آباد چند گھنٹوں کے لئے قیام کرنا پڑا تھا۔

اعلیحضرت قدس سرہٗ کو حضرت فخر العلماء قدس سرہٗ سے یک گونہ تعلق خاطر اور لگاؤ تھا۔ ان بزرگوں کے یہی تعلقات ہیں جو ہمارے لئے سرمایۂ افتخار ہیں اور ان کی یادیں ہمارے لئے سرمایۂ حیات ہیں۔

بزرگوں سے غلط باتیں منسوب کرنا کوئی اچھا فعل نہیں ہے اور بغیر تحقیق کے ایک مفروضہ کی اشاعت صحافتی دیانت کے خلاف ہے۔ اس سلسلہ میں ماہنامہ استقامت کانپور کو اپنا ریکارڈ درست کر لینا چاہیئے اور آئندہ بغیر تحقیق کے کسی مواد کی اشاعت سے باز رہنا چاہیئے۔

محمد اسد اللہ انصاری قادری رضوی

لمحۂ فکریہ

دنیا کے مختلف ارتقائی ادوار پر نظر ڈالیں تو کہیں صرف مادی ارتقاء نظر آتا ہے کہیں روحانی صرف مسلم اسکالرس ہی وہ انفرادیت رکھتے ہیں جہاں مادی ارتقاء بھی ہے اور روحانی ارتقاء بھی۔
کائنات کا نظام عدل پر قائم ہے۔ اور جب تک یہ عدل ہے یہ توازن ہے کائنات کا نظام جاری وساری ہے۔ جوں ہی یہ عدل یہ توازن بگڑا کائنات فنا ہو جائے گی۔ مسلم معاشرہ نے جب تک توازن کو برقرار رکھا اپنی حدود میں رہ کر کام کیا تو البیرونی، ابن الہیثم، جابر بن حیان، رازی، غزالی وغیرہ آتے رہے۔ مگر جب حدود پامال کئے گئے نفس کی غلامی میں آئے تو اللہ نے یہ تحائف دینا چھوڑ دیئے۔ پھر برسوں گذر گئے نہ کوئی البیرونی ہوا، نہ کوئی جابر ہوا نہ غزالی۔
وہ رحیم ہے وہ کریم ہے وہ غفار ہے۔ اس کی رحمت جوش میں آئی۔ برسوں بعد ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس دار فانی میں جلوہ فگن ہوا۔ جو علم کے سمندر سے وہ موتی چن کر لایا جس کی قدر و قیمت ناممکن، فکر انسانی کو جس کی فکر نے معراج دی، علم کی وہ شمع روشن کی جس کی چمک کے سامنے باقی تمام ہی شمعیں ماند پڑ گئیں۔ یہ ہے وہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم جن کا اسم مبارک جب زبان پر آتا ہے تو بڑے سے بڑا سر عقیدت سے جھک جاتا ہے۔ اور دل عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جگمگا اٹھتا ہے۔ عبد المصطفٰی محمد احمد رضا خاں نام سنہ ولادت خود اس آیت کریمہ سے نکالا ۱۲۷۲ھ اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ علوم عقلی و نقلی جن پر آپ کو دسترس حاصل تھی اس کی تعداد تقریباً ۵۰ سے زیادہ ہے جن میں اپنے والد ماجد سے ۲۱ علوم و فنون سیکھے۔ مختلف اساتذہ کرام سے دس علوم و فنون میں مہارت حاصل کی اور بقیہ ۲۰ سے زیادہ علوم آپ کی اپنی سعی و کوشش اور عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صلہ میں ملے۔ آپ

۱۳سال کی عمر میں ہر قسم کے علوم وفنون کے ماہر ہو چکے تھے۔ اور اسی عمر میں مسندِ افتاء سنبھال لی۔ والد ماجد کی موجودگی میں ان کی جگہ فتویٰ نویسی کا کام سرانجام دینے لگے۔ تاریخ کے صفحات کھنگال ڈالیئے مگر آپ کو ایسا شخص تاریخ کے کسی پردے میں نہیں ملے گا جو اتنی کم عمری میں اتنے سارے علوم کا ماہر ہو۔ اس عمر میں عام طور پر بچے کھیل کود میں زندگی گذارتے ہیں۔ اور جو خواص ہیں وہ اس عمر میں اتنے ماہر نہیں ہوتے کہ اتنے بڑے عہدے پر بیٹھیں۔

کسی سے اختلاف کی چند وجوہات ہوتی ہیں، اختلاف یا تو علمی نوعیت کا ہوتا ہے یا پھر اختلاف برائے اختلاف ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے مخالفین نے کبھی تو آپ کے علم سے جل کر شور مچایا یا پھر کبھی آپ کے عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چڑ گئے۔ بہرحال مخالفت کرتے رہے شور مچاتے رہے مشہور یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت صرف ایک نعت گو شاعر تھے اور جہاں تک ان کے علمی کاموں کا تعلق ہے تو وہ صرف اتنا ہے کہ کبھی اِس پر کفر کا فتویٰ لگا دیا کبھی اُس پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ شدت بہت تھی۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس پروپیگنڈہ (PROPAGANDA) کی اصلیت کیا تھی اور اعلیٰ حضرت کو جاننے والے اور متعلقین نے اس کے تدارک میں کچھ کیا بھی یا نہیں۔ قبل اس کے کہ اس سلسلہ میں کسی کو موردِ الزام ٹھہرایا جائے ہم اعلیٰ حضرت کے علم پر کچھ روشنی ڈال دیں تاکہ جو افراد اس الزام کے تحت آئیں وہ خود اپنی سزا تجویز کریں۔ اور اس عظیم نقصان کی تلافی کرنے کی کوشش کریں۔

پانچویں سے لے کر ڈگری کلاسوں تک ایک مخصوص شعر تشریح کے لیئے دیا جائے تو تشریح کرنے والے افراد اپنے اپنے علم اور ذہنی ارتقاء کے مطابق اس کی تشریح کریں گے۔ یہ نہیں ہوگا کہ پانچویں کا بچہ تو اچھی تشریح کر رہا ہو مگر ڈگری کلاس کا بچہ خراب کر رہا ہے۔ نہیں بلکہ وہ زیادہ اچھی تشریح کرے گا جو زیادہ بلند فکر رکھتا ہوگا یہی حال دینی و دنیاوی دونوں علوم کا ہے۔ کسی عالم کی نظر آیت کے ظاہری محاسن پر جاتی ہے تو کسی کی نظر اس کے باطنی انوار پر۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت نے ہر علم پر ایسی وقیع نظر سے تحقیقی کام سرانجام دیا کہ پڑھنے والا حیران رہ جاتا ہے۔ آپ کے کام کا علمی معیار اتنا بلند ہے کہ دوسری جگہ جو بات معمولی نوعیت کی نظر آتی ہے وہ بات اعلیٰ حضرت کے

یہاں آکر اتنی اہمیت حاصل کرلیتی ہے کہ سوچنا پڑتا ہے کہ سابقہ مفکرین سے یہ بات کیوں کہ رہ گئی
موجودہ دور میں بھی اگر غور کریں تو اعلیٰ حضرت کے وصال کو تقریباً نصف صدی سے زیادہ عرصہ
ہوگیا مگر ہنوز کوئی عالم اس پائے کا نظر نہیں آتا۔ موجودہ دور کے کسی عالم سے اگر ریاضی، فلکیات
کیمیا یا علم جفر سے متعلق سوال پوچھا جائے تو میرا یہ یقین ہے کہ وہ جواب نہیں دے گا کیوں کہ ان
علوم پر اس کو دستگاہ حاصل نہیں۔ مگر اعلیٰ حضرت کے یہاں ایسا نہیں۔ آپ سے ہر نوعیت کا سوال
پوچھا گیا۔ پوچھنے والے نے آج کے دور کی طرح یہ نہیں سوچا کہ یہ تو مولوی ہیں یہ کیا جانیں۔ بلکہ وہ
جانتا تھا کہ جب علماء کرام انبیاء کرام کے جانشین ہیں تو وہ تمام علوم پر حاوی ہیں۔ بالخصوص
اعلیٰ حضرت علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر کو کون نہیں جانتا جنہیں ان کی تھیسس [illegible]
[illegible]) پر جرمنی کی طرف سے ریاضی میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی تھی۔ اور جو بہترین ریاضی
داں کی حیثیت سے صرف ہندوستان ہی میں نہیں غیر ممالک میں بھی معروف ہیں۔ ریاضی کے
ایک لاینحل اور مشکل سوال کے حل کے لئے جرمنی جانے والے تھے کہ وہاں پر اس سوال کو کسی
سے سمجھ لیں۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے شعبہ عربی کے استاد جناب سلیمان اشرف بہاری کے پرزور
اصرار پر وہ یہ سوال لے کر اعلیٰ حضرت کے پاس آئے انہیں اس بات کا کامل یقین تھا کہ ایک مولانا
اس سوال کو حل نہیں کرسکتے۔ اعلیٰ حضرت نے سوال سُن کر بغیر کسی جھجک اور کتاب دیکھے جواب
دے دیا۔ اور اسی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ اصول ہندسہ پر اپنا ایک قلمی رسالہ آپ کو پڑھنے کے
لئے دیا۔ اعلیٰ حضرت کے وصال پر ڈاکٹر ضیاء الدین نے افسوس کے ساتھ کہا کہ ہندوستان
میں اب کوئی ریاضی جاننے والا نہ رہا۔ فلکیات (ASTRONOMY) پر اعلیٰ حضرت
نے جو تحقیقی کام کیا ہے وہ اس حد تک اچھوتا اور نایاب ہے کہ بڑے بڑے مفکرین فلکیات
(Astronomers) ابھی تک آپ کے پیش کردہ دلائل پر محو حیرت ہیں اور وہ ان کی
ذہن کی رسائی سے ماورئی ہیں۔ (OCEANOGRAPHY) کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت
نے ایک جزوی مقالہ لکھا ہے جو فوز مبین کے مقدمہ میں موجود ہے جس میں TIDES
مد و جزر، جوار بھاٹا پر ایک نفیس اور عمدہ تحقیق کی گئی ہے جس میں موجودہ اور قدیم نظریات
پر عالمانہ، فلسفیانہ، محققانہ اور منطقی انداز میں بحث کی گئی ہے۔ اور آخر میں قرآن و حدیث

سے حل بیان کر کے بات ختم کر دی۔ یہ اعلیٰ حضرت کی بہت بڑی خوبی ہے۔ کہ اپنی تمام کی تمام تحقیقات میں قرآن و حدیث سے حل نکال کر بیان کر دیتے ہیں اور ان دلائل کو پڑھنے میں بہت مزا آتا ہے۔ جو اس سے حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ پانی پر آپ کی تحقیقات الگ ہیں۔ (ASTROLOGY) علم میں ہیئت پر آپ کو جو دسترس حاصل ہے اور آپ نے اس میں جو تحقیقات کی ہیں وہ قدیم ہوں یا جدید کسی مفکر کے پاس نہیں۔ بہت سے وہ علوم ہیں جن پر ابھی تک کچھ کام نہیں ہوا جو عوام کی عقل سے بہت دور ہیں۔

دینی علوم کا جہاں تک تعلق ہے تو اس میدان میں جس پیمانہ پر آپ نے کام کیا ہے وہ کسی اور جگہ نظر نہیں آتا۔ ایک عربی عالم دین نے آپ کے فتویٰ کو دیکھا تو ششدر رہ گئے اور کہا کہ اگر امام اعظم ابو حنیفہ اس کو دیکھتے تو لکھنے والے کو اپنے تلامذہ میں شامل کرتے اور اس پر فخر کرتے۔ دینی کاموں میں آپ کا سب سے اہم کام ترجمہ قرآن بنام کنزالایمان ہے۔ جس کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ اعلیٰ حضرت کا فتاویٰ رضویہ جو بارہ جلدوں پر مشتمل ہے اتنی اہمیت کا حامل ہے کہ اس کو اپنے ہی نہیں پرائے بھی مانتے ہیں۔ اور اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ فقہیات کے بارے میں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ مختلف فقہا کا جتنا علم الگ الگ انفرادی طور پر تھا وہی علم مکمل اجتماعی حیثیت سے اعلیٰ حضرت کے پاس موجود ہے۔ زبان کے عبور پر آئیں تو وہ چاہے عربی ہو یا فارسی، اردو یا ہندی سب پر یکساں طور پہ حاصل تھا۔ اور اردو ادب نے آپ کو جو نظر انداز کیا ہے اس کی بنیادی وجہ اردو ادب پر ان سوشلسٹوں۔ دہریوں اور نیچری اخلاق رکھنے والے نام نہاد مسلمانوں کا غلبہ ہے جو انہیں حاصل رہا۔ جن کے یہاں اسلام سے وابستہ افراد کو الگ خانہ میں رکھا جاتا ہے۔ اور ان کی تحریروں کو وہ ادبیات میں شمار نہیں کرتے۔ ایک بہت بڑے عالم دین بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کا ایک عربی قصیدہ کسی محفل میں پڑھا تو ایک شامی بزرگ کہنے لگے کہ یہ کس نے تحریر کیا ہے عرب معلوم ہوتے ہیں۔ جواب میں پڑھنے والے عالم دین نے فرمایا کہ نہیں عجمی ہیں۔ ہندوستان کے شہر بریلی کے رہنے والے الشاہ محمد احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمہ نام ہے۔ جواب میں

شامی بزرگ نے فرمایا عربی پر ایک خاص عبور حاصل ہے۔ جو بسا اوقات عربوں کو بھی نہیں ہوتا۔ فارسی زبان میں آپ کی نثر و نظم دونوں ہی لاجواب ہیں۔ آپ کی فارسی نظم پڑھیں تو سعدی شیرازی اور جامی کے ہمسر معلوم ہوتے ہیں۔ اور نثر پڑھکر آپ کے ایرانی النسل ہونے کا شبہ ہونے لگتا ہے۔

اب کچھ اعلیٰ حضرت کے سیاسی افکار پر نظر ڈالتے ہیں یعنی (POATICAL — VIEWS) اعلیٰ حضرت جس دور میں اس دار فانی میں تشریف لائے وہ دور مسلم تاریخ کا انتہائی سیاہ اور افسوس ناک حد تک تھکا دینے والا تھا۔ اس دور میں مسلمانوں کو جہاں اپنے سیاسی مفادات کی خاطر سخت جد و جہد کرنی پڑتی وہیں اپنے ایمان کی بقا کے لئے غیروں کے علاوہ اپنوں سے بھی ہوشیار رہنا پڑا۔ اس طرح اعلیٰ حضرت کو ایک ہی وقت میں چوکھی لڑائی لڑنی پڑی۔ ایک طرف سفید چمڑی والا انگریز تو دوسری طرف ہندو، تیسری طرف نام نہاد مسلمان وہابی اور پھر وہ سادہ لوح سُنّی مسلمان جو اپنی کم علمی کی وجہ سے اعلیٰ حضرت کو سمجھ نہیں پائے۔ اعلیٰ حضرت نے جن تحریکوں کی مخالفت کی ان میں سرفہرست ترک موالات تھی۔ آپ نے اس کے سیاسی مضمرات سے عامۃ الناس کو آگاہ کیا۔ جس پر اس وقت مخالفین نے انگریز نوازی کا طعنہ دیا۔ مگر جب تحریک ناکام ہوئی تو اس وقت ہر شخص کو یہ احساس ہوگیا کہ اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت سب سے زیادہ تھی۔ اس دور میں جب کہ ہندو مسلم بھائی بھائی جیسا لغو اور بے معنی نعرہ اپنے عروج پر تھا۔ کفار اور مشرکین کو منبرِ رسول پر بیٹھا کر اس منبر کی توہین کی جارہی تھی۔ اس وقت صرف اور صرف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ہی تھے جنہوں نے اس نازک سیاسی دور میں دو قومی نظریہ پیش کیا۔ آپ نے ۱۸۹۷ء میں بنارس سُنّی کانفرنس میں اس نظریہ کو پیش کیا۔ جب کہ یہ بات علامہ اقبال کے خیالوں میں بھی نہ تھی۔ رہا سر سیّد سے منسوب اس بات کا کیا جاتا تو سر سیّد کے نظریات اور ان کی تصانیف موجود ہیں جن میں نیچیریت کا پرچار ہے اور کچھ نہیں۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے دو قومی نظریہ میں ہندوؤں کو سازشی نعرہ کے باطنی اور ظاہری مضمرات سے آگاہ کیا۔ اور یہ آپ ہی کی سیاسی بصیرت ہے پاکستان آج جس نظریہ کا مظہر ہے۔

ورنہ اسلام میں یہ ایسا فتنہ کھڑا ہوتا کہ پھر مسلمانوں کے سنبھالے نہیں سنبھلتا۔

اب ہم اپنے مضمون کے اصل نکتہ پر واپس آتے ہیں کہ موجودہ معاشرہ اعلیٰ حضرت جیسی فقید المثال شخصیت کو وہ مقام نہیں دے سکا جوان کے لئے موزوں ہے۔ اور اس کے لئے ہم کو مورد الزام ٹھہرائیں۔ اعلیحضرت نے اپنے خلفاء اور تلامذہ کی جس نوعیت سے تربیت کی تھی اور پھران کو جس انداز سے ترتیب دیا تھا وہ قیادت کا ایک نفیس وعمدہ مظاہرہ تھا۔ آپ نے ہر شخص کو اس کی ذہنی صلاحیت اور انداز فکر کی مناسبت سے متعلقہ گروپ میں رکھا یوں آپ نے دو گروپ تیار کئے تھے۔ ایک سیاسی نوعیت کا اور دوسرا مذہبی اب اگر کسی شخص کی دینی معلومات کے علاوہ سیاسی فکر اور سوجھ بوجھ بھی تھی تو اس کو سیاسی گروپ میں رکھا اور اگر صرف دینی نقطۂ نگاہ سے وہ بلند فکر کا مالک تھا تو اس کو مذہبی گروپ میں رکھا۔ اعلیٰ حضرت نے خود ایک سیاسی جماعت رضائے مصطفیٰ کے نام سے تشکیل دی جس میں صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی، شاہ عبد العلیم صدیقی، مولانا امجد علی مصنف بہار شریعت، شہزادگان اعلیٰ حضرت جناب حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں اور جناب حضور پر نور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں آل رحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ شامل تھے۔ دوسرے حصے کا کام یہ تھا کہ وہ مخالفین کی طرف سے اسلام پر جو مختلف شبہات واعتراضات کی بارش ہوتی اس کا دندان شکن جواب دینا اور تبلیغ واشاعت دین متین میں مصروف رہتا تھا۔ یہ دونوں کام اتنے اہم اور عظیم تھے کہ مسلم لیگ کے قیام کے وقت ممبر سازی اور کارکن بنانے میں کام آئے۔ اور جب انتخاب کا وقت آیا تو اس کام کی وجہ سے مسلمانوں کو متحد کر کے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے لانے میں بہت آسانی ہوئی۔ مسلم لیگ کو عوام میں روشناس کرانا، عوام کو قائل کرنا یہ وہ باتیں ہیں جو صرف اعلیٰ حضرت کے ان دو گروپوں کی وجہ سے ہوئیں۔ ورنہ مسلم لیگ جو کہ ایک نئی جماعت تھی جس کے لیڈران عوام کے لئے بالکل نئے تھے ان کا عوام سے رابطہ صرف اور صرف یہ سُنّی علماء کرام تھے جنہوں نے اپنے مشن کو صحیح اور احسن طریقہ سے سرانجام دیا۔ اور پاکستان انہی علماء کرام کی محنتوں کا ثمرہ ہے موجودہ دور میں پاکستان بنانے کے ٹھیکیدار وہ افراد بن بیٹھے ہیں جو اس وقت پاکستان کو

پلیدستان کہتے تھے جن کی انگریز نوازی اور ہندو دوستی کسی سے چھپی نہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟
کیا اعلیٰ حضرت کے خلفاء اور تلامذہ نے اس کام کو آگے بڑھایا جسے اعلیٰ حضرت نے شروع
کیا تھا اور کیا ان خلفاء و تلامذہ نے اسی طرح پینل ترتیب دیا یا نہیں اور اگر دیا تو وہ کس نوعیت
کا تھا، اور کیا اس کے بعد یہ کام آگے بڑھا کے نہیں . . . . ہم یہ کہہ سکتے کہ اعلیٰ حضرت کے
خلفاء و تلامذہ نے اس کام کو آگے بڑھایا اور اس پینل نے آگے چل کر پاکستان بنانے میں عظیم
کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ مگر پاکستان بننے کے بعد یہ سب افراد بشمول اعلیٰ حضرت کے
خلفاء و تلامذہ سیاست سے کنارہ کش ہو گئے۔ جس نے مخالفین کے لئے دروازے کھول دیئے
اور یوں ہر طرف صحافت سے لے کر تاریخ پاکستان تک سب پر ان لوگوں نے قبضہ کر لیا۔ جو پاکستان
بنانے کے مخالف تھے اور انہوں نے آئین سے لے کر تاریخ پاکستان سب میں ترمیم کر دی۔ یہ ان
علماء کرام بالخصوص سُنّی عوام پر ایک طرح کا ظلم تھا اور جس نے ترویج اشاعت دینِ اسلام بالخصوص
سُنّی ازم کے خلاف راہ ہموار کر دی۔ اور یوں وہ ذات جو صاحبِ علم و فن ہے۔ جو مفکر دینِ متین ہے
جو خاصان بندگان خدا میں سے ہے اسے لوگ بھول گئے۔ اب تو حال یہ ہے کہ مخالفین سنیوں کے
نام پر مطالبات کر رہے ہیں۔ جس میں سرفہرست اعلیٰحضرت کا ترجمہ قرآن بنام کنزالایمان پر
پابندی کا مطالبہ ہے۔ اور یہاں سُنّی مولوی آپس میں ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہہ رہے ہیں۔
اوپر کی قیادت کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ قائد کی بات ماننے والے چند ہی نظر آتے ہیں۔ اس سے فائدہ
اٹھا کر وہابی غیر سُنّی بھی خود اپنے لئے امام اہل سنت اور قائد اہل سنت جیسے القاب استعمال
کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ صرف اور صرف ایک ہے وہ ہمارے علماء کرام کی اعلیٰ حضرت کے مشن
سے روگردانی یعنی یہاں قائدین نے اعلیٰ حضرت کے مشن کو آگے بڑھانے کے بجائے خود اپنے لئے
نئے مشن تیار کر رکھے ہیں۔ اور یہ نہیں سوچتے کہ اعلیٰ حضرت کی وہ ذات ہے جس کی رہنمائی کتب و
رسائل سے نہیں بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کرتے تھے۔
بڑے بڑے مشائخ جو چیز سالوں مجاہدہ سے حاصل کرتے تھے وہ اعلیٰحضرت کو خدا بغیر مانگے دیتا
تھا۔ کیا آج کے قائدین اپنی رائے کو نکرا اعلیٰ حضرت سے بلند تصور کرنے لگے ہیں، جو نیا مشن لے کر
چلتے ہیں۔ اب بھی وقت ہاتھ سے نہیں گیا منظم ہوں اور قائد اہل سنّت مجدد اعظم فخر دین و ملت

پروانہ شمع رسالت الشاہ محمد احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے مشن پر کاربند ہو جائیں پھر دیکھیں کامرانی اور فتح ان کے قدم چومے گی۔ ورنہ وہی ہوتا رہے گا جو پاکستان بننے کے بعد سے یعنی پچھلے ۳۷ سالوں سے ہوتا آیا ہے۔

ہمارے ملک کے سُنی قائدین نے اپنے گرد جو انانیت اور خود پسندی کا خول چڑھا رکھا ہے اسے اتاریں آج تک کسی بھی عالم دین نے اعلیٰ حضرت کے علمی اور تحقیقی کاموں پر کام نہیں کیا جس کو دیکھو فتویٰ نویسی وہ بھی خاص وہ جن میں مخالفین کے کفر کا ذکر ہے۔ اس کی بحث میں الجھا نظر آتا ہے۔ یا پھر نعت گوئی پہ بات کرتا ہے۔ میرا سوال ان علماء کرام سے یہ ہے کہ — کیا اعلیٰ حضرت نے صرف یہ دو کام کئے ہیں؟ یا ان علماء کرام کی رسائی اعلیٰ حضرت کے تحقیقی اور علمی کاموں تک نہیں، لفظ "علماء کرام" جب ہم کہتے ہیں تو اس کے معنی ہوتے ہیں "جاننے والا" "پڑھا لکھا" تو یہ کیسے جاننے والے پڑھے لکھے ہیں جنہیں علم نہیں۔ عوام الناس کو پچھلے چند سالوں میں اعلیٰحضرت کے علمی تحقیقی کاموں پر اطلاع ملی جس کی وجہ وہ پڑھا لکھا طبقہ ہے جس کا تعلق درس نظامی سے نہیں۔ بلکہ اسکول اور کالجوں سے وابستہ اساتذہ کرام اور طلباء ہیں۔ یا پھر وہ اسکالرس ہیں جنہوں نے اعلیٰ حضرت پر تحقیقی کام کیا جن میں بالخصوص مظہر فیض رضا قابل صد احترام فخر اساتذہ کرام پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد جنہوں نے پچھلے تیرہ سالوں میں تحقیق اور تحریر کے ذریعہ اپنے اور پرائے سب کو دلائل و براہین سے اعلیٰحضرت کا عقیدت مند بنا دیا ہے۔ میں اپنے علماء کرام سے معذرت کے ساتھ یہ کہہ رہا ہوں کہ اب یہ طبقہ اعلیٰ حضرت کو عوام میں ان کے علمی مقام کے لحاظ سے روشناس کرا رہا ہے جس میں علماء کرام ناکام ہو گئے تھے۔ اگر یہ افراد سامنے نہ آتے تو ہم سُنی نوجوان شاید اس عظیم الشان شخصیت سے اپنی زندگی میں کبھی واقف نہ ہوتے۔

ہمارے قائدین سیاست یا علماء کرام دونوں انانیت اور خود پسندی کا شکار ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے عوام اور قیادت کے مابین ایک خلیج حائل ہو چکی۔ عوام الناس میں یہ چند افراد اپنی ساکھ کھو چکے ہیں۔ اب عوام میں یہ تاثر قائم ہو چکا ہے کہ مولوی صرف حلوہ مانڈے یا کرسی اقتدار کے فکر میں ہیں۔ وہ تقویٰ۔ زہد اور پرہیزگاری کا صرف زبانی جمع خرچ کرتے ہیں۔ جو بات عوام سے کہتے ہیں خود

ان پر عمل نہیں کرتے نہ خود مخالفین سے ملتے ہیں۔ اور ہمیں تفرقہ بازی میں الجھا رکھا ہے انسانی ضمیر جب سو جائے تو بڑی سے بڑی بات بھی انسان کو شرمندہ نہیں کر سکتی۔ اور اتنا سب کچھ لکھنے کے باوجود اس بات کا یقین ہے کہ ہمارے مولوی حضرات، ہمارے علماء کرام اور دیندار طبقہ اپنی روش نہیں بدلے گا اور ایسا لگتا ہے کہ آنے والے سالوں میں لوگ لفظ سنّی سے بھی برگشتہ ہو جائیں گے یا دین اسلام سے باغی ہو جائیں گے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ علماء کرام یہ مفتیان دین متین، یہ اسلام کے ٹھیکیدار قیامت میں خدا کو کیسے منہ دکھائیں گے۔

واللہ اب بھی وقت ہاتھ سے نہیں گیا آگے آئیں اور اعلیٰ حضرت کے علمی اور تحقیقی کاموں پر کام کریں ان کے تراجم کریں اور عوام کو اس حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق سے روشناس کرائیں ؞

ویڈیو ایڈیٹر ماہنامہ الرشد

ارشادات حضرت احمد رضا خاں بریلویؒ

حضرت بریلوی نے ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ تعالےٰ کی شان اور جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی ٹوکا تو انہوں نے آپ کے خلاف یہ پراپیگنڈہ شروع کر دیا کہ آپ مشرکانہ عقائد اور بدعات پھیلاتے ہیں اور اس طرح لوگوں کی توجہ اپنی طرف سے ہٹانے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ مسلم سیاستداں جنہیں حضرت بریلویؒ نے ہندو کا تابع مہمل بنا کر سیاسی خودکشی سے منع کیا تو انہوں نے آپ پر انگریز دوستی کا الزام لگا دیا۔ آپ کے بعض ارشادات ملاحظہ ہوں :-

۱۔ "تمام مخلوق کے علوم مل کر بھی علم الٰہی سے مساوی ہونے کا شبہ اس قابل نہیں کہ مسلمان کے دل پاس گزرے ـــــ ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں، نہ غیر خدا کے لیے حصہ بالذات جانیں اور عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ملنا جانتے ہیں، نہ کہ جمع "۔

(خالص الاعتقاد)

۲۔ "جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت (اللہ) جل جلالہ کے سوا کسی کے لیے نہیں۔ غیر اللہ کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مبین و کفر مبین ہے اور سجدۂ تحیۃ حرام اور گناہِ کبیرہ بالیقین ہے"۔

۳۔ "عورتوں کو مزاراتِ اولیاء اور مقابرِ عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ سوائے حضورِ اکرم کے روضۂ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں۔ وہاں کی حاضری البتہ سنتِ جلیلہ عظیم قریب الواجبات ہے۔

۴۔ پیر سے پردہ واجب ہے جب کہ محرم نہ ہو۔

۵۔ آیات اور سورتوں کا معکوس کر کے پڑھنا حرام اور اشد حرام، کبیرہ اور سخت کبیرہ قریب کفر ہے۔

۶۔ تلاوتِ قرآنِ عظیم پر اجرت لینا، دینا حرام ہے اور حرام پر استحقاقِ عذاب ہے

نہ کہ ثواب۔

آپ فرماتے تھے کہ عظمتِ رسولِ پاک ہی سے دلوں میں اسلام کی اساس قائم ہے۔ حضور کی عقیدت و تعظیم پر آنچ نہیں آنی چاہیئے ورنہ دین کی بنیادیں ہل جائیں گی۔ یہی اقبال فرماتے تھے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ اُو نہ رسیدی تمام بولہبی است

علامہ اقبال نے حضور کی شان میں بے مثال نعتیہ اشعار لکھ کر مغربی تعلیم یافتہ طبقہ کے دلوں میں عشقِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن کی تو حضرت بریلویؒ نے اپنی نعت سے مسلم عوام کے دلوں کو محبتِ رسولِ پاکؐ سے گرمایا۔ اقبال نے حضورؐ کی شان میں لکھا ہے:-

مقامش عبدہٗ آمد ولیکن
جہانِ شوق را پروردگار است

ترجمہ:- حضور کا مقام عبدہٗ آیا ہے مگر آپ عشق و مستی کے جہان کے پروردگار ہیں۔ عام فہم الفاظ میں یوں کہہ لیجیئے کہ روحانیت حضور کے دروازے سے ملتی ہے۔ جو حضور کا گستاخ ہے وہ روحانیت میں کوئی مقام نہیں پا سکتا۔ یہی موقف حضرت بریلویؒ نے اختیار کیا۔

رضا کونسل کا قیام

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضاؒ نے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاںؒ فاضل بریلوی قدس سرہ کے افکار و آثار پر غور و فکر اور تحقیق کرنے اور ان کی نادر و نایاب تصانیف کو اہل علم کے سامنے پیش کرنے کے لیئے رضا کونسل کے نام سے ایک مشاورتی مجلس قائم کی ہے جہاں ارباب علم و فن جمع ہو کر باہمی گفت و شنید کے ذریعے غور و فکر کریں گے اور تعمیری منصوبہ بندی کے بعد قدم اٹھائیں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں کہ دورِ جدید میں ملتِ اسلامیہ کے انتشارِ فکر و عمل کا علاج یہی ہے کہ ہم اسلام کی طرف لوٹ چلیں لیکن اسلام سے والہانہ لگاؤ اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب ہم سیدِ کائنات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرفروشانہ محبت کریں اور اس میں شک نہیں کہ پاک و ہند میں یہ امام احمد رضاؒ ہی تھے جنہوں نے دلوں میں عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی لَو لگائی۔ اس لیئے آپ کے افکار و آثار کو تازہ کرنا درحقیقت شمعِ محبت فروزاں کرنا ہے۔ تو آیئے ہم سب مل کر عشقِ رسولؐ کی اس شمع کو روشن کریں۔

بلاشبہ کوئی عظیم مقصد اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا، لیکن حصولِ مقصد کے لیئے ایثار و قربانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیئے ہم آپ کو تعاون کی دعوت دیتے ہیں، اگر آپ کو ہماری رائے اور پروگرام سے اتفاق ہے اور یقیناً ہوگا تو ازراہِ کرم اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کا اور ہمارا حامی و ناصر ہو۔

سید ریاست علی قادری
(ڈائریکٹر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضاؒ)
کراچی

اغراض و مقاصد

- امام احمد رضا پر کام کی رفتار کا جائزہ۔
- امام احمد رضا کی تصانیف کو کس طرح منظرِ عام پر لایا جائے۔
- ہر سال ماہِ صفر میں امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد۔
- ہر سال مجلہ "معارفِ رضا" کا اجراء۔
- امام احمد رضا کی تصانیف کے دنیا کی مشہور زبانوں میں تراجم:
- امام احمد رضا کو علمی، ادبی اور جدید تعلیم یافتہ طبقوں میں روشناس کرانا۔
- امام احمد رضا پر پندرہ جلدوں پر مشتمل خاکہ کی تیاری۔
- ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے زیرِ نگرانی ایک مشاورتی مجلس "رہنما کونسل" کا قیام
- ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کو جدید بنیادوں پر قائم کرنے کے لیے مالی تعاون کے ذرائع تلاش کرنا۔
- ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے لیئے کم از کم ۱۰۰ ایسے مستقل ممبران کا مہیا کرنا جو ہر ماہ ۱۰۰ روپیہ ادا کر سکیں۔
- رضا پریس، رضا لائبریری اور رضا ریسرچ اکیڈمی کا قیام۔
- امام احمد رضا کو اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر نصاب میں داخل کرانے کی جدوجہد کرنا۔
- امام احمد رضا کی ان کوششوں کو اجاگر کرنا جو انہوں نے انگریز اور ہندوؤں کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کے لیئے کیں۔
- امام احمد رضا کے مشن کو آگے بڑھانے میں دامے، درمے، قدمے، سخنے حصہ لینا۔

اظہارِ تشکر

ادارہ مندرجہ ذیل مخلص کرم فرماؤں کا بے حد ممنون ہے کہ انہوں نے وقت کی اہمیت کا اندازہ کرتے ہوئے امام احمد رضا کے عظیم دینی وملی کارناموں کو اہلِ علم وفکر کے سامنے پیش کرنے میں بھرپور مالی تعاون فرمایا۔ دعا ہے ربُ العزت ان حضرات کے جذبۂ شوق کو اپنی بے پناہ رحمتوں سے نوازے۔ آمین

۱۔ فتح محمد رضوی صاحب
۲۔ شفیع محمد قادری صاحب
۳۔ حاجی غلام نبی قادری صاحب
۴۔ حاجی عبد الغفار صاحب
۵۔ وجاہت رسول قادری صاحب
۶۔ عبد اللطیف قادری صاحب
۷۔ جناب معین صاحب
۸۔ جناب حاجی محمد انوار صاحب
۹۔ جناب ابرار احمد خان صاحب
۱۰۔ جناب ذاتق الحسن رضوی صاحب
۱۱۔ حمید اللہ قادری صاحب
۱۲۔ مجید اللہ قادری صاحب
۱۳۔ جناب اکرم صاحب
۱۴۔ صدیق دہلوی صاحب
۱۵۔ جناب جمشید صاحب
۱۶۔ جناب حنیف نورانی صاحب
۱۷۔ جناب عبد الحمید صاحب اینڈ برادران

یونس برادرز کراچی

امام احمد رضا

کے

عرس کے مبارک موقع پر

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

کو

مجلّہ معارفِ رضا شائع کرنے پر

مبارکباد

پیش کرتے ہیں !!
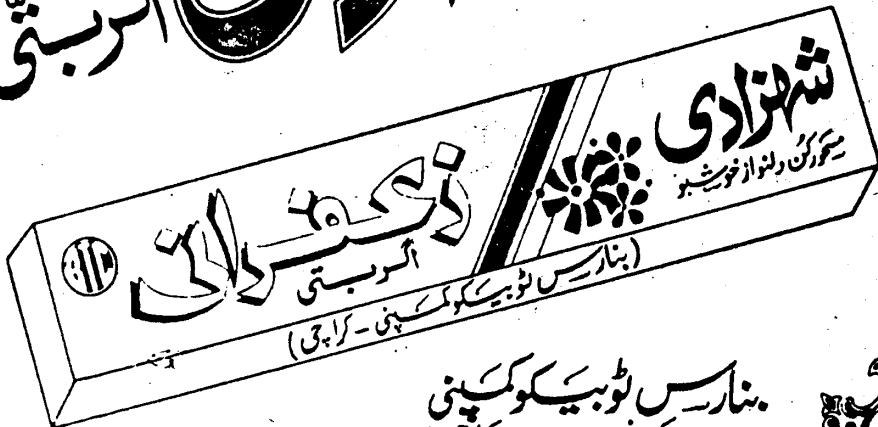
شہزادی اگربتی
بنارس ٹوبیکو کمپنی کراچی
خوشبوؤں کی شہزادی
شہزادی اگربتی
شہزادی
زعفرانی
اگربتی
(بنارس ٹوبیکو کمپنی - کراچی)
بنارس ٹوبیکو کمپنی
پوسٹ بکس نمبر ۱۰۶۷۰ - کراچی ۱۶